ذخیرۃ الجنان
فی
فہم القرآن
افادات
شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ
www.besturdubooks.net
ناشر
میر محمد لقمان برادران
سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان
فی
فہم القرآن
خادر بٹ
افادات
امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
جمع وترتیب
نظر ثانی
مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
ناشر
لقمان اللہ میر برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الی جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرقریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
بحسن انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق۔

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ

۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ

۲۸ / اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ المائدہ

(مکمل)

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ المائدہ، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 - 03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست کتاب

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْھَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرِضْوَانًا ط وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا م وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

لفظی ترجمہ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَوْفُوْا پورا کرو بِالْعُقُوْدِ عہد و پیمان کو اُحِلَّتْ لَكُمْ حلال کیے گئے تمہارے لئے بَهِیْمَةُ چوپائے الْاَنْعَامِ جو انعام کی قسم سے ہیں اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ مگر وہ جو تلاوت کیے جائیں گے تم پر غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ اس حال میں کہ حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یَحْكُمُ فیصلہ کرتا ہے مَا یُرِیْدُ ☆ جو ارادہ کرے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُحِلُّوْا نہ بے حرمتی کرو تم شَعَآئِرَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی علامتوں کی وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ نہ عزت والے مہینوں کی وَلَا الْهَدْیَ اور نہ قربانی والے جانوروں کی وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں وَلَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور نہ ان لوگوں کی جو ارادہ کرتے ہیں بیت الحرام کا یَبْتَغُوْنَ چاہتے ہیں فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب کی طرف سے فضل وَرِضْوَانًا اور اس کی رضا وَاِذَا حَلَلْتُمْ اور جب تم احرام سے نکل آؤ فَاصْطَادُوْا پس تم شکار کر سکتے ہو وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ اور نہ ابھارے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْكُمْ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اس پر نہ ابھارے اَنْ تَعْتَدُوْا یہ کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوْا عَلَى

الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور ایک دوسرے کا ساتھ دو امداد کرو نیکی اور تقوے کے کاموں پر وَلَا تَعَاوَنُوْا اور ایک دوسرے کی امداد نہ کرو عَلَی الْاِثْمِ گناہ پر وَالْعُدْوَانِ اور زیادتی کی چیزوں پر وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ سخت سزا دینے والا ہے۔

سورۃ کی وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام ہے سورۃ المائدۃ اور مائدہ کا معنی ہے دسترخوان جس پر کھانا رکھا گیا ہو۔ اور اس سورۃ کا نام مائدہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کے آخر میں مائدہ کا ذکر ہے اس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ کیا تمہارا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے دسترخوان اتارے قَالَ اتَّقُوْا اللّٰہَ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو ایک طرف تو کہتے ہو رَبُّکَ اور دوسری طرف کہتے ہو کہ کیا اس کو دسترخوان اتارنے کی قدرت ہے۔ دسترخوان کی کیا حیثیت ہے کیا آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا یہ نہیں کر سکتا؟ اس میں مائدہ کا ذکر ہے اس لئے ساری سورۃ کا نام مائدہ رکھا یعنی وہ سورۃ جس میں مائدہ کا ذکر ہے۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو گیارہ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو بارہواں نمبر ہے۔ اس کے سولہ رکوع ہیں اور ایک سو بیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

ایفاءِ عہد کی تاکید و تفصیل :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ، عقود جمع

ہے عقد کی اور عقد کا معنی گرہ اور وعدہ ہے وعدے پورے کرو پہلا وعدہ تم نے عالم ارواح میں کیا تھا جب رب تعالیٰ نے فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟۔ قَالُوْا بَلٰى (اعراف آیت نمبر:۱۷۲) سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے تو سب سے پہلے تو اس وعدہ کو پورا کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا رب کسی کو نہ بناؤ۔ دوسرا وعدہ جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا عہد کرتا ہے تیسرا وعدہ جب ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھتا ہے تو کہتا ہے قَبِلْتُ جَمِيْعَ أَحْكَامِهٖ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو قبول کیا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو بھی پورا کرو اور بندوں کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو بھی پورا کرو وعدے کی خلاف ورزی منافقت ہے۔ آگے فرمایا......

بہیمۃ الانعام کی تفصیل :

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے جو انعام کی مد سے ہیں۔ بہیمہ کی جمع بہائم آتی ہے بہیمہ کا لفظی معنی ہے چار ٹانگوں والا جانور بہیمہ کے بعد اگر انعام کا لفظ نہ ہوتا تو اس میں کتا بلی گدھا سب شامل تھے لیکن انعام کا لفظ ذکر کر کے یہ بتادیا کہ وہ چوپائے حلال ہیں جو انعام کی مد سے ہیں اور اس سے اگلی سورۃ کا نام ہی انعام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ انعام کی مد سے آٹھ قسم کے جانور ہیں۔ بھیڑوں میں سے دو نر اور مادہ اور بکریوں میں سے دو نر اور مادہ اونٹوں میں سے دو نر اور مادہ گایوں میں سے دو نر اور مادہ بھینس اور بھینسا گایوں کی جنس سے ہیں یہ حلال ہیں۔

بہیمۃ الانعام سے مستثنیٰ جانوروں کا مجمل ذکر :

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ مگر وہ جو تلاوت کئے جائیں گے تم پر ان کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ سے ان کو بیان کیا ہے۔ کہ فلاں فلاں تم پر حرام ہے اور باقی سب حلال ہیں۔

حالتِ احرام میں شکار کرنے کی ممانعت :

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اس حال میں کہ حلال نہ سمجھنے والے ہو شکار کو جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا نماز کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ مثلاً تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے باتیں کرنی جائز تھیں۔ سلام اور سلام کا جواب دینا ادھر ادھر دیکھنا جائز تھا۔ مگر تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یہ تمام چیزیں حرام ہو گئیں۔ اور یاد رکھنا زبان سے اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور ہاتھوں کا کانوں تک لے جانا مستحب ہے تو جس طرح تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نماز سے غیر متعلقہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح حج اور عمرے کا احرام باندھ لینے کے بعد بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اب لبیں نہیں کٹوا سکتا سر نہیں منڈوا سکتا، ناخن نہیں کاٹ سکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا اسی طرح احرام کی حالت میں شکار نہیں کھیل سکتا جس کا ذکر ہے کہ احرام کی حالت میں تم شکار کو حلال سمجھنے والے نہ ہو۔ البتہ محرم کو گھریلو جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً مرغی، بطخ، بکرا، چھترا، اونٹ، گائے، بیل کو ذبح کر سکتا ہے مگر وہ جانور جو شکار کی مد میں آتے ہیں بے شک محرم ان کو اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے پھر بھی وہ جانور حلال نہیں ہوں گے کیونکہ محرم حالت احرام میں شکار کی چیزوں کو ذبح کرنے کا اھل نہیں ہے۔ فرمایا.........

شعائر کا احترام اور مفہوم :

اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ☆ بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ نہ بے حرمتی کرو تم اللہ تعالیٰ کی علامتوں کی، اللہ تعالیٰ کے شعائر کی۔ شعائر جمع ہے شعیرہ کی۔ شعیرہ کے معنیٰ علامت اور نشانی کے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی e فرماتے ہیں کہ ویسے تو شعائر اللہ میں بہت سی چیزیں آتی ہیں مگر چار بڑی ہیں۔

1...... اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا وجود۔ 2...... کعبۃ اللہ۔

3...... قرآنِ کریم اور 4...... نماز

تو پیغمبر کا احترام کرو۔ نماز کا احترام کرو۔ یعنی نماز قائم کرو۔ کعبۃ اللہ کا احترام کرو قرآن کریم کا احترام کرو۔ ان کے علاوہ صفا، مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان کا بھی احترام کرو بے حرمتی نہ کرو۔

اشہر حرم کا بیان :

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ نہ عزت والے مہینوں کی بے حرمتی کرو۔ حرمت والے مہینے چار تھے۔

1- ذوالقعدہ۔ 2- ذوالحجہ۔ 3- محرم اور 4- رجب۔

زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا اور ان مہینوں میں لڑنا جھگڑنا ممنوع تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی ان کے احترام کا حکم تھا۔ سورۃ توبہ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم ان مہینوں میں جنگ میں پہل نہ کرو۔ لیکن اگر دشمن تم پر حملہ آور ہو تو دفاع کر سکتے ہو۔

ہدی اوراضحیہ میں فرق/تعریف :

وَلَا الْهَدْيَ اورنہ قربانی والے جانوروں کی بے حرمتی کرو۔ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو قربانی کے لئے حرم میں لے جاتے ہیں۔اورحرم کے علاوہ دوسری جگہوں پر جس جانور کی قربانی دی جاتی ہے اس کو اَضْحِيَةٌ ہمزے کے فتح کے ساتھ اوراضحیہ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ بھی کہتے ہیں۔تو جو ہدی کا جانور ہے اس کا بھی احترام کرو، اسے نہ چھیڑو۔

قلائد کا مفہوم :

وَلَا الْقَلَائِدَ اورنہ ان جانوروں کی بے حرمتی کروجن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں قَلَائِدُ جمع ہے قَلَادَةٌ کی قَلَادَةٌ کہتے ہیں پٹے کوحاجی جو بڑے جانور ہدی کے طور پر لے جاتے تھے مثلاً اونٹ، گائے، بیل وغیرہ توان کے گلے میں پٹہ ڈالتے تھے تاکہ نشانی ہو کہ یہ جانور ہدی کا ہے کہ حاجی قضاء حاجت کے لئے گیا ہو، وضو کے لئے گیا ہو، پانی پینے کے لئے گیا ہوتوان کوکوئی نہ نقصان پہنچائے نہ چھیڑے، یہ قربانی کا جانور ہے۔

حجاج اور معتمرین کا احترام :

وَلَا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ اورنہ ان لوگوں کی بے حرمتی کروجوارادہ کرنے والے ہیں بیت الحرام کا۔یعنی جولوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے سفر کررہے ہیں ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ یالڑائی نہیں ہونی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔اوراللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف جارہے ہیں۔

غیر محرم کے لئے شکار کی اجازت :

یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنْ رَّبِّهِمْ چاہتے ہیں اپنے رب کی طرف سے فضل کہ وہاں سودا بیچنا ہے خریدنا ہے کیونکہ لوگ حج کے دنوں میں تجارت بھی کرتے ہیں اور حج بھی ہوتا ہے۔ وَرِضْوَانًا اور اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ مسلمان کا اصل مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر کوئی تجارت بھی کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کے لئے جاتے تھے کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے۔ اور وہ اپنے خیال کے مطابق رب تعالیٰ کو راضی کرتے تھے گو اس خیال سے رب راضی ہو یا نہ ہو لیکن تمہیں ان کو چھیڑنے کا حق نہیں ہے۔

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جب تم احرام سے نکل آؤ پس شکار کر سکتے ہو۔ احرام کی حالت میں ممنوع ہو گیا تھا اب شکار کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے آج کل اس کا نام شمیسہ ہے تو مکہ والوں نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور کہا کہ تم آئندہ سال آکر عمرہ کرنا اس سال ہم عمرہ نہیں کرنے دیں گے کیونکہ ہماری توہین ہے۔ لوگ کہیں گے کہ قریش نے اپنے دشمنوں کو مکہ میں آنے دیا ہے۔ معاہدہ کے تحت اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کے دلوں میں پچھلے سال کا غصہ تھا کہ انہوں نے ہمیں روکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس غصے کے اظہار سے پہلے ہی منع فرما دیا..........

سخت دشمن کے مقابلہ میں بھی عدل کو مت چھوڑو :

وَلاَ یَجْرِمَنَّکُمْ اور نہ ابھارے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْکُمْ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں روکا تھا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اس بات پر نہ آمادہ کرے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا یہ کہ تم زیادتی کرو وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور ایک دوسرے کا ساتھ دو مدد کرو نیکی اور تقوے کے کاموں پر۔ نیکی سے مراد وہ کام ہیں جو کرنے کے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سچ بولنا، پورا تولنا اور تقویٰ سے مراد وہ کام ہیں جن سے بچنا ہے۔ اور ان کو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دو کہ وہ نہ کرنے دو۔

وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ پر اور زیادتی کی چیزوں پر اِثْم کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ کے حکموں کو توڑنا تو رب تعالیٰ کے حکموں کو توڑنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور عُدوَان بندوں کے حق ضائع کرنا اور بندوں پر زیادتی کرنا اور بندوں کے حقوق ضائع کرنے میں بھی ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ہر حالت میں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بندہ اگر اس نقطہ کو سمجھ لے زندگی سنور سکتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ O بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت سے نہیں بچ سکو گے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ قف وَمَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

لفظی ترجمہ :

حُرِّمَتْ حرام کیا گیا عَلَيْكُمُ تم پر الْمَيْتَةُ مردار وَالدَّمُ اورخون وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اورخنزیرکا گوشت وَمَآ اوروہ چیز اُهِلَّ جونام زدکی گئی ہو لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ غیراللہ کےنام پر وَالْمُنْخَنِقَةُ اوروہ جوگلا گھٹنے سے مرگیا وَالْمَوْقُوْذَةُ اوروہ جس کوچوٹ لگائی گئی وَالْمُتَرَدِّيَةُ اورجواونچی جگہ سے گر گیا وَالنَّطِيْحَةُ اورجس کودوسرے نے سینگ ماردیا وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اور

جس کو درندوں نے کھالیا اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ اور جو ذبح کیا گیا بتوں کے نام پر وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ اور یہ کہ تم نیزوں کے ذریعہ تقسیم کرو ذٰلِکُمْ فِسْقٌ یہ نافرمانی ہے اَلْیَوْمَ آج کے دن یَئِسَ الَّذِیْنَ ناامید ہو گئے وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں مِنْ دِیْنِکُمْ تمہارے دین سے فَلَا تَخْشَوْهُمْ پس تم نہ ڈرو ان سے وَاخْشَوْنِ اور مجھ سے ڈرو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے دِیْنَکُمْ تمہارا دین وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اور مکمل کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور میں نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اسلام کو دین فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مجبور کیا گیا فِیْ مَخْمَصَةٍ بھوک میں غَیْرَ مُتَجَانِفٍ اس حال میں کہ وہ مائل ہونے والا نہیں ہے لِّاِثْمٍ گناہ کی طرف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حلال وحرام جانوروں کی تفصیل :

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے پہلا حکم ہے حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ حرام کیا گیا تم پر مردار جو جانور ذبح کئے بغیر مر جائے وہ حرام ہے اگر چہ فی نفسہ وہ حلال ہے مثلاً مرغی ہے بکرا چھترا اونٹ وغیرہ فی نفسہ تو حلال ہیں لیکن اگر ان کو ذبح نہ کیا جائے تو ان کا کھانا حرام ہے۔ البتہ شریعت نے اتنی اجازت دی ہے کہ مردار کا چمڑا اتار کر خشک کرا کے یعنی رنگنے کے بعد اس کو بیچ

بھی سکتے ہو۔اور اپنے استعمال میں بھی لا سکتے ہو۔

میتہ کا حکم :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جگہ سے گزر رہے تھے لوگ ایک موٹی تازی بکری کو دور پھینکنے کے لئے کھینچ کر لے جا رہے تھے تا کہ بد بو نہ پھیلے آپ نے فرمایا ھَلاَّ اَخَذْتُمْ اِھَابَھَا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہیں اتار لیا انہوں نے کہا حضرت مردار ہوگئی ہے فرمایا تمہیں چمڑا اتارنے کی اجازت ہے تو مردار وہ ہے جو ذبح کئے بغیر مرجائے البتہ دو جانور ایسے ہیں جن کو ذبح کئے بغیر کھانا جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اُحِلَّتْ لَنَا الْمَیْتَتَانِ دو چیزیں ہمارے لئے بغیر ذبح کے حلال کی گئی ہیں اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ مچھلی اور مکڑی یہی وجہ ہے کہ مچھلی کافر بھی شکار کرے تو اس سے لینے کی اجازت ہے اور مچھلی کے علاوہ دوسرا شکار کافر سے لینے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ذبح کا اہل نہیں ہے۔

دم مسفوح کی حرمت :

وَالدَّمُ اور خون بھی حرام کیا گیا ہے اور خون سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے۔ چنانچہ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَسْفُوْحًا بہتا ہوا خون اس کو نہ اندرونی طور پر استعمال کر سکتے ہیں نہ بیرونی طور پر یعنی نہ تو اس کو کھا سکتے ہیں نہ بدن پر لگا سکتے ہیں کیونکہ قطعی حرام ہے کسی طرح بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

لحم خنزیر ذکر کرنے کی وجہ :

وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ اور خنزیر کا گوشت بھی حرام کیا گیا ہے۔ خنزیر کی ہر چیز حرام ہے

گوشت کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ کھایا گوشت ہی جاتا ہے چمڑا بال یا ہڈیوں کو تو کوئی نہیں کھاتا۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ چیز جو نامزد کی گئی ہو غیر اللہ کے نام پر۔ ''اہلال'' کا معنی ہے آواز بلند کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر پکارا گیا ہو وہ حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ جانور یا چیز فلاں بت، قبر یا بزرگ کی نیاز ہے تو وہ چیز حرام ہو گئی اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ غلط کار لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور الجھن پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاتا ہے تو قربانی کا بکرا عقیقے کا بکرا زید کا بکرا یہ نسبتیں بھی تو غیر اللہ کی طرف ہیں کیا یہ سارے حرام ہیں تو یاد رکھنا ایک ہے شرعی نسبت کہ وہ اس کا مالک ہے اور تم کہو کہ یہ بکرا زید کا ہے یہ گائے بکر کی ہے اور قربانی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے عقیقہ شرعی حکم ہے۔ قربانی کے بکرے کا معنی ہے خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربانی کے لئے ہے۔ عقیقے کے بکرے کا مطلب ہے کہ عقیقے کے لئے ذبح کرنا شرعی حکم ہے۔ یہ شرعی نسبتیں ہیں یہ صحیح ہیں۔ اور تقرب کے لئے غیر اللہ کے نامزد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جانور یا دودھ یا اور کوئی چیز کسی بت قبر یا بزرگ کے نام پر متعین کی جائے اس نیت اور ارادے سے کہ میرے کاروبار میں برکت ہو گی فصل میں برکت ہو گی اگر نہیں دوں گا تو نقصان ہو گا یہ حرام ہے اور وہ شی بھی حرام ہے۔ اگر جانور ہے تو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہو گا۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز :

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزیہ میں لکھتے ہیں کہ جو چیز کسی بزرگ کے نام پر متعین کر دی جائے کہ یہ بکرا فلاں کا ہے یہ چھترا

فلاں کا ہے تو وہ تکبیر پڑھنے سے بھی حلال نہیں ہوگا یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی کتے کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے یا خنزیر کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ ایسے ہی جو چیز غیر اللہ کے لئے نامزد کی جائے گی وہ حلال نہیں ہوگی اور فرماتے ہیں کہ اس میں جانور کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

''ماکولات، مشروبات، ملبوسات ہمیں حکم دارند'' کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔ دیکھو یہ لوگ آج کل گیارہویں دیتے ہیں اس میں تفصیل ہے اگر تو اس ارادے سے دیتا ہے کہ میرے جانوروں میں برکت ہوگی گھر میں برکت ہوگی کاروبار میں برکت ہوگی اگر نہیں دوں گا تو پیر صاحب ناراض ہو جائیں گے اور مجھے نقصان پہنچے گا تو یہ دینے والا کافر ہے اور وہ چیز قطعی حرام ہے۔ اور اگر دیتا تو اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایصالِ ثواب کرتا ہے تو بدعت ہے کیونکہ اور بھی بہت بزرگ ہیں ان کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتا ماں باپ کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتا ان کی نمازیں رہ گئیں، روزے رہ گئے ان کا کفارہ کیوں نہیں ادا کرتا؟۔

رہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو وہ اتنے نیک تھے کہ اگر ان کی نیکیوں کو تقسیم کیا جائے تو کئی ضلعے بخشے جائیں لہٰذا ان کی نسبت ایصالِ ثواب کے لئے ہمارے ماں باپ زیادہ مستحق ہیں۔ آخر ان کی تخصیص اور تعیین کی وجہ کیا ہے؟ پھر گیارہویں کی تاریخ کی تخصیص کیوں ہے؟ ایصالِ ثواب آگے پیچھے کیوں نہیں ہو سکتا؟ لہٰذا مسئلہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو یعنی جس کا گلا رسی یا زنجیر یا کسی اور شی سے گھونٹا گیا اور مر گیا وہ بھی حرام ہے۔ وَالْمَوْقُوْذَةُ اور جس کو چوٹ لگائی گئی ہو،

پتھر لگایا لاٹھی ماری اور وہ مر گیا وہ بھی حرام ہے۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ اور جو اونچی جگہ سے گر گیا، پہاڑ سے نیچے گر کر مر گیا یا کنویں میں گر کر مر گیا یا کسی بھی جگہ سے گر کر مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔ وَالنَّطِيحَةُ اور جس کو دوسرے نے سینگ گھونپ دیا اور وہ مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔

وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ اور وہ جس کو درندوں نے کھالیا مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ وغیرہ اس کو کھینچ کر لے گئے اس کو چیر پھاڑ دیا۔ اگر کھایا تو ان کا بچا ہوا بھی حرام ہے۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا کسی درندے نے زخمی کر دیا ہو مگر مرنے سے پہلے تم نے اسے باقاعدہ ذبح کر لیا تو وہ حلال ہے۔ www.besturdubooks.net

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور وہ جو ذبح کیا گیا بتوں کے نام پر۔ پہلے تھا کہ جو چیز بزرگوں کے نام پر ذبح کی جائے وہ حرام ہے اور اب فرمایا کہ جو چیز بتوں کے نام پر ذبح کی جائے وہ بھی حرام ہے۔ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ اور یہ کہ تم تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے ہو یہ بھی حرام ہے۔ اَزْلَام، زَلَمٌ کی جمع ہے اور زَلَمٌ کا معنی ہے ''تیر''۔ کعبۃ اللہ میں ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں دس تیر ہوتے تھے اور وہ تھیلا کعبۃ اللہ کے متولی کے کنٹرول میں ہوتا تھا ان میں سے چھ پر لکھا ہوا تھا لَا جس کا معنی ہے نہیں اور تین پر لکھا ہوا تھا نَعَمْ، نَعَمْ کا معنی ہے ہاں اور ایک خالی ہوتا تھا ان لوگوں نے جب کوئی کام کرنا ہوتا تھا رشتے کا، تجارت کا یا لمبے سفر پر جانے کا تو ان تیروں کے ذریعہ فال نکالتے تھے یعنی ان سے پوچھتے تھے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ میرا فلاں کام ہوگا یا نہیں؟ سفر پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ طریقہ یہ تھا کہ تیر نکالتے اگر نَعَمْ والا نکلتا تو کہتے بس میرا کام ہو گیا اور اگر لَا والا نکلتا تو کہتے کہ میرا کام نہیں ہوگا اس کام کو چھوڑ دیتے تھے

اگر خالی تیر نکلتا تو دوبارہ سہ بارہ تیر نکالنے کی اجازت ہوتی تھی۔ بھائی تیروں کے نکالنے کے ساتھ تیرے کام کا کیا تعلق ہے؟۔ ایسی وہم پرستی سے خدا کی پناہ۔ اسی وہم پرستی میں مسلمان بھی مبتلا ہیں کیا مرد اور کیا عورتیں وہم کوٹ کوٹ کران میں بھری ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت گھر میں آئی اور بچہ بیمار ہوگیا تو کہیں گے کہ فلاں عورت آئی تھی اس لئے بیمار ہوگیا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے عقیدے اور نظریات ہندوؤں سے بدتر ہیں۔ بھائی بیماریاں، تندرستیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ بندوں کا اس میں کیا عمل دخل ہے؟۔

اور تیروں کے ذریعے تقسیم کا ایک اور طریقہ بھی رائج تھا وہ اس طرح کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے پھر تیر نکالتے اگر زید کے نام کا تیر نکل آتا تو اونٹ سارا زید کا ہوجاتا باقی سارے فارغ جس طرح آج کل لاٹریاں یا بانڈ ہیں۔

اور ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے اور اس کا گوشت برابر دس حصوں میں تقسیم کرتے تھے جن میں سے سات پر نمبر لگے ہوتے تھے اور تین خالی ہوتے تھے ایک ایک حصہ دار ایک ایک تیر نکالتا اس تیر پر جتنے نمبر لکھے ہوتے وہ اتنے حصے لے لیتا مثلاً دو لکھے ہوئے ہیں تین لکھے ہوئے ہیں سات لکھے ہوئے ہیں سارے حصے ختم ہوجاتے باقی حصہ دار جو ہوتے وہ رہ جاتے تو فرمایا ذٰلِكُمْ فِسْقٌ یہ نافرمانی ہے۔

آیت کریمہ کا نزول :

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا آج کے دن ناامید ہوگئے وہ لوگ جو کافر ہیں

مِنْ دِیْنِکُمْ تمہارے دین سے پہلے تو ان کو امید تھی کہ ہم اس کو دبالیں گے ختم کردیں گے لیکن اب عرب کی اکثریت مسلمان ہوچکی ہے اور جو باقی رہ گئے ہیں ان میں اسلام سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے لہٰذا اب وہ بالکل ناامید ہوگئے ہیں کہ اسلام کے پودے کو پنپنے نہ دیں۔ یہاں اَلْیَوْمَ سے مراد ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ کا دن ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ عرفات کے میدان میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا..........

تکمیل دین :

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ پس تم نہ ڈرو ان سے اور مجھ سے ڈرو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن میں نے مکمل کردیا تمہارے لئے تمہارا دین۔ عرفات کا میدان تھا، عرفہ اور جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت تھا ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..........

قرآنِ کریم جس کا آغاز جبلِ نور کی چوٹی پر غارِ حرا میں ہوا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل ہوگیا ہے اور یہ اس کا آخری حصہ ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن میں نے مکمل کردیا ہے

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اور مکمل کردی میں نے تم پر اپنی نعمت وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور میں نے پسند کیا ہے تمہارے لئے اسلام کو دین یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سنا دیا کہ اس کے بعد اب قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوگا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً بیاسی/۸۲ دن دنیا میں رہے ہیں اور وحی تو آتی رہی ہے مگر قرآن کریم کا ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

مضطر کے لئے حرام چیزیں کھانے کا ذکر :

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ پس جوشخص مجبور کیا گیا بھوک میں غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ اس حال میں کہ وہ مائل ہونے والا نہیں ہے گناہ کی طرف اس کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں بقدر ضرورت کھاپی سکتا ہے۔ مثلاً اوپر مردار کا ذکر ہوا ہے خنزیر کا ذکر ہوا ہے کوئی ایسا وقت آ گیا کہ آدمی نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے اور جان خطرے میں ہے کہ اگر کچھ نہیں کھاتا پیتا تو مرتا ہے تو اس کو ایسے موقع پر اتنا حرام کھانے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے اور دوسرے پارے میں غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کے لفظ ہیں کہ نہ لذت تلاش کرنے والا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے یعنی ایسی مجبوری کی حالت میں مردار بھی کھا سکتا ہے خنزیر بھی کھا سکتا ہے، شراب بھی پی سکتا ہے مگر صرف اتنی پینے کی اجازت ہے کہ جس سے جان بچ جائے اور اگر اس موقع پر خنزیر اور مردار نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار کی موت مرے گا۔

اسی طرح اگر اتنی شدید پیاس ہے کہ جان جاتی ہے اور اس کے پاس صرف شراب پڑی ہے اگر نہ پی اور مر گیا تو گنہگار کی موت مرا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اس نے اس اجازت سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟۔

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ چھوٹی موٹی لغزش کو معاف کر دے گا۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ؗ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ؗ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵

لفظی ترجمہ :

يَسْئَلُوْنَكَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ کیا کچھ ان کے لئے حلال کیا گیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ حلال کی

گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَمَا عَلَّمْتُمْ اور وہ جو تم نے تعلیم دی

ہے مِّنَ الْجَوَارِحِ زخمی کرنے والے جانوروں کو مُكَلِّبِيْنَ کہ چھوڑتے ہو

شکار پر تُعَلِّمُوْنَهُنَّ سکھاتے ہو تم ان کو مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ

نے تمہیں تعلیم دی ہے فَكُلُوْا پس کھاؤ مِمَّآ ان جانوروں کو اَمْسَكْنَ

عَلَيْكُمْ (جو شکار کے بعد) انہوں نے تمہارے لئے روکے ہیں وَاذْكُرُوا

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا نام اس پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلدی حساب

لینے والا ہے اَلْيَوْمَ آج کے دن اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ حلال کی گئیں تمہارے

لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اور خوراک ان لوگوں کی

اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو کتاب دی گئی حِلٌّ لَّكُمْ تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ اور یہ تمہارا کھانا حِلٌّ لَّهُمْ ان کے لئے حلال ہے وَالْمُحْصَنٰتُ

اور پاکدامن عورتیں مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ ایمان والیوں میں سے وَالْمُحْصَنٰتُ

اور پاکدامن عورتیں مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی

گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جب دو تم ان کو

اُجُوْرَهُنَّ مہران کے مُحْصِنِيْنَ قید میں رکھنے والے ہو غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نہ

مستی نکالنے والے ہو وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ اور نہ خفیہ یاری لگانے والے

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ اور جس نے انکار کیا ایمان کا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ پس

تحقیق ضائع ہوگیا عمل اس کا وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

حلال وحرام پرندوں کی تفصیل :

سورۃ کی ابتداء میں یہ بیان ہوا کہ احرام کی حالت میں تمہارے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے احرام سے نکلنے کے بعد شکار کرنے کی اجازت ہے صحابہ کرام n میں بھی بعض شکاری تھے کسی نے کتے رکھے ہوئے تھے کسی نے باز، بعض نے شاہین اور بعض نے شکرے (انہیں شکار کے لئے سدھاتے تھے، تیار کرتے تھے) تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ہم لوگ شکار کھیلتے ہیں اس کے متعلق حضرت ہمیں بتاؤ کہ یہ درست ہے یا نہیں؟ اور کس کس چیز کا شکار کرنا جائز ہے؟ اور کس کا شکار کرنا جائز نہیں ہے؟۔ آنحضرت ﷺ نے اصول بیان فرمائے جو کہ تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں فرمایا............

كُلُّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ ہر وہ پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے وہ حرام ہے۔ یاد رکھنا! ایک ہے پنجے سے پکڑ کر کھانا جیسے طوطا ہے لالی، شارک ہے اور بسا اوقات مرغی بھی پنجے سے پکڑ کر کھالیتی ہے یہ حلال ہیں مسئلہ یہ ہے کہ جو پنجے کے ذریعے شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے چیل، باز، شکرہ وغیرہ ہیں۔ اور درندوں میں جو کچلیوں یعنی دانتوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، ریچھ، گیدڑ وغیرہ ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے چند بنیادی چیزیں بیان فرمائی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ فرمایا............

يَسْئَلُوْنَكَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ کیا کچھ ان کے

لئے حلال کیا گیا ہے قُلْ آپ فرمادیں اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ اور وہ جو تم نے تعلیم دی ہے زخمی کرنے والے جانوروں کو جَوَارِحِ، جَارِحَةٌ کی جمع ہے اور جَارِحَةٌ ، جَرَحَ سے ہے جس کے معنی ہیں ''زخمی کرنا'' اور جَارِحَةٌ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے کو زخمی کرے اور جو جانور شکار کرتے ہیں وہ بھی زخمی کرتے ہیں کیونکہ منہ سے پکڑتے ہیں اور جو پرندے شکار کرتے ہیں وہ بھی زخمی کرتے ہیں کیونکہ وہ نوکیلے پنجوں سے پکڑتے ہیں۔

کلب معلم کا شکار :

مُكَلِّبِيْنَ چھوڑتے ہو شکار پر مُكَلِّبٌ کا معنی ہے کہ تم اس کو اپنے ارادہ سے شکار پر چھوڑتے ہو۔ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ سکھاتے ہو تم ان کو مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ تعلیم یافتہ سکھایا ہوا کتا وہ ہوتا ہے کہ جب تم اسے شکار کے لئے چھوڑو وہ شکار کے قریب پہنچ جائے تم اسے بلاؤ تو وہ واپس آجائے تین دفعہ اس طرح امتحان لینا چاہیے اگر وہ تمہارے بلانے سے واپس آجاتا ہے تو ایسا کتا مُعَلَّمْ ہے۔ یعنی سدھایا ہوا ہے۔ پھر اس کی شرط میں سے یہ بھی ہے کہ شکار کر کے کھانے نہ لگ جائے بلکہ مالک کے پاس لائے اگر شکاری جانور نے شکار کا کچھ حصہ خود کھالیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شکار اس نے اپنے لئے کیا ہے لہٰذا یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ پس کھاؤ ان جانوروں کو (جو شکار کے بعد) انہوں نے تمہارے لئے روکے ہیں وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا نام اس پر یعنی کتے اور شکاری جانور کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو۔ امام ابو حنیفہ e فرماتے ہیں

کہ شکاری جانور کے ذریعہ شکار کرنے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اگر وہ پانچ شرطیں پائی گئیں تو اس کا کیا ہوا شکار حلال ہے ورنہ نہیں

شکاری جانور کے لئے پانچ شرائط :

1............ جس جانور کو ہم نے شکار پر چھوڑا ہے وہ شکار کو زخمی کرے کیونکہ قرآن پاک میں ہے مِنَ الْجَوَارِحِ زخمی کرنے والے جانوروں کو۔

2............ وہ سکھایا ہوا ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر تم اسے بلاؤ تو واپس آجائے

3............ جاہل کتا ساتھ نہ ہو مطلب یہ ہے کہ تم نے سکھایا ہوا کتا شکار پر چھوڑا اس کے ساتھ دوسرا عام کتا مل گیا اور دونوں نے مل کر شکار کیا اور جانور تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے یہ حرام ہے اور اگر صرف سدھائے ہوئے کتے نے شکار کیا اور تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے پہلے مر گیا پھر بھی حلال ہے۔

چنانچہ مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ سمجھدار نوجوان تھے پہلے عیسائی مذہب رکھتے تھے ۹ھ یا ۱۰ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے انہوں نے کہا کہ حضرت! ہم اپنے علاقے میں شکار کھیلتے ہیں کتوں کے ساتھ جن کو ہم نے سدھایا سکھایا ہوا ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم جب اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتے ہیں تو اس کے ساتھ ایسا کتا بھی شامل ہو جاتا ہے جو سدھایا سکھایا ہوا نہیں ہوتا اور دونوں کتے مل کر شکار کو پکڑتے ہیں کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا کھانا جائز نہیں ہے۔ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰی كَلْبِكَ پختہ بات ہے کہ تو نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی ہے دوسرا کتا جو ساتھ شریک ہو گیا ہے اس کو تو بسم اللہ پڑھ کر نہیں چھوڑا گیا یہ روایت بخاری شریف کی ہے اس روایت سے فقہاء کرامؒ نے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے وہ یہ کہ گائے اونٹ کی قربانی جس میں سات آدمیوں تک شریک ہو سکتے ہیں اگرچہ اکیلے آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے دو بھی مل کر کر سکتے ہیں تین بھی، چار بھی، پانچ بھی، چھ بھی، آخری حد سات ہے اس کو اگر ایک آدمی بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے تو صحیح ہے وہ سب کی طرف سے وکیل ہے۔ لیکن اگر حصہ دار وہی ہوں اور کبھی کہیں کہ ذبح کرتے وقت ہم نے بھی چھری پر ہاتھ رکھنا ہے کہ اگر ہمارا ہاتھ چھری پر نہ آیا تو اجر میں کمی ہو جائے گی تو اس صورت میں ساتوں کے ساتوں کو بسم اللہ پڑھنی پڑھے گی۔ اگر ان میں سے ایک نے بھی بسم اللہ نہ پڑھی تو جانور حرام ہو جائے گا۔

4.......... وہ کتا شکار لا کر تمہیں دے خود نہ کھائے اگر اس نے خود کھانا شروع کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے یہ شکار اپنے لئے کیا ہے تمہارے لئے نہیں کیا۔

5.......... بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے۔

ان پانچ شرطوں کے پائے جانے کے بعد اگر جانور تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے مر بھی جائے تو حلال ہے ہاں اتنا کرو کہ کتے نے جہاں منہ مارا ہے اس جگہ سے کاٹ کر پھینک دو کیونکہ کتے کا جھوٹا پلید ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۳۷)۔ جب کتا

تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔لہٰذا جس جگہ کتے کا منہ لگا ہے اس جگہ کو کاٹ کر پھینک دو باقی جانور جائز ہے۔

تیراور بندوق کے شکار کا مسئلہ :

تیر کے شکار کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ تم نے شکار پر تیر مارا ہے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اور تیر کی نوک جانور کو لگی ہے اور وہ مرگیا ذبح کرنے سے پہلے تو وہ جائز اور حلال ہے اور اگر تیر عرضاً لگا ہے تو اب ذبح کرنے کے بغیر نہیں کھا سکتے۔رہا مسئلہ بندوق کا تو یہ نئی ایجاد ہے اس زمانے میں بندوقیں نہیں ہوتی تھیں۔غلیلوں اور کمانوں کے ساتھ شکار کھیلتے تھے بندوق کا چھرا گول ہوتا ہے تیر کی طرح نوک دار نہیں ہوتا لہٰذا بندوق کا فائر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر بھی کیا جائے تو ذبح کرنے کے بغیر جانور حلال نہیں ہے۔

مودودی صاحب کا اعتراض اور اس کا جواب :

اور مودودی صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ چھرّا قیمتی ہوتا ہے اور یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے۔لہٰذا اس کے ساتھ ماری ہوئی چیز بھی ذبح کرنے کے بغیر حلال ہے یہ ان کی منطق باطل ہے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''اگر تیر نوک کی طرف سے نہ لگے تو جانور مردار ہے''۔اور جس مسئلے پر صحیح حدیث موجود ہو اور چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ متفق ہوں تو کسی کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اور اس مسئلے پر چاروں فقہی مذہب احناف،شوافع ، مالکیہ ،اور حنابلہ متفق ہیں کہ بندوق کا مارا ہوا بغیر ذبح کرنے کے حلال نہیں ہے۔لہٰذا اس کے خلاف مودودی صاحب کا اپنی رائے پیش کرنا کوئی دین کی خدمت نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ جن جانوروں کو تم سدھا سکھا کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھوڑو اور وہ شکار کو تمہارے لئے روکیں تو وہ تمہارے لئے حلال ہے اس کو کھاؤ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر نہیں چھوڑا اور شکار بغیر ذبح کرنے کے مر گیا اور اس کو کھا لو یہ صحیح نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ آج کے دن حلال کی گئیں تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں۔ اور ان کے علاوہ......

اہلِ کتاب اور دہریے کے ذبیحہ کا حکم :

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور خوراک ان لوگوں کی جن کو کتاب دی گئی۔ اس سے مراد ذبیحہ ہے کیونکہ عام کھانا تو تمام غیر مسلموں کا جائز ہے یعنی ان لوگوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے جن کو کتاب دی گئی اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں مگر اس کے لئے شرط ہے کہ اس قسم کے یہود و نصاریٰ ہوں جو نزول قرآن کے وقت تھے کہ اللہ تعالیٰ، پیغمبروں، آسمانی کتابوں، قیامت کے قائل ہوں، دہریئے قسم کے یہود و نصاریٰ نہ ہوں جس طرح آج بہت سے ایسے فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ شریعت کی زبان میں مسلمان نہیں ہیں جیسے رافضی، قادیانی، ذکری، بابی، بہائی، منکرین حدیث ہیں۔ اور بھی کئی فرقے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر ہیں وہ کافر۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی اور یہودی کہلاتے ہیں مگر ہیں وہ دہریئے۔ تو ایسے دہریئے قسم کے یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ جائز نہیں ہے اسی طرح آگے آرہا ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز

ہے مگر ایسی عورتوں کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے جو دہریہ قسم کی ہوں۔ بیوی کا نیک ہونا اولاد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا نیک بیوی پسند کرنی چاہیے اور بہت سے عوامل ہیں جن کو سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فہم :

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب بیروت، لبنان، شام کا علاقہ فتح ہوا اور ان علاقوں میں حسن بہت ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں بدمعاشیاں بہت ہیں۔ اور عرب کے لوگ محنت مشقت کرنے والے سانولے پکے رنگ کے تھے۔ نئی نسل نے جب گوری عورتیں دیکھیں ان کے ساتھ نکاح کرنے شروع کر دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر پابندی لگادی لوگوں نے اعتراض کیا کہ رب تعالیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو۔ اور آپ منع کرتے ہیں۔ فرمایا..........

بچے کی پرورش اور ماں کا کردار :

''رب تعالیٰ کی اجازت کو میں بھی جانتا ہوں مگر کچھ اور عوامل ہیں جن کی وجہ سے منع کر رہا ہوں وہ یہ کہ جو عرب عورتیں ہیں دین کو سمجھتی ہیں ان کا کیا بنے گا وہ کہاں جائیں گی اور تم اہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کرو گے اس سے تمہاری اولاد پر اثر پڑے گا اس لئے میں تمہیں منع کرتا ہوں''۔ خلیفہ راشد کو شرعی طور پر خاصے اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ ایسا کر سکتا ہے۔ دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی گُر کی بات فرمائی ہے کہ ماں کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی '' کی والدہ ماجدہ '' فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بچے کو کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا تو جب ماں ایسی ہوگی تو پھر بچہ عبدالقادر جیلانی '' ہوگا۔

قائدِ اعظم مرحوم نے ۱۹۱۸ء میں ایک پارسی کی بیٹی رتن بائی سے شادی کی رتن بائی تو ان کے اثر ورسوخ سے مسلمان ہوگئی اس سے بیٹی ہوئی جس کا نام مریم تھا وہ پارسی ہوگئی باپ نے اس کو گھر سے نکال دیا اس نے عقیدہ نہ چھوڑا ابھی تک وہ بمبئی (موجودہ ممبئی) میں ہے۔

ولی خان کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان کو لوگوں نے روکا کہ میم (گوری عورت) کے ساتھ نکاح نہ کر لیکن اس نے کسی کی بات نہ مانی اور نکاح کر لیا اس میم سے جو لڑکی پیدا ہوئی اس نے ایک سکھ کے ساتھ شادی کی اس کو نہ ولی خان روک سکا نہ غفار خان اور نہ ڈاکٹر خان۔ لڑکی نے کہا کہ میں آزاد ہوں جہاں چاہوں نکاح کروں تو ماں کی نیکی یا بدی اولاد پر بہ نسبت باپ کے جلدی اثر کرتی ہے کیونکہ باپ بے چارہ تو ملازمت پر جائے گا یا کارخانے جائے گا یا مزدوری کے لئے جائے گا بچے جو کچھ ماں سے حاصل کر سکتے ہیں باپ سے نہیں یہی وجہ ہے کہ جن گھروں میں نیک عورتیں ہیں ان کے اثرات سامنے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے **تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ** عورت کے ساتھ شادی کی جاتی ہے چار وجہ سے.........

عورت سے شادی کی چار وجوہات :

① .... حسن کی وجہ سے۔ ② .... حسب نسب کی وجہ سے۔

③ .... مال کی وجہ سے۔ ④ .... دینداری کی وجہ سے۔

فرمایا تم دیندار عورت کو ترجیح دو۔ اس کا اولاد پر اثر ہوگا اکبرالہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

سیرت پر نظر چاہیے صورت سے زیادہ

بات ساری سیرت سے بنتی ہے تو فرمایا.......... وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور خوراک ان لوگوں کی جن کو کتاب دی گئی۔ حِلٌّ لَّكُمْ تمہارے لئے حلال ہے وَطَعَامُكُمْ اور یہ تمہارا کھانا حِلٌّ لَّهُمْ ان کے لئے حلال ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ اور پاکدامن عورتیں ایمان والیوں میں سے حلال ہیں۔

اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کا حکم اور مقاصد :

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے توراۃ، انجیل جن کو دی گئیں وہ عورتیں بھی حلال ہیں۔

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ جب دو تم ان کو مہر ان کے مُحْصِنِيْنَ قید میں رکھنے والے ہو غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ نہ مستی نکالنے والے ہو وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ اور نہ خفیہ یاری لگانے والے اَخْدَانٌ، خِدْنٌ کی جمع ہے اور خِدْنٌ کا معنی ہے یاری لگانا۔ عورتوں کی عصمت کی حفاظت کے نگہبان صرف مرد ہیں عورتوں کی نگہبانی صرف مرد کر سکتے ہیں تعلیم کا کوئی اثر نہیں ہے پرانی ہو یا نئی (دینی ہو یا عصری) لہٰذا عورتوں کی عصمت کا خیال رکھو ان کی نگہداشت بہت ضروری ہے آزاد قسم کی بچیاں ماں باپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔

معاشرے کی خرابی کا ذمہ دار کون؟ :

آج لوگ کہتے ہیں کہ بچیاں بات نہیں مانتیں، فلاں جگہ سے روکتے ہیں رکتی نہیں۔ قوم کے لئے مصیبت بن گئی ہے۔ اب وہ معاشرہ تو رہا نہیں کہ معاشرہ میں خیر غالب ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کی خود بخود اصلاح ہو جاتی تھی۔ لہٰذا خود اصلاح کرنی

ہے۔ اور معاشرے کی بربادی کی ایک بڑی وجہ حکومت بھی ہے۔ جو غلط کاموں کی سرپرستی کرتی ہے۔

کافی پرانی بات ہے کہ پاکستان بنے ابھی تیرہ، چودہ سال ہوئے تھے ایک بڑا موٹا ڈی سی ہوتا تھا اس نے ایک سکول میں معززین شہر کو جمع کیا مولویوں کو بھی بلایا مجھے بھی دعوت ملی میں بھی گیا۔ اس نے تقریر کی اور معاشرے کی خرابی کی ذمہ داری ساری مولویوں پر ڈال دی کہ یہ لوگوں کی اصلاح نہیں کرتے۔ میں نے اٹھ کر کہا کہ ڈی سی صاحب آپ ہمارے ضلع کے بڑے افسر ہو اور اس وقت ہمارے مہمان ہو ہم آپ کی قدر کرتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ سینما گھر مولویوں نے بنوائے ہیں یا حکومت نے ،یہ مینا بازار اور جمعہ بازار مولوی لگواتے ہیں یا تم؟ یہ مخلوط تعلیم مولویوں نے شروع کی ہے یا تم نے؟ یہ کلب مولویوں نے کھلوائے ہیں یا تم نے؟۔

مجھے ایک ساتھی نے کہا کہ ڈی سی ہے۔ میں نے کہا جب اس نے بات کی ہے تو مجھے بھی کرنے دو۔ سارا نزلہ مولوی پر گرتا ہے مولوی کے پاس زبان کے سوا اور ہے کیا؟ طاقت تمہارے پاس، حکومت تمہارے پاس، ڈنڈا تمہارے پاس، اختیارات تمہارے پاس، یہ سارے بدمعاشی کے اڈے تم نے قائم کیے ہیں۔ اخبارات میں غلط قسم کی خبریں چھپتی ہیں جن کو پڑھ کر نوجوان طبقہ ڈاکو بنتا ہے وہ اخبارات تمہارے کنٹرول میں ہیں آج اکثریت ڈاکوؤں کی کالجیٹ ہے۔ حکومت ان کو ملازمتیں نہیں دیتی ان کی مدد نہیں کرتی وہ یہی کام کرتے ہیں، جاہل اور ان پڑھ ڈاکو بہت کم ہیں۔ تم مولویوں کو کوستے ہو اس میں مولویوں کا کیا گناہ ہے؟۔ فرمایا.........

ایمان بچانے کی تاکید :

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ اور جس نے انکار کیا ایمان کا فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ پس تحقیق ضائع ہوگیا عمل اس کا یعنی اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی تو اجازت ہے مگر ایمان نہ ضائع کر دینا یہاں کچھ لوگ بڑے دیندار اور نیک ہوتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے روزے بھی رکھتے تھے میموں کے ساتھ شادیاں کیں۔ نہ نماز رہی، نہ روزہ۔

بھائی! دنیا میں کتنی دیر رہنا ہے موت تو سر پر کھڑی ہے۔ اس حادثاتی دور میں زندگی پر کچھ بھی یقین نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا خواہشات کی وجہ سے ایمان نہ ضائع کرو جس نے ایمان ضائع کر دیا۔ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے نقصان سے محفوظ فرمائے .... (آمین)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

لفظی ترجمہ :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا قُمْتُمْ جس وقت کھڑے ہو تم اِلَى الصَّلٰوةِ نماز کی طرف فَاغْسِلُوْا پس دھولو وُجُوْهَكُمْ

اپنے چہروں کو وَاَیۡدِیَکُمۡ اور اپنے ہاتھوں کو اِلَی الۡمَرَافِقِ کہنیوں تک

وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ اور مسح کرو اپنے سروں کا وَاَرۡجُلَکُمۡ اور اپنے پاؤں

دھولو اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ٹخنوں سمیت وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا اور اگر ہو تم جنابت کی

حالت میں فَاطَّهَّرُوۡا تو اچھی طرح طہارت حاصل کرو وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰٓی

اور اگر ہو تم بیمار اَوۡعَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو اَوۡجَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ یا آئے تم میں

سے کوئی مِّنَ الۡغَآئِطِ قضائے حاجت سے اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ یا تم نے

ہمبستری کی ہو عورتوں سے فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی فَتَیَمَّمُوۡا

پس تم تیمّم کرو صَعِیۡدًا طَیِّبًا پاک مٹی سے فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ پس مسح

کرو تم اپنے چہروں کا وَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ اور اپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے مَایُرِیۡدُ

اللّٰهُ نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ تاکہ کرے تم پر مِّنۡ حَرَجٍ

کوئی تنگی وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ اور لیکن ارادہ کرتا ہے لِیُطَهِّرَکُمۡ تاکہ وہ تمہیں پاک

کردے وَلِیُتِمَّ اور تاکہ پوری کردے نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکُمۡ اپنی نعمت تم پر لَعَلَّکُمۡ

تَشۡکُرُوۡنَ تاکہ تم شکر ادا کرو وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی

نعمت عَلَیۡکُمۡ جو تم پر ہوئی وَمِیۡثَاقَهُ اور اس کا وعدہ الَّذِیۡ وہ وَاثَقَکُمۡ بِهٖۤ

جو اس نے تم سے لیا اِذۡقُلۡتُمۡ جب تم نے کہا سَمِعۡنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعۡنَا اور

ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ

تعالیٰ عَلِیۡمٌ جانتا ہے ۔ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ دلوں کے راز۔

ربط آیات :

طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی ۔ طہارت باطنی ہے روح کا پاک ہونا اور روح پاک ہوتا ہے ایمان سے، توحید سے، صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ باطنی طہارت حاصل ہوگئی ۔ ایمان ،توحید کے بغیر باطنی طہارت حاصل نہیں ہوتی مشرک اگر سات سمندروں میں بھی غسل کرے پاک نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ پختہ بات ہے کہ مشرک پلید ہے ۔

اور باطنی طہارت کے بغیر اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے کوئی نماز پڑھے روزہ رکھے، صدقہ خیرات کرے جتنا اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کرے اکارت ہے ۔ اس سے پہلے اس کا ذکر تھا وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ اور جو انکار کرے گا ایمان کا پس تحقیق اس کا عمل ضائع ہوگیا ۔

ظاہری طہارت کا بیان :

اور اب ظاہری طہارت کا ذکر ہے ۔ ظاہری طہارت حاصل ہوتی ہے غسل سے، وضو سے، تیمم سے اور کچھ اعمال ایسے ہیں جو ظاہری طہارت پر موقوف ہیں لہٰذا ظاہری طہارت کو بیان فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے............

وضو کے فرائض اور حکم :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ جس وقت کھڑے ہو تم نماز کی طرف یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ

پس دھولو اپنے چہروں کو وضو کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے چہرے کا دھونا اور چہرے کی حد ہے پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک اتنے حصے پر پانی کا بہانا فرض ہے۔ آنکھ کا باہر کا کونا دھونا بھی ضروری ہے، خشک نہ رہے اور اندر کا کونا دھونا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ آنکھیں بند کر کے چہرے پر چھینٹے مارتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ اندر کا کونا تر نہ ہو اگر ایسا ہوا تو وضو نہیں ہوگا۔

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ کہنی کی ہڈی کا دھونا فرض ہے۔ اگر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھیں کہ اگر ہاتھ پر رنگ روغن یا کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے پانی جلد تک نہیں پہنچتا تو اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر پانی جلد تک نہ پہنچا تو وضوء نہیں ہوگا اسی طرح عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں اس سے ناخنوں پر لیپ ہو جاتا ہے اور پانی نیچے نہیں جاتا۔ لہٰذا نہ وضو ہوا اور نہ غسل ہوا۔ نماز پڑھنے کے باوجود نہ ہوئی اور بغیر وضو کے سجدہ ہوا۔

وضو سے متعلق چند مسائل :

اگرچہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے مگر فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ایک بہت بڑی تعداد کا نظریہ یہ ہے کہ بغیر وضو کے سجدہ کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بلکہ پہاڑ سے بھی بڑا مسئلہ ہے اور نکاح نہ بھی ٹوٹے اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز نہیں ہوتی پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ بوڑھی بوڑھی عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتی ہیں جو میری ماں کی عمر کی ہوتی ہیں انہوں نے بھی ناخن پالش لگائی ہوتی ہے۔ پوچھتا ہوں تو کہتی ہیں کہ پوتی نے لگا دی ہے لَا حَوْلَ وَلَا

قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

بھائی! بچیوں کا لگانا تو سمجھ میں آتا ہے نانی دادی کا لگانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ دین کی اہمیت ہی نہیں ہے نماز کی اہمیت نہیں ہے وضو، غسل کی اہمیت نہیں ہے۔ اگر فکر ہو کہ میں نے نماز پڑھنی ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہے تو ان چیزوں کا احساس بھی ہو۔ آج کل ایک خاص قسم کی مہندی آئی ہے اس کا مکمل تجربہ تو نہیں کیا لیکن شبہ ہے کہ اس کا بھی لیپ ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ بھی نہیں لگانی چاہیے۔ باقی عام مہندی عورتوں کے لئے سنت ہے۔ اس سے ناخن پر لیپ نہیں ہوتا صرف ناخن کی رنگت بدلتی ہے اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ لمبے ناخنوں کے نیچے میل کچیل جمع ہو جاتی ہے وضو غسل کے وقت وہ جگہ نیچے سے خشک رہ جاتی ہے جبکہ وضو اور غسل میں اس کا گیلا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ناخن لمبے نہیں ہونے چاہییں۔

اس لئے فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حدیث پاک کی روشنی میں کہا ہے کہ ہفتے میں ایک دفعہ ناخنوں کا کاٹنا مستحب ہے ہاتھوں کے بھی اور پاؤں کے بھی اگر کسی نے انگوٹھی پہنی ہوئی ہے تو وضو کے وقت اس کو اتار دیں تاکہ اس کے نیچے کی جگہ خشک نہ رہے ہاں اگر اتنی کھلی ہے کہ اس کے نیچے پانی پھر جائے تو نہ اتاریں۔ بعض گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے چین کے نیچے پانی نہیں جاتا ان کو اتار کر وضو کریں یا چین کے نیچے پانی پہنچائیں اور بہائیں صرف مسح نہیں کرنا بلکہ اس جگہ پانی چلانا ہے۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں اور گھروں میں بیان کریں۔ اپنی عورتوں کو بیٹیوں کو بہوؤں کو، بہنوں کو سمجھاؤ۔ عورتیں دین سے بہت غافل ہیں ان کو احساس دلاؤ۔

اور تیسرا فرض ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ اور مسح کرو اپنے سروں کا۔ چوتھائی

حصے کا مسح کرنا فرض ہے اور سارے سر کا مسح کرنا مستحب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس طرح مسح کرتے تھے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے لے جاتے پھر پیچھے سے واپس آگے لے آتے اور دوپٹہ ٹوپی اور رومال اتار کر مسح کرنا ہے۔ کیونکہ مسح سر کا کرنا ہے نہ کہ ٹوپی رومال کا۔

وضو میں بے احتیاطی پر وعید :

اور چوتھا فرض ہے وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور اپنے پاؤں دھولو ٹخنوں سمیت وَاَرْجُلَكُمْ کا عطف ہے وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ پر یعنی جس طرح چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا اس نے وضو کیا مگر اس کی ایڑی تھوڑی سی خشک رہ گئی۔ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ آپ ﷺ نے اس کو بلند آواز سے فرمایا ''یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی'' یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی، یہ ایڑیاں جو خشک رہ گئی ہیں دوزخ میں لے جائیں گی۔ تین مرتبہ فرمایا روایت بخاری شریف کی ہے۔ تو یہ چار فرض ہیں وضو میں باقی کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا، پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا، مسواک کرنا، قبلہ رو ہو کر وضو کرنا اس کے علاوہ اور کئی چیزیں ہیں بعض ان میں سنت ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

غسل جنابت کے فرائض اور احتیاطاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا :

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا اور اگر ہو تم جنابت کی حالت میں فَاطَّهَّرُوْا تو اچھی طرح طہارت حاصل کرو غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور اسی طرح پورے جسم پر پانی بہانا بھی فرض۔ یہ تین فرض ہیں غسل کے آنحضرت ﷺ نے

فرمایا اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ بے شک ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پٹے رکھے ہوئے تھے ایک دن تشریف لائے تو سر منڈوایا ہوا تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت آپ نے سر منڈوالیا ہے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ بے شک ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے۔ اور میرے بال گھنے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ضروری غسل میں پانی نیچے نہ پہنچے اس خوف سے میں نے سر منڈوالیا ہے۔ تو جنابت کی صورت میں کمالِ طہارت کرنی ہے کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

تیمّم کی اجازت اور صحت کے شرائط :

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اور اگر ہو تم بیمار۔ لیکن بیماری سے کیسی بیماری مراد ہے۔ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ بیماری کی نوعیت ایسی ہو کہ پانی کے استعمال سے جان کا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ لیکن اس کا فیصلہ کون کرے گا یا تو آدمی خود فیصلہ کرے۔ کیونکہ خود اپنا نفس بھی مفتی ہے اس کو فقہاء کرام رحمہم اللہ رائے مبتلیٰ بہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز میں مبتلیٰ ہے اس کی رائے کا بھی اعتبار ہے۔ ایک آدمی بیمار ہے اور وہ خود سمجھتا ہے کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا یا پانی نہیں استعمال کر سکتا تو اس کو کسی مفتی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اتنی بات ذہن میں رکھ کر فیصلہ کرے کہ کل جب میں رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوں گا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ فلاں روزہ تو نے کیوں نہیں رکھا تھا؟ یا فلاں وقت تو نے وضو کی جگہ تیمم کیوں کیا تھا؟۔ یا تو نے بیٹھ کر نماز کیوں پڑھی تھی؟ اگر یہ عذر میں نے بیان کیا تو سرخرو ہو جاؤں گا کہ پروردگار تو جانتا ہے کہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا یا میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا یا وضو کرتا تو مر جانے کا

خطرہ تھا یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ میرے عذر کو قبول فرمالیں گے تو ایسی صورت میں اپنی رائے کا بھی اعتبار ہے۔

عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے کہ سارے کام کریں گی کہ سودا سلف بھی دوکان سے لے آئیں گی مگر نماز بیٹھ کر پڑھیں گی۔ ہمارے گھر میں بھی دور دراز سے عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لئے اور دم درود کے لئے آتی ہیں۔ اور نماز بیٹھ کے پڑھنے لگ جاتی ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہاں سے آئی ہے؟ فلاں قصبہ سے آئی ہوں، کچھ سامان بازار سے خریدنا تھا اور آپ سے بھی کام تھا۔ اے اللہ کی بندی سارا بازار تو پھر کر آئی ہے اور نماز بیٹھ کر پڑھتی ہے۔ یاد رکھنا! **قیام نماز میں فرض ہے۔** اور فرض کے چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ہاں اس وقت ہو جائے گی جب کھڑے ہو کر پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو ایسا مریض کہ خود اس کی طبیعت فیصلہ کرے کہ میں غسل نہیں کر سکتا وضو نہیں کر سکتا۔ تو اس کو تیمّم کی اجازت ہے۔ یا حکیم اور ڈاکٹر پانی کے استعمال سے منع کریں لیکن حکیم ڈاکٹر کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو حکیم ڈاکٹر کی بات حجت نہیں ہوگی۔

1...... وہ حکیم یا ڈاکٹر مسلمان ہو اس لئے کہ دینی مسائل میں غیر مسلم کی بات حجت نہیں ہے۔ وضو، غسل، نماز، روزہ دین میں ان کے متعلق کافر کہے کہ چھوڑ دو ہرگز نہیں چھوڑنا۔

2...... حکیم یا ڈاکٹر نماز، روزے کا پابند ہو، فاسق، فاجر نہ ہو کیونکہ جو خود نہیں پڑھتا اس کی بات حجت نہیں ہو سکتی۔

3...... حکیم، ڈاکٹر مستند ہوں اور اپنے فن میں ماہر ہوں۔ محض شیشیاں اکٹھی

کر کے بیٹھنے والے نہ ہوں۔تو جس ڈاکٹر اور حکیم میں یہ شرطیں پائی جائیں اس کی بات حجت ہے۔

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو۔اور دورانِ سفر پانی میسر نہ ہو۔میسر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی تمہارے سے ایک میل دور ہو تو تمہیں وضوء اور غسل کی جگہ تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یا آئے تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے۔یعنی چھوٹا، بڑا پیشاب کیا ہے۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا تم نے ہمبستری کی ہو عورتوں سے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً پس نہ پاؤ تم پانی۔

طریقہ تیمّم :

فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا پس تم تیمّم کرو پاک مٹی سے۔تیمّم کا لفظی معنٰی ہے ارادہ کرنا۔لہٰذا تیمّم کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر جھاڑ لے۔تاکہ گرد وغبار نہ لگے۔کیونکہ مقصد گرد وغبار لگانا نہیں ہے۔ دو ہاتھ منہ پر پھیرے اچھی طرح جہاں جہاں تک چہرہ پانی سے دھونا ہے وہاں، وہاں تک ہاتھ پھیرے۔دوبارہ پھر ہاتھ زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اچھی طرح پھیرے۔گھڑی انگوٹھی وغیرہ اتار دے۔کیونکہ اگر ان کے اوپر ہاتھ پھیرے گا تو تیمّم نہیں ہوگا۔انگلیوں کے درمیان ناخنوں کے اوپر غرضیکہ کوئی جگہ ایسی نہ رہے کہ جہاں ہاتھ نہ پھرے۔بس یہی تیمّم وضو کا ہے اور یہی غسل کا ہے۔یعنی تیمّم کے تین رکن ہیں......

تیمّم کے تین رکن :

1......نیت کرنا۔ 2......منہ پر ہاتھ پھیرنا اور 3...... ہاتھوں پر ہاتھ پھیرنا۔

تیمّم کن چیزوں سے جائز اور کن سے ناجائز :

تیمّم میں سر کا مسح ہے نہ پاؤں کا مسح ہے۔ تیمّم مٹی اور مٹی کی جنس کی جو چیزیں ہیں مثلاً ریت، اینٹ (پکی ہو یا کچی) سے کر سکتے ہیں پتھر کپڑا اور کاغذ سے نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ان پر گرد و غبار پڑا ہو تو اس سے کر سکتے ہیں۔ البتہ مسجد کی دیوار اور فرش سے تیمّم کرنا فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مکروہ فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آدمی جس پانی سے وضو کرتا ہے اس میں گناہ جھڑتے ہیں۔ حدیث مسلم اور ترمذی شریف کی ہے کہ پانی کے ساتھ گناہ جھڑتے ہیں اور تیمّم وضو کا خلیفہ ہے تو جہاں تیمّم کرو گے وہاں گناہ جھڑیں گے تو مسجد کی دیوار اور فرش سے تیمّم نہیں کرنا چاہیے کہ وہاں گناہ نہ جھڑیں۔ مٹی کے متعلق بھی ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ زمین پر اگر کسی نے پیشاب کیا ہے تو خشک ہونے کے ساتھ زمین پاک ہو جاتی ہے مگر اس جگہ سے تیمّم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ صَعِیْدًا کے ساتھ طَیِّبًا کی قید ہے کہ پاک صاف ہو تو پیشاب کے خشک ہونے سے پاک تو ہو گئی مگر صاف نہیں ہے۔ فرمایا..........

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ پس مسح کرو تم اپنے چہروں کا وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ اور اپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے (جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے)۔ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ تاکہ کرے تم پر کوئی تنگی وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ اور لیکن وہ ارادہ کرتا ہے تاکہ تمہیں پاک کر دے وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ اور تاکہ پوری کر دے اپنی نعمت تم پر۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے

آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے نرمی فرمائی۔ پہلی امتوں میں تیمّم کی اجازت نہیں تھی۔ اس امت کو تیمّم کی اجازت دے دی ان لوگوں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ اس امت کے لئے مالِ غنیمت بھی حلال فرما دیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم شکر ادا کرو رب تعالیٰ کا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت جو تم پر ہوئی کہ اس نے تمہیں ایمان اور دین کی دولت عطاء فرمائی کہ اس سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ نرم شریعت عطا فرمائی۔ پہلے لوگوں کے لئے غسل جنابت سات مرتبہ ہوتا تھا یعنی اگر کوئی شخص جنبی ہو جاتا تو اس کے لئے ضروری تھا کہ سات مرتبہ غسل کرے اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ کپڑے پر اگر پیشاب شراب یا کوئی اور گندگی لگ جاتی تو گندگی والی جگہ سے کاٹنا پڑتا تھا۔ ورنہ پاک ہی نہیں ہوتا تھا۔ تو دیکھو گرم کپڑے کتنے قیمتی ہوتے ہیں اگر انہیں جگہ جگہ سے کاٹ دیا جائے تو پیچھے کیا رہ گیا اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ بھی انعام فرمایا کہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

انعام خداوندی اور میثاق کا ذکر :

وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهٖ اور اس کا وہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا کیونکہ جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے کہ اے پروردگار میں تیرے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانتا اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے سوا کسی کو رسول نہیں مانتا۔ اے پروردگار! میں تیرے احکامات کی اس طرح اطاعت کروں گا جس طرح تیرا رسول فرمائے گا۔ تو فرمایا اس وعدے کو یاد کرو اور اس پر عمل کرو۔

اِذْقُلْتُمْ جب تم نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ جانتا ہے دلوں کے راز۔ظاہر، باطن سب اس کے سامنے ہے اگر عہد شکنی کرو گے تو اس کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو كُوْنُوْا ہو جاؤ قَوَّامِيْنَ پابندی کے ساتھ قائم رہنے والے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لئے شُهَدَآءَ گواہی دینے والے بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ اور نہ برانگیختہ کرے تمہیں شَنَاٰنُ قَوْمٍ کسی قوم کا بغض عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اس بات پر کہ

تم عدل نہ کرو اِعۡدِلُوۡا عدل کرو ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی وہ زیادہ قریب ہے تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ خَبِیۡرٌ خبر رکھنے والا ہے بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ ان کی بخشش ہوگی وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ اور اجر ہوگا بڑا وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ وہ لوگ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ شعلہ مارنے والی آگ کے ساتھی ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَیۡکُمۡ جو تم پر ہوئی اِذۡ ھَمَّ قَوۡمٌ جب قصد کیا ایک قوم نے اَنۡ یَّبۡسُطُوۡٓا اِلَیۡکُمۡ اس بات کا کہ وہ بڑھائیں تمہاری طرف اَیۡدِیَھُمۡ اپنے ہاتھ فَکَفَّ اَیۡدِیَھُمۡ عَنۡکُمۡ پس روک دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَعَلَی اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ پس چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔

گواہی میں انصاف کا حکم :

دنیا میں جو کام مشکل ہیں ان میں سے ایک حق کی گواہی دینا بھی ہے حق کی گواہی ہر زمانے ہی میں مشکل رہی ہے خصوصاً اس زمانے میں کہ جان کا خطرہ، عزت کا خطرہ

ہمیشہ کی دشمنی مول لینی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے زوردار الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں گواہی کا حکم دیا ہے۔ فرمایا..........

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مومنوں کو خطاب ہے کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ ہو جاؤ پابندی کے ساتھ قائم رہنے والے لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھو۔ شُھَدَآءَ گواہی دینے والے۔ بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ۔ جب گواہی دو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دو اور انصاف کے مطابق دو اور اس پر قائم بھی رہو کہ جو تمہاری آنکھوں نے دیکھا ہے اور تمہارے کانوں نے سنا ہے اس کو بیان کر دو اور جو چیزیں گواہی میں اہم ہیں ان میں سے کوئی رہ نہ جائے جس شخص کے حق میں گواہی دے رہے ہو نہ تو اس کے فائدے کو سامنے رکھو اور نہ جس کے خلاف دے رہے ہو اس کے نقصان کی پرواہ کرو۔ تمہارے سامنے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے۔ بڑے گناہوں میں سے جھوٹی گواہی بھی ہے۔

چند کبائر گناہوں کا بیان :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ بڑے گناہ بیان فرما رہے تھے۔ سوال کیا گیا حضرت! بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟۔ فرمایا سب سے بڑا گناہ ہے اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ پھر فرمایا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ الْمُسْلِمِیْنِ مسلمان والدین کی مخالفت کرنا ان کو قولاً فعلاً تکلیف پہنچانا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا۔ پہلے آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بار، بار فرمایا وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ بڑے گناہوں میں سے جھوٹی گواہی کا دینا بھی ہے۔

دشمن کے متعلق بھی عدل کا حکم :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اور ہرگز نہ برانگیختہ کرے تمہیں کسی قوم کا بغض عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو اِعْدِلُوْا عدل کرو تم هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وہ زیادہ قریب ہے تقویٰ کے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو۔ یعنی معاملہ تمہارا اس ذات کے ساتھ ہے جس سے کوئی شئی مخفی نہیں ہے پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کریں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور جو تسلیم نہیں کریں گے ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کا ذکر ہے۔ فرمایا......

اللہ تعالیٰ کا مومنین سے مغفرت کا وعدہ :

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے۔ کیا وعدہ ہے، فرمایا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کی بخشش ہوگی وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اجر ہوگا بڑا۔ یاد رکھنا! جنت کی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

کفار کا انجام :

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کوتسلیم نہیں کیا۔ وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ چاہے زبان سے جھٹلایا یا عمل سے جھٹلایا۔ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ وہ لوگ شعلہ مارنے والی آگ کے ساتھی ہیں۔ دنیا کی آگ میں لوہے تک تمام دھاتیں پگھل جاتی ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر/۶۹ گنا تیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دوزخ کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی حرارت اور تیزی نے مجھے کھالیا ہے یعنی ایک طبقے اور دوسرے طبقے میں اتنا فرق ہے کہ اس نے شکوہ کیا کہ دوسرا مجھ پر غالب آگیا ہے۔ اسی طرح زمہریر ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک ہے اس نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اس کی ٹھنڈک مجھ پر غالب آگئی ہے۔ رب تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا کہ ایک ایک سانس لے لو۔ یہ دنیا میں جو سخت گرمی ہوتی ہے اس سانس کا نتیجہ ہے اور جو سخت سردی ہوتی ہے اس سانس کا نتیجہ ہے۔ جب کہ ایسے سرد علاقے ہیں کہ وہاں آدمی کا خون منجمد ہو جاتا ہے اور گاڑیوں میں پٹرول جم جاتا ہے چل نہیں سکتیں۔ اور گرمی تم خود جانتے ہو کتنی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اور ٹھنڈک سے پناہ میں رکھے۔ فرمایا..........

نِعَمِ خداوندی کا بیان :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں

ہیں۔ بدنی اعتبار سے، مالی اعتبار سے، اولاد کے اعتبار سے، عزت کے اعتبار سے، صحت کے اعتبار سے، ایمان وعمل کے اعتبار سے، ظاہری طور پر، باطنی طور پر، روحانی طور پر، جسمانی طور پر جو رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے۔

اِذْهَمَّ قَوْمٌ جب قصد کیا ایک قوم نے اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ اس بات کا کہ وہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ۔ مکہ مکرمہ میں ایک مقام تھا ''خیف'' بنوکنانہ کا وہاں ایک بہت بڑا دار تھا جہاں جمع ہوکر یہ مشورہ کرتے تھے۔ ایک دن اس میں اکٹھے ہوئے اور مشورہ کیا کہ مسلمان دن بدن بڑھتے جارہے ہیں ان کے متعلق کچھ سوچو۔ تمام قبیلوں کے سردار جمع تھے بعض نے مشورہ دیا کہ رشتہ داریوں کو بالائے طاق رکھ کر (کیونکہ بعض تمہارے رشتہ دار ہیں اور بعض ہمارے رشتہ دار ہیں) پورے عزم کے ساتھ ان کا صفایا کردیا جائے۔ یہی اس کا حل ہے۔ جو جذباتی تھے انہوں نے اس کی تائید کی کہ ٹھیک ہے۔ ہمارا بھائی ہو، باپ ہو، بیٹا ہو، بہن ہو اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ کچھ دوسرے حضرات نے کہا کہ اس میں تمہاری بدنامی ہوگی اور حرم میں قتل کرنا بھی سنگین جرم ہے۔ لہٰذا فی الحال اس کام کو چھوڑو۔ انہوں نے منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے............

فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ پس روک دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے۔ پھر مشورہ یہ طے پایا کہ اَنْ لَّا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُبَايِعُوْهُمْ نہ ان کے ساتھ نکاح کرو نہ خرید و فروخت۔ یعنی بائیکاٹ کرو نہ ان سے کوئی رشتہ داری کرے نہ ان سے کوئی چیز خریدے نہ ان کے آگے کوئی چیز بیچے۔ چنانچہ مسلمانوں کے بچے، بچیاں جب دوکان پر کوئی چیز لینے جاتے تو کہتے۔ چلے جاؤ اگر کوئی چیز بیچنی ہوتی تو لیتا کوئی نہیں تھا۔ یہ حالات بھی مسلمانوں پر گزرے۔

۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہنے لگے حضرت میں جھنڈا کہاں گاڑوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "خیف بنو کنانہ میں اس جگہ گاڑو جہاں کافروں نے ہمارے خلاف بائیکاٹ کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو اور معلوم ہو کہ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ یہ دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں" رب تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اس نعمت کا ذکر کر کے فرمایا............

تقویٰ کا حکم :۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت، مجلس میں، تنہائی میں، رات کو، دن کو، ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف تمہارے ذہنوں میں رہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی پس چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے۔ اور اسی پر اعتماد کریں۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ج وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ط وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۞ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ج يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ لا وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ج وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۞

لفظی ترجمہ :

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ اور البتہ تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اور مقرر کیے ہم نے ان

میں سے اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا بارہ لیڈر وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ البتہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ اور دیتے رہے تم زکوٰۃ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ اور ان کی تم تعظیم کرتے رہے وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ اور قرض دیتے رہے تم اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض اچھا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ البتہ ضرور مٹادوں گا میں تم سے سَیِّاٰتِکُمْ تمہاری خطائیں وَلَاُدْخِلَنَّکُمْ اور البتہ ضرور میں داخل کروں گا تمہیں جَنّٰتٍ ان باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں فَمَنْ کَفَرَ پس جس نے انکار کیا بَعْدَ ذٰلِکَ اس وعدے کے بعد مِنْکُمْ تم میں سے فَقَدْ ضَلَّ پس تحقیق وہ گمراہ ہوگیا سَوَآءَ السَّبِیْلِ سیدھے راستہ سے فَبِمَا نَقْضِھِمْ پس بوجہ ان کے توڑ دینے کے مِّیْثَاقَھُمْ اپنے وعدے کو لَعَنّٰھُمْ ہم نے ان پر لعنت کی وَجَعَلْنَا قُلُوْبَھُمْ قٰسِیَۃً اور کردیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ تحریف کرتے ہیں کلمات میں عَنْ مَّوَاضِعِہٖ ان کی جگہوں سے پھیر کر وَنَسُوْا حَظًّا اور بھلا دیا انہوں نے حصہ مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ اس میں سے جو ان کو یاددہانی کے لئے دیا گیا تھا وَلَا تَزَالُ اور ہمیشہ رہیں گے آپ تَطَّلِعُ مطلع ہوتے عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْھُمْ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْھُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے فَاعْفُ عَنْھُمْ پس آپ ﷺ

معاف کردیں ان کو وَاصۡفَحۡ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

ربط آیات :

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو ایفائے عہد کی تلقین کی گئی۔ اب بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا اس کا ذکر ہے۔

اسرائیل کا معنی اور وجہ تسمیہ :

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے اسراء کے معنی عبد اور ایل کا معنی اللہ ہے اس طرح اسرائیل کا معنی ''عبداللہ'' ہوا۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ تو بنی اسرائیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......

میثاق اور وعدہ میں فرق :

وَلَقَدۡ اَخَذَ اللّٰہُ اور البتہ تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡلَ پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے۔ ایک مطلق وعدہ ہوتا ہے اور ایک میثاق ہوتا ہے۔ میثاق کا معنی ہے پختہ وعدہ (وہ وعدہ آگے آرہا ہے)۔

وَبَعَثۡنَا مِنۡہُمُ اور مقرر کیے ہم نے ان میں سے اثۡنَیۡ عَشَرَ نَقِیۡبًا بارہ لیڈر۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے مستقل بارہ خاندان بن گئے۔ ہر خاندان کا نظم و نسق چلانے کے لئے ایک لیڈر اور سربراہ تھا۔ چھوٹی موٹی باتیں وہ خود طے کر دیتا تھا اگر

کوئی بڑی بات ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیتا تھا کہ یہ ان کا معاملہ ہے اس کا فیصلہ موسیٰ علیہ السلام فرما دیتے۔ یہودی ذہین بھی ہیں اور ضدی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو میثاق لیا تھا اس کا ذکر ہے.........

اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہونے کا مطلب :

وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ساتھ ہونے کا ایک معنی یہ ہے کہ میری رضا اور خوشنودی تمہارے شامل حال ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر تمہارے ساتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح قرآن پاک میں آتا ہے۔ ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی''. (پارہ : ۱۶۔ طٰہٰ : ۵)۔ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں آتا ہے ''وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ''. (پارہ : ۲۷)۔ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد''. (سورۃ ق)۔ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ''ورید'' اس رگ کو کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ اس کو رگِ جاں بھی کہتے ہیں کہ وہ کٹ جائے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ مگر جو اس کی شان کے لائق ہے اس طرح قریب ہے۔ تو رب تعالیٰ کے متعلق صرف یہ اعتقاد نہیں رکھنا کہ وہ عرش پر قائم ہے بلکہ جس طرح وہ عرش پر قائم ہے اسی طرح ہر جگہ موجود ہے مگر خود نظر نہیں آتا۔ اس کی قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ تو فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اعمالِ حسنہ کا بیان :

لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوةَ البتہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا حکم تمام امتوں کو تھا۔ یعنی نماز ہر امت پر فرض رہی ہے کسی پر کم کسی پر زیادہ۔ اور جن لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے نااہل فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے "فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ". (مریم)۔ پھر ان کے بعد نالائق ان کے جانشین ہوئے۔ "اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ". جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مجھے امت سے نماز سے بے پرواہی کا زیادہ خطرہ ہے"۔ بعض لوگ اس امید پر نماز سے بے پرواہی برتتے ہیں کہ توبہ کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلیٰ ہیں۔ میں یہ مسئلہ متعدد مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ تمام فقہاء اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم اس بات پر متفق ہیں کہ مرد عورت بالغ ہو جائے اور انکے ذمہ ایک نماز یا ایک روزہ بھی ہو تو کروڑ مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معافی نہیں ہوگی جب تک اس کو قضاء نہیں کرے گا"۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ اگر تم نماز قائم کرتے رہے۔

وَاٰتَيۡتُمُ الزَّكٰوةَ اور دیتے رہے تم زکوٰۃ۔ جس طرح نماز بدنی عبادت میں سب سے اعلیٰ ہے اسی طرح زکوٰۃ مالی عبادت میں سب سے اعلیٰ ہے۔ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِىۡ اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر۔ لیکن یہ ایسے ظالم تھے کہ ایمان لانے کی بجائے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ قرآن پاک میں تصریح ہے۔ "يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ". انہوں نے نبیوں کو قتل کیا۔ ایک علاقے میں مختلف قومیں آباد تھیں جن کی طرف بھیجے گئے تینتالیس پیغمبروں کو ان ظالموں نے ایک ہی دن میں شہید کر دیا۔

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اوران (پیغمبروں) کی تم تعظیم کرتے رہے۔انہوں نے بجائے تعظیم اورتوقیر کرنے کے ان کوقتل کیا۔حضرت یحیٰ علیہ السلام کوشہید کیا۔حضرت زکریا علیہ السلام کوشہید کیا۔حضرت شعیا علیہ السلام کوشہید کیااور بے شمار پیغمبرشہید کیے۔

اللہ کوقرض دینے کا مطلب :

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اورقرض دیتے رہے تم اللہ تعالیٰ کوقرض اچھا۔ اللہ تعالیٰ کوقرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم پر غریبوں، مسکینوں، ضرورت مندوں پرخرچ کروتو تم نے اللہ تعالیٰ کوقرض دیا اس کوقرض سے تشبیہ دے کر یہ بات سمجھائی ہے کہ جس طرح قرض کی رقم واپس ملنی ہوتی ہے اسی طرح یہ پیسہ بھی تمہیں واپس ملے گا۔بلکہ ایک کے بدلے دس گنا ملے گا،سات سوگنا ملے گا۔ ”وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ“. اوراللہ تعالیٰ بڑھائے گاجس کے لئے چاہے گا۔تواس میں تشبیہ دی گئی ہے واپسی کے اعتبار سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قرض وہ لیتاہے جوغریب اورفقیر ہوتاہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہاہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ غریب ہوگیاہے جس طرح یہودیوں نے کہاتھا ”اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ“. بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہےاورہم مالدار ہیں کہ وہ ہم سے قرض مانگتاہے۔حالانکہ تشبیہ کسی خاص چیز کے اندر ہوتی ہے۔جس طرح ہم کہتے ہیں، زید شیر ہے۔اس کا مطلب ہے زید بہادر ہے۔تو بہادری میں تشبیہ ہے۔یہ معنی تونہیں ہے کہ شیر کی طرح اس کی چارٹانگیں ہیں۔دُم ہے،اسی طرح کے کان ہیں،گردن پر بال ہیں اورمنہ سے بوآتی ہے۔بلکہ صرف بہادری میں تشبیہ ہے۔یا جس طرح بے وقوف آدمی کوکوئی کہے کہ گدھاہےتو گدھے کے ساتھ مشابہت حماقت میں ہوگی نہ کہ گدھے کی طرح کی چارٹانگیں ہوں،دُم ہو،چوڑی پیٹھ ہو۔تو معاہدہ تو یہ تھا

کہ تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے۔ لیکن ان شیطانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہو گیا ہے کہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کہا کہ اگر تم نے نماز کو قائم کیا، زکوٰۃ دیتے، پیغمبروں پر ایمان لاتے، ان کی عزت اور توقیر کرتے، اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے کہ صدقہ خیرات کرتے رہتے تو ....

اعمالِ حسنہ اور سیئہ کا بدلہ :

لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ البتہ ضرور مٹادوں گا میں تم سے تمہاری خطائیں۔ اور کیا کروں گا وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور البتہ ضرور میں داخل کروں گا تمہیں ان باغوں میں بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ پس جس نے انکار کیا اس وعدے کے بعد تم میں سے۔ یعنی نہ نماز وں کی پابندی کی، نہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی پابندی کی، نہ پیغمبروں پر ایمان لائے الٹا ان کو شہید کیا ان کی عزت نہ کی بلکہ توہین کی اللہ تعالیٰ کے حکم پر خرچ کرنے کی بجائے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہو گیا ہے کہ ہم سے مانگتا ہے۔ غرضیکہ کسی ایک چیز کی بھی قدر نہ کی۔

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ گمراہ ہو گیا سیدھے راستہ سے۔ چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے عہد کو توڑ دیا۔ عہد کے توڑنے کی وجہ سے ان کو جو سزا دی گئی آگے اس کا ذکر ہے۔

میثاق شکنی پر سزا :

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ پس بوجہ ان کے توڑ دینے اپنے وعدے کو لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان پر لعنت کی۔ وہ لعنت اس طرح ہوئی کہ "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ"۔ (پارہ : ٦/ رکوع ١٣)۔ اور بنا دیئے ان میں سے بندر اور خنزیر،

نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا اور بوڑھوں کو خنزیر کی شکل میں۔ تفسیروں میں مذکور ہے کہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر اب رونا اور افسوس کرنا کس کام کا

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

وہ تین دن کے بعد ختم ہو گئے ان سے آگے نسل نہیں چلی۔ فرمایا.........

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل کا حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا :

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔ اللہ کرے کسی کا دل سخت نہ ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے "اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ اِلَى اللهِ تَعَالٰى الْقَلْبُ الْقَاسِيْ". اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سخت دل ہوتا ہے۔ جتنا دل سخت ہوگا اتنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا۔ اور جتنا نرم ہوگا اتنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوگا اس سخت دل کا نتیجہ تھا کہ آخری پیغمبر کو نشانیوں اور علامتوں سے پہچاننے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ قرآن پاک میں آتا ہے "يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ". وہ آخری پیغمبر کو بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ اور ابھی آپ ﷺ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ یہ لوگ آپ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! ہمیں آخری پیغمبر کے وسیلے سے فتح عطا فرما۔ "فَلَمَّا جَآءَهُمْ". پس جب وہ تشریف لے آئے "كَفَرُوْا بِهٖ". انکار کر گئے یہ ان کی سخت دلی کا نتیجہ تھا۔

احکام خداوندی میں یہود کا تحریف کرنا :

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ تحریف کرتے ہیں کلمات میں ان کی جگہوں

سے پھیر کر۔ لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی تحریف بھی کرتے تھے۔ نہ مطلب کو اپنی جگہ رہنے دیتے نہ لفظوں کو۔

وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ اور بھلا دیا انہوں نے حصہ اس میں سے جو ان کو یاددہانی کے لئے دیا گیا تھا۔ وقتاً فوقتاً پیغمبر آتے رہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے کتابیں اور صحیفے نازل ہوتے رہے جو ان کو احکام خداوندی یاد کراتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی قدر اور پرواہ نہ کی۔ اور خیانتیں کرنے لگے۔ فرمایا.........

وَلَاتَزَالُ تَطَّلِعُ اور ہمیشہ رہیں گے آپ مطلع ہوتے عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر۔ یعنی اے نبی کریم! آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیبر کے علاقے میں ایک اونچے طبقے کے شادی شدہ یہودی نے نیچے طبقے کی ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ کمزور طبقے کے یہودیوں نے شور مچایا، احتجاج کیا کہ ان کو سزا ملنی چاہیے کیونکہ وہ مسئلے کو دبانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم کمزور لوگ ایسا کریں تو قانون حرکت میں آجاتا ہے۔ ان بڑوں کے لئے کیوں نہیں پبلک تو پبلک ہوتی ہے۔ احتجاج سے مجبور ہو کر انہوں نے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں اور ان کی شریعت ہماری شریعت سے نرم ہے۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کروالو تاکہ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں۔ ان کے بڑوں نے بھیجتے وقت یہ بھی کہا کہ اگر وہ رجم کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا اور اگر کوئی نرم سا حکم دیں تو قبول کر لینا۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی آتا ہے کہ احکام خداوندی کو چھپا لیتے ہیں۔ فدک کے علاقہ میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم رہتا تھا جس کا نام تھا ابن صوریا۔ وہ بھی

موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ تم توراۃ سے زنا کا حکم بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کے متعلق تمہیں کیا حکم دیا ہے۔ اس نے توراۃ کو پڑھنا شروع کیا۔ اول اور آخر کا حصہ پڑھا اور درمیان سے کھا گیا۔ مثلاً اس طرح سمجھو کہ یوں پڑھا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو پہلے یہودی تھے، پھر مسلمان ہو گئے۔ اور وہ توراۃ کے عالم تھے کہنے لگے۔ "كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ" حضرت اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ یہ صحیح نہیں پڑھ رہا درمیان سے کھا گیا ہے۔ پھر انہوں نے پورا حکم پڑھ کر سنایا تو وہ بڑا شرمندہ ہوا اور لوگوں میں ذلیل ہو گیا۔ خیانت بھی ظاہر ہو گئی۔ تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے فرمایا سارے اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ جو منصف مزاج تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاف کر دیں ان کو وَاصْفَحْ اور درگزر کریں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔ نیکی کرو احسان کرو اور ان کی خیانتوں کو ظاہر کرو اور اس کے علاوہ کوئی کارروائی نہ کرو۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ ☆ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

لفظی ترجمہ :

وَمِنَ الَّذِيْنَ اوران لوگوں میں سے قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى جنھوں نے کہا بیشک ہم نصاریٰ ہیں اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ہم نے لیا ان سے پختہ عہد فَنَسُوْا حَظًّا پس انہوں نے بھلا دیا حصہ مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ اس چیز سے جس چیز کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ پس ہم نے بھڑکا دی ان کے درمیان الْعَدَاوَةَ عداوت وَالْبَغْضَآءَ اور کینہ اور بغض اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے

دن تک وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا بِمَا
كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس کارروائی کی جو وہ کرتے تھے يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ
کتاب قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول يُبَيِّنُ
لَكُمْ بیان کرتا ہے تمہارے لئے كَثِيْرًا بہت سی چیزیں مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ
وہ چیزیں جو تم چھپاتے تھے مِنَ الْكِتٰبِ کتاب میں سے وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ
اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ تحقیق آچکا ہے
تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ نور اور کتاب روشن
کرنے والی يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مَنِ اتَّبَعَ
اس کو جس نے پیروی کی رِضْوَانَهٗ اس کی رضا کی سُبُلَ السَّلٰمِ سلامتی کے
راستوں کی وَيُخْرِجُهُمْ اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَيَهْدِيْهِمْ اور ان کو
چلاتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صراطِ مستقیم پر۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اہلِ کتاب میں سے یہود کے ساتھ معاہدے کا ذکر تھا کہ اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو گے، پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی عزت اور توقیر کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو میں تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ مگر انہوں نے معاہدے کی پابندی نہ کی اور ملعون ہوئے۔ اب اہلِ کتاب میں سے نصاریٰ کا ذکر ہے۔ فرمایا............

نصاریٰ کی وجہ تسمیہ :

وَمِنَ الَّذِيْنَ اوران لوگوں میں سے قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى جنہوں نے کہا بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔''نصاریٰ'' کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے اس کے متعلق مفسرین کرامؒ نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس محلہ میں ہوئی تھی اس کا نام تھا ناصرہ تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ جس طرح آج کل بھی جگہوں کی طرف نسبت ہوتی ہے جیسے چکڑالوی، قادیانی وغیرہ۔

دوسری اور قوی وجہ یہ ہے کہ ایک موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میری مدد کون کرے گا؟۔ ''قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ'' ان کے جو مخلص ساتھی تھے انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کی مدد کریں گے تو چونکہ انہوں نے نصرت کا وعدہ کیا تھا اس لئے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ تو فرمایا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ......

میثاق کی تفصیل اور عقیدہ تثلیث کا رد/مسیح ابن اللہ کا رد :

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ ہم نے لیا ان سے پختہ وعدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے۔ اس کی شان ہے ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ'' نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ اور بھی کئی وعدے تھے مگر انہوں نے سارے توڑ دیئے۔ خدائی میں شریک بنایا اور کہا کہ ''اقانیم ثلاثہ'' نظامِ کائنات چلا رہے ہیں۔ ''اقانیم'' جمع ہے ''اقنوم'' کی اور ''اقنوم'' کہتے ہیں رکن، حصہ اور جز کو۔ یعنی خدائی

کے تین ارکان ہیں۔

1............ اللہ تعالیٰ کی ذات۔

2............ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

3............ رکن بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام۔

ان تین ارکان کے ذریعے خدائی کا نظام چلتا ہے۔مگر ان کی یہ عجیب منطق ہے جو ہمیں سمجھ نہیں آتی کیونکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور ان کی پیدائش کو آج ۱۹۸۹ سال ہو گئے ہیں۔اور ان کی والدہ ماجدہ ان سے سترہ اٹھارہ سال بڑی تھیں۔اب سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پیدا نہیں ہوئی تھیں اس وقت یہ خدائی نظام چلتا تھا یا بند تھا؟۔کہ سورج طلوع ہوتا تھا،غروب ہوتا تھا،چاند چڑھتا تھا،اترتا تھا،اور یقیناً چل رہا تھا تو ان کی ولادت سے کون سی کمی آ گئی کہ اب ان کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہ خدائی رکن بن گئے۔کیا آسمان بنائے،چاند،سورج،ستارے پیدا فرمائے۔حضرت مریم علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔اب اس ذات میں کون سی کمی آ گئی ہے کہ وہ ان کا محتاج ہو گیا ہے۔پھر جب ان کو کہا جاتا ہے کہ توحید کا کیا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے؟ تو کہتے ہیں کہ "اَلتَّوْحِیْدُ فِی التَّثْلِیْثِ وَالتَّثْلِیْثُ فِی التَّوْحِیْدِ"۔ ایک تین میں اور تین ایک میں۔بڑی عجیب بات ہے کہ ایک کو تین ماننے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ یہ توحید کے خلاف نہیں۔اگر ان کو کہو کہ چار ایک ہوتے ہیں اور ایک کو چار کہتے ہیں یا کہو کہ پانچ ایک ہوتا ہے اور ایک پانچ ہوتا ہے تو کہتے ہیں،نہیں! اس طرح نہیں ہو سکتا۔مگر ایک تین اور

تین ایک ہو جاتا ہے۔ بڑی عجیب منطق اور گورکھ دھندا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا۔

نقضِ میثاق پر سزا :

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ پس انہوں نے بھلا دیا حصہ اس چیز سے جس چیز کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی۔ بجائے ایک کے تین کے قائل ہو گئے اور ان میں سے ایک گروہ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں "وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ". اور کہا نصاریٰ نے مسیح ابن اللہ ہے۔ اور ایک گروہ کا ذکر اگلی آیات میں آرہا ہے۔ انہوں نے کہا "رب تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہو گیا ہے" ان سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ رب تعالیٰ کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا نظریہ ہے کہ عیسیٰ k کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہے تو یہ بتاؤ رب تعالیٰ بچ گیا یا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سولی پر لٹک کر ختم ہو گیا۔ اگر رب تعالیٰ اندر سے نکل گیا تو گڈ مڈ تو نہ ہوا اگر گڈ مڈ ہے تو رب تعالیٰ بھی ساتھ ہی گیا۔ اندازہ لگاؤ یہ دنیا کی بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے جو مذہبی اعتبار سے اتنی بے وقوف ہے کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا! اللہ بلند و برتر اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے پرواہ ہے۔ اپنی خدائی میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ نہ کسی انسان کا، نہ فرشتے کا، نہ جن کا، نہ کسی پیغمبر کا، نہ کسی ولی کا اس کی شان ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ☆ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ☆". نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کی کوئی بیٹی، نہ بیٹا اور نہ اس کو کسی نے جنا، نہ اس کا باپ نہ ماں اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ یہ سبق ان کو بنیادی طور پر دیا گیا تھا، مگر انہوں نے بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

پھر ہم نے یہ کیا......

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ پس ہم نے بھڑکا دی ان کے درمیان عداوت وَالْبَغْضَآءَ اور کینہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ پھر عیسائیوں کی آپس میں لڑائیاں ہوئیں اور ہوتی رہیں گی صرف سپین میں ان کی آپس میں سات سو جنگیں ہوئیں۔ فرمایا.........

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو خبر دے گا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اس کارروائی کی جو وہ کرتے تھے۔ ان سے حساب لیا جائے گا کہ کس دلیل سے تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور کس دلیل سے ان کو خدا کا بیٹا بنایا اور کس دلیل سے تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور زکریا علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کو قتل کیا۔ ان تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا۔

اگلی آیت کریمہ کا مطلب اور مفہوم پوری توجہ کے ساتھ سنیں اور سمجھیں کیونکہ کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور دوسروں کو بھی اس غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اگر تم بات کو اچھی طرح سمجھ گئے تو خود بھی مغالطہ نہیں کھاؤ گے اور کسی کے مغالطہ میں بھی نہیں آؤ گے۔ اس آیت کریمہ کے دو حصے ہیں ایک حصہ ہے يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ سے لے کر وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ تک اور دوسرا حصہ ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ سے لے کر نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ تک۔ پہلے حصے میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے اور دوسرے حصہ میں قرآن کریم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اہلِ کتاب اور رسول سے مراد :

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے کتاب والو! اہلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جن ہ

ذکر پہلے ہو چکا ہے تو معنی بنے گا ''اے یہود و نصاریٰ''۔

رسول کی صفت :

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ اس رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آخری پیغمبر تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ یُبَیِّنُ لَكُمْ بیان کرتا ہے تمہارے لئے كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ بہت سی چیزیں جو تم چھپاتے تھے مِنَ الْكِتٰبِ کتاب میں سے۔ تو راۃ اور انجیل میں سے جن چیزوں کی وجہ سے ان کی کمائی پر زد پڑتی تھی وہ نہیں بتاتے تھے۔ صرف وہ چیزیں بتاتے تھے جن کی وجہ سے لوگوں سے کچھ وصول ہو جاتا تھا۔ تو فرمایا ہم نے رسول بھیجا ہے یہ ان چیزوں کو ظاہر کرتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے کتاب سے۔

آیت کریمہ کے دو حصے :

وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور درگزر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے۔ یعنی وہ چیزیں جو پہلے تمہارے عقیدہ اور دین کی تھیں اور اب نہیں ہیں ان سے درگزر کرتا ہے ان کو بیان نہیں کرتا اور جو چیزیں اب بھی عقیدے اور دین میں ضروری ہیں اور تم نے ان پر پردہ ڈالا ہوا ہے ان کو بیان کرتا ہے۔ آیت کریمہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے اور اگلے حصے میں کتاب اللہ یعنی قرآن پاک کا ذکر ہے۔ فرمایا.........

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ نور (یعنی روشنی) اور کتاب روشن کرنے والی۔ جو حقیقت کو بیان کرتی ہے اور روشن کرتی ہے۔ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے

ذریعے مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ اس کو جس نے پیروی کی اس کی رضا کی۔(ہدایت دیتا ہے)۔ سُبُلَ السَّلَامِ سلامتی کے راستوں کی۔تو آیت کریمہ کے اس حصہ میں قرآن پاک کا ذکر ہے۔بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہتے ہیں کہ لفظ نور سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔لہٰذا آپ ﷺ نور ہیں بشر نہیں ہیں۔آپ کو بشر کہنا بے ادبی اور توہین ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔آنحضرت ﷺ انسان تھے۔بشر تھے آدمؑ کی اولاد تھے۔اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پہلا نبی بنایا اور آدمؑ کے انسان ہونے اور آدمی ہونے کا تو دنیا میں کوئی انکار نہیں کرسکتا۔قرآن کریم میں آتا ہے۔"قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدُوْنَ"۔ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔"قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَہٗ مِنْ صَلْصَالٍ" (پارہ : ۱۴) ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کو جس کو پیدا کیا تو نے بجنے والے متغیر سڑے ہوئے گارے سے اور سورہ اعراف میں ہے "قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ"۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تو نے سجدہ نہ کیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔"قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ"۔تو شیطان نے کہا میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے۔ان آیتوں سے معلوم ہوگیا کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔نور نہیں پیدا کئے۔اور تمام پیغمبر بمع آنحضرت ﷺ کے آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ انسان ہیں، آدمی ہیں اور آدمی کو آدمی بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔تو سارے پیغمبر انسان تھے، بشر تھے، آدمی تھے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق تھے۔البتہ درجے

اللہ تعالیٰ نے الگ الگ عطاء فرمائے۔ سب سے بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پھر درجہ بدرجہ سب کا مقام ہے۔ اور ہیں سارے انسان اور بشر۔ آنحضرت ﷺ کے بشر ہونے پر قرآن شاہد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بشر کہا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بشر کہا ہے چنانچہ پندرہواں پارہ سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے۔ کافروں نے مطالبہ کیا "وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا". اور کہا کافروں نے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ (ﷺ) پر یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے لئے زمین سے چشمہ۔ "اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ". یا ہو آپ کے لئے باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ "فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا☆". پس چلائیں آپ نہروں کو ان کے درمیان چلانا۔ "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ یا گرا دیں آسمان کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا جیسا کہ آپ گمان کرتے ہیں ہم پر کِسَفًا کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِیَ بِاللہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا☆". یا لائیں آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے۔ "اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ". یا ہو آپ کے لئے گھر "مِّنْ زُخْرُفٍ". سنہری "اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ". یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر "وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ". اور ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کے اوپر چڑھنے سے "حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا". حتیٰ کہ آپ اتاریں ہمارے اوپر ایک کتاب "نَّقْرَؤُہٗ". جس کو ہم پڑھیں۔ یہ ان کے مطالبات تھے ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ". اے نبی کریم (ﷺ)! آپ ان کو کہہ دیں میرے رب کی ذات پاک ہے ہر عیب سے، کمزوری سے، وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ "ھَلْ کُنْتُ اِلَّا

بَشَرًا رَّسُوْلاً"۔ نہیں ہوں میں مگر بشر، رسول ہوں، خدا نہیں ہوں، لہٰذا میں تمہارے مطالبات پورے کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ کیونکہ یہ تو خدائی اختیارات ہیں۔ میں نے خدا ہونے کا کب دعویٰ کیا ہے۔

مسئلہ نور و بشر کی حقیقت :

دیکھو! کتنے صاف الفاظ میں قرآن پاک میں آپ ﷺ کی بشریت کا ذکر ہے اور سورۃ کہف کی آخری آیت کریمہ میں فرمایا "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ بے شک میں بشر ہوں تمہارے جیسا۔ اور کئی مقامات پر آپ ﷺ کی بشریت کی تصریح ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور بخاری اور مسلم شریف میں حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔ کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں اور ابوداؤد وغیرہ حدیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہت تیز لکھنے والوں میں سے تھے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلتا تھا فوراً لکھ لیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ "بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ"۔ آنحضرت ﷺ بشر ہیں آپ ﷺ کبھی غصے اور خوشی میں بات کرتے ہیں لہٰذا ہر بات نہ لکھا کرو صرف مسائل لکھا کرو انہوں نے یہ بات آنحضرت ﷺ کو بتائی آپ ﷺ نے فرمایا "اُكْتُبْ"۔ لکھا کرو۔ میری زبان سے جو کچھ نکلے گا اور جس وقت نکلے گا حق ہی نکلے گا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کو بشر ہی کہہ رہے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی باہر کی زندگی مسجد کی، جہاد کی تو ہمارے سامنے ہے یہ بتاؤ کہ جب آپ ﷺ گھر تشریف لے جاتے ہیں اس وقت کیا کرتے ہیں؟۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

"کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ"۔ (ترمذی) آپ بشر تھے، کپڑے صاف کر لیتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ گھر کے سارے کام کر لیتے تھے۔ تو قرآن وحدیث صحابہ کرام ؓ اور ام المؤمنین عائشہ ؓ سے بھی ثابت ہوگیا کہ آپ بشر تھے، انسان تھے۔ اور تمام فقہ کی کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے، انسان تھے۔

فقہ کی کتابوں میں بڑی اہم کتاب ہے فتاویٰ عالمگیری، اورنگزیب عالمگیرؒ نے پانچ سو جید علماء کرام کی کمیٹی بنائی تھی انہوں نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا تھا۔ وہ تقویٰ، طہارت اور علم میں اتنے بلند تھے کہ اس وقت دنیا میں ان کی ایک بھی نظیر موجود نہیں ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ بتا آنحضرت ﷺ کون سی جنس سے تھے؟ عربی تھے، عجمی تھے، انسان تھے، فرشتہ تھے اور اس نے جواب میں کہا لَا اَدْرِیْ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا فرشتہ تھے یا جن تھے عربی تھے یا عجمی تھے تو ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس بات کا معلوم ہونا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور عربی تھے فرضِ عین ہے۔ یہ کیوں کہتا ہے کہ "میں نہیں جانتا"

لہٰذا یہ قطعی مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ انسان تھے بشر تھے اور آپ ﷺ کی بشریت کا جو منکر ہے وہ کافر ہے۔ اور جو لوگ مغالطہ دیتے ہیں وہ اس لفظ نور سے مغالطہ دیتے ہیں جو آیت کریمہ "قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" تحقیق آچکا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن کرنے والی وہ کہتے ہیں کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نور سے مراد بھی قرآنِ کریم ہے اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نور اسی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی نور سے مراد قرآن کریم ہے۔

چنانچہ سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔ "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا". اور ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین یعنی قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔

اور سورہ اعراف میں آتا ہے۔ "وَاتَّبَعُوْا نُوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ". اور انہوں نے اس نور یعنی قرآن کریم کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا۔

اور سورۃ شوریٰ میں ہے "مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ". اور آپ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے؟ اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے؟۔ "وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا". اور لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا ہے۔ "نَهْدِیْ بِهٖ" اس کے ذریعہ ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جنہیں ہم چاہتے ہیں۔

اور سورۃ تغابن میں ہے "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا". پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔ ان تمام مقامات میں "نور" قرآن کریم کو کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ذکر تو آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس دوسرے حصے میں کتاب کا ذکر ہے۔

"قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ". تحقیق آچکا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب روشن کرنے والی۔ اور عطف تفسیری ہے یعنی کتاب مبین نور کی تفسیر ہے۔ نور اور کتاب مبین ایک شئی ہے۔ اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ فرمایا "یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ". ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کہ بِهٖ کی ضمیر واحد ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت دینے والی ایک چیز کا ذکر ہے۔ اور وہ ہے قرآن کریم جو نور بھی ہے اور روشن کرنے والی کتاب بھی۔

پھر بعض لوگ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ یاد رکھنا! وہ روایت جعلی ہے اس میں ایک راوی ہے عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی یہ رافضی خبیث تھا۔ جعلی روایتیں بناتا تھا۔ متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اس پر میں نے خاصی بحث کی ہے اپنی کتاب ''تنقید متین'' میں اور مسند احمد اور مستدرک حاکم سے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ آپ ﷺ کا باقاعدہ سایہ تھا لہٰذا کسی کے دھوکے میں نہ آنا آپ کی ذات کو نور ماننا بالکل قرآن پاک کا انکار ہے۔ ہاں صفت آپ کی نور ہے یعنی آپ ﷺ نورِ ہدایت ہیں۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ مگر اس سے آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرنا قرآن پاک کا انکار کرنا ہے۔ حدیث پاک کا انکار کرنا ہے جو خالص کفر ہے اور ابھی آپ نے حوالہ سنا ہے کہ انکار تو درکنار اگر یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے، فرشتے تھے یا جن تھے، عربی تھے یا عجمی تھے تو وہ کافر ہے۔ فرمایا یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے "مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ" اس کو جس نے پیروی کی اس کی رضا کی "سُبُلَ السَّلٰمِ" سلامتی کے راستوں کی۔

قرآن کے ذریعے ہدایت کا ملنا :

وَیُخْرِجُهُمْ اور ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اندھیروں سے روشنی کی طرف بِاِذْنِهٖ اپنے حکم سے وَیَهْدِیْهِمْ اور ان کو چلاتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے پر۔ اللہ تعالیٰ سب کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(آمین یا الٰہ العالمین)۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ز وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ ۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ز فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

لفظی ترجمہ :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْآ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وہی مسیح ابن مریم ہے قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے پس کون مالک ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَيْئًا کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یہ کہ وہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم کو وَاُمَّهٗ اور ان کی والدہ کو وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین ہیں سب کے سب کو وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں اور زمین کا ملک وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ اور کہا یہودیوں نے وَالنَّصٰرٰى اور عیسائیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَاَحِبَّآؤُهٗ اور اس کے محبوب ہیں قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے پس تمہیں کیوں سزا دیتا ہے بِذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ ہے بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ بلکہ تم بشر ہو مِّمَّنْ خَلَقَ اس مخلوق میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

اور اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! قَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رَسُوْلُنَا ہمارا رسول يُبَيِّنُ لَكُمْ بیان کرتا ہے تمہارے سامنے عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے وقفے کے بعد اَنْ تَقُوْلُوْا تا کہ تم نہ کہو مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا وَّلَا نَذِيْرٍ اور نہ رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا فَقَدْ جَآءَكُمْ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ عیسائیوں کے مشہور تین فرقے تھے........

1........ ایک کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ان کا ذکر سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰ میں موجود ہے۔ "وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ". اور کہا نصاریٰ نے مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

2........ دوسرا فرقہ تثلیث کا قائل تھا جس کے متعلق آپ نے اسی پارے میں پڑھا ہے۔

عیسائیوں کے تیسرے گروہ کا نظریہ اور رَدّ :

3........ تیسرے فرقے کا نام یعقوبیہ تھا۔ ان کا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو الگ مانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو الگ مانتے تھے کہ یہ الگ شخصیتیں ہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی اتنی عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں داخل ہو گئے

اور عیسیٰ علیہ السلام سے جتنے معجزے ظاہر ہوئے تھے دراصل وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام میں داخل تھا۔

اور اس کی مثال اس طرح دیتے تھے کہ دیکھو آگ جنس ہے اور لوہا الگ جنس ہے مگر جب لوہے کو آگ میں رکھتے ہیں تو آگ کی تاثیر اس میں آجاتی ہے اور وہ آگ کی طرح جلاتا ہے ان آیات میں اس فرقہ کا ذکر ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا پھر ان کا عقیدہ بیان فرمایا.........

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک اللہ تعالیٰ، وہی مسیح ابن مریم ہے۔ اور یہ نظریہ بھی رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا گیا (معاذ اللہ تعالیٰ) بھائی! جس میں خدائی طاقت ہو، خدا اس میں حلول کیے ہوئے ہو وہ سولی پر کس طرح لٹک سکتا ہے کیا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا خدا اندر ہی رہا یا نکل گیا تھا؟ کیا گورکھ دھندا ہے۔

اور چاروں اناجیل یعنی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکایا گیا تو فرماتے تھے "اِيْلِىْ اِيْلِىْ لِمَا سَبَقْتَنِىْ"۔ اے میرے رب، اے میرے رب مجھے یہاں کیوں پھنسا دیا ہے پھر کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں۔ بھائی وہ خود تو سولی پر لٹک گئے تمہارے لئے منجی کس طرح بن گئے؟ اپنے آپ کو نجات نہ دے سکے تمہارے نجات دہندہ کس طرح بن گئے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ او بے ایمانو! گناہ تم کرو اور کفارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں؟۔ مثلاً تم گناہ کرو دو ہزار سال بعد اور وہ کفارے کے لئے پہلے ہی سولی پر چڑھ جائیں۔ یہ کون سی منطق ہے؟

کثرتِ عبادت سے اللہ کی حفاظت میں آنا :

تو خیر! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں اللہ وہی مسیح بیٹا مریم کا ہے۔رب ،رب ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں ۔بے شک انہوں نے بہت عبادت کی ہے مگر وہ کثرت عبادت سے نہ رب بن گئے ہیں اور نہ رب ان میں داخل ہو گیا ہے۔البتہ جو شخص کثرت سے عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام میں فرق :

چنانچہ بخاری شریف میں روایت آتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو شخص کثرت سے میری عبادت کرتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے کانوں سے سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں میں اس کی زبان بن جاتا ہوں''۔محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کے کانوں کی حفاظت کرتا ہے اس کے کانوں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کے ہاتھوں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کے پاؤں کا نگران ہو جاتا ہوں اس کی زبان کی حفاظت کرتا ہوں یعنی وہ سنے گا جس پر رب راضی ہو گا وہ کرے گا۔جس پر رب راضی ہو گا بات وہ کرے گا جس پر رب راضی ہو گا ہاتھ سے وہ چیز پکڑے گا جس پر رب راضی ہو گا پاؤں ادھر جائیں گے۔جدھر جانے پر رب راضی ہو گا اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو بعض کم فہم لوگوں نے سمجھا ہے کہ کثرت عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ ولی کے اندر حلول کر جاتا ہے یہی نظریہ عیسائیوں کے ایک فرقے کا تھا جن کو رب تعالیٰ نے کافر کہا ہے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

تخلیق میں خود مختار :

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے پس کون مالک ہے مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یہ کہ وہ ہلاک کرے مسیح ابن مریم علیہما السلام کو وَاُمَّهٗ اور ان کی والدہ کو۔تو یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ بھی ساتھ ہی ختم ہو جائے گا؟۔ کیونکہ تمہارا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں گڈمڈ ہے۔رب تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے۔ساری دنیا کو فنا کرسکتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام "يَاْتِيْ عَلَيْهِ الْفَنَاءُ"۔ ان پر موت آئے گی کیا ان کے ساتھ رب بھی فوت ہو جائے گا؟ سوچو تو سہی کیا کہہ رہے ہو؟ اور ان کی والدہ وفات پا چکی ہیں۔اب نظامِ کائنات کس طرح چل رہا ہے؟۔

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین میں سب کے سب کو ہلاک کرے۔کون سامنے آسکتا ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں اور زمینوں کا ملک وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی رازق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

یہود و نصاریٰ کی حقیقت :

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔اور جس طرح چاہتا ہے آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔حوا علیہا السلام کو ماں کے بغیر پیدا فرمایا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ اور عام کائنات کو ماں باپ کے ذریعہ پیدا کرتا ہے۔وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔آگے ان کے غلو اور زیادتی کا بیان ہے۔

یہود و نصاریٰ کے قول کی تردید :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى اور کہا یہودیوں اور عیسائیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآءُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے کس طرح بن گئے وہ تو "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ اور اس کے محبوب کس طرح بن گئے؟۔ حالانکہ تم نے اس کے عظیم پیغمبر موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کا الزام لگایا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم باندھا اور کیا کیا خرافات اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائیں۔ عزیر k کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا۔

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ". (توبہ : ۳۰) کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور نصاریٰ کا عقیدہ ابھی آپ نے پڑھا کہ "مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کیا اس کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں"۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ "يَسُبُّنِىْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ". آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ اس کو گالیاں دینے کا حق نہیں تھا۔ گالیاں کس طرح دیتا ہے؟ فرمایا "يَدْعُوْا لِىْ وَلَدًا". میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ جس طرح ہمارے لئے یہ گالی ہے کہ کسی کا ثابت النسب بیٹا ہو اس کو کہا جائے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور کہنے والے کو از روئے قرآن اسی کوڑے بھی لگیں گے اور اس کی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے (کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہو تو) پس تمہیں کیوں سزا دیتا ہے بِذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہوں کی وجہ سے۔ تمہیں رب تعالیٰ نے بندر، خنزیر کیوں بنایا؟ تم پر طاعون کیوں نازل ہوا؟ اور طرح طرح کے عذاب کیوں نازل ہوئے؟ لہٰذا تم غلط کہتے ہو کہ خدا کے بیٹے ہو اور محبوب ہو۔

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ بلکہ تم بشر ہو مِّمَّنْ خَلَقَ اس مخلوق میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخشے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو رب تعالیٰ پر ایمان لائے گا اس کے پیغمبروں کو مانے گا اس کے احکام کو تسلیم کرے گا اس کو بخشے گا اور جو رب تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرے گا اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا، اس کے پیغمبروں کو قتل کرے گا اور اس کے حکموں کی نافرمانی کرے گا اس کو سزا دے گا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ملک آسمانوں اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ زمین، آسمان کے درمیان جو فضاء ہے اس میں بے شمار مخلوق رہتی ہے سب کا مالک رب تعالیٰ ہی ہے۔ یاد رکھنا!

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ اے اہلِ کتاب! (یہودیو اور عیسائیو!) قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تحقیق آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول۔ تمام پیغمبروں کا سردار، امام، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ۔

زمانہ فترت کی تشریح :

یُبَیِّنُ لَکُمْ بیان کرتا ہے تمہارے سامنے عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں کے وقفے کے بعد۔ فترت کہتے ہیں اس زمانے کو جو ایک رسول کے جانے اور دوسرے نبی کے آنے کے درمیان ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد پانچ سو اکہتر سال گزر چکے تھے جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ تو یہ جو درمیان کا زمانہ ہے یہ فترت کا زمانہ ہے۔ تو فرمایا ہمارا پیغمبر رسولوں کے وقفے کے بعد تمہارے پاس آگیا ہم نے اپنا پیغمبر کیوں بھیجا ہے؟

اتمام حجت :

اَنْ تَقُوْلُوْا تاکہ تم نہ کہو مَا جَآءَ نَامِنْ م بَشِیْرٍ وَّلَانَذِیْرٍ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ ڈرانے والا۔ (اے اہلِ کتاب! یاد رکھو) فَقَدْ جَآءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ تحقیق آگیا ہے تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا۔ لہٰذا اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ اور اہلِ کتاب جانتے تھے خصوصاً یہودی کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ"۔ یہ اس پیغمبر کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو جانتے ہیں۔

تورات میں آپ ﷺ کا تذکرہ :

چنانچہ جب آپس میں باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ روایات اور سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ عین دوپہر کا وقت تھا ان کو ذوالحلیفہ کے میدان میں سفید کپڑوں والے آتے ہوئے نظر آئے تو پھوپھی کو کہنے لگے وہ آ گئے ہیں جن کا آپ ذکر کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ یہ خود بھی اور ان کی پھوپھی بھی توراۃ کی بڑی عالمہ تھیں۔ اور وہ ان کو بتایا کرتی تھی کہ ایک پیغمبر نے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونا ہے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنا ہے۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو دوپہر کا وقت ہوگا اور ان کے اور ان کے ساتھیوں کے کپڑے سفید ہوں گے۔ تو جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا تو کہنے لگیں۔ بھتیجے وہی تشریف لا رہے ہیں مگر بلند آواز سے نہ کہو کہیں کوئی سن نہ لے تو ضد کا تو کوئی علاج نہیں ہے یہ سارا واقعہ سیرۃ ابن ہشام وغیرہ میں موجود ہے۔

اسلام سے خائف باطل قوتیں :

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اسلام کو پھیلائے گا "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ". اور اللہ تعالیٰ ضرور مکمل کرے گا اپنے نور کو اگرچہ کافر مشرک اس کو ناپسند کریں کافر تو ہمیشہ اسلام سے خائف رہے ہیں اور کوشش کرتے رہے ہیں کہ یہ نہ پھیلے بلکہ اس کو ختم کر دیا جائے اور اس وقت بھی جتنی باطل قوتیں ہیں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی یہ سب اسلام سے خائف ہیں۔ خصوصاً جہاد سے تو ان کی جان جاتی ہے۔ یہ جو مٹھی بھر نوجوان اپنی ہتھیلیوں پر جانیں رکھ کر نکلے ہوئے ہیں ان کو تم معمولی نہ سمجھو یہ ان کے لئے موت کا پیغام ہیں......!!

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۞ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۞ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۞

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور جب فرمایا موسیٰ k نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم کو یٰقَوْمِ اے میری قوم اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو عَلَیْكُمْ جو تم پر ہوئیں اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ جب بنائے اس نے تمہارے اندر پیغمبر وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اور بنایا اس نے تمہیں بادشاہ وَّاٰتٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں مَّا وہ نعمتیں لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا جو نہ دیں کسی ایک کو مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے یٰقَوْمِ اے میری قوم! ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ داخل ہو جاؤ پاکیزہ زمین میں الَّتِیْ وہ زمین كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ جو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے لکھ دی ہے وَلَا تَرْتَدُّوْا اور نہ پھرو تم عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ اپنی پیٹھ دکھا کر فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ پس لوٹو گے تم نقصان اٹھاتے ہوئے قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى کہنے لگے اے موسیٰ! اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا بے شک ارض مقدسہ میں ایک قوم ہے جَبَّارِيْنَ بڑی زبردست وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اور ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس پاکیزہ زمین میں حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا یہاں تک کہ وہ خود بخود وہاں سے نکل جائیں فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا پس اگر وہ نکل گئے اس سے فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔

بنی اسرائیل کا تعارف :

دنیا کی مشہور قوموں میں سے ایک قوم بنی اسرائیل بھی تھی۔ یہ بڑی ذہین قوم تھی ان میں نیک بھی تھے، بد بھی تھے، اس قوم میں بڑے پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے کے بیٹے تھے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنایا یہ موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ مگر درجے اور مرتبے میں چھوٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ عطاء فرمائی۔ یہ بڑی جامع مانع کتاب تھی۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد اس کا بلند مقام ہے۔ ان آیات میں اس قوم کا اور ان کے پیغمبر کا ذکر ہے فرمایا.........

انعامات کا تذکرہ :

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جب فرمایا موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کو يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا

نِعْمَةَ اللّٰهِ اے میری قوم یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئیں۔ نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا شکر ادا کرو ان کی قدر کرو۔ آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت :

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ جب بنائے (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے اندر پیغمبر۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں۔ حالانکہ ایک پیغمبر کسی قوم میں آجائے تو اس قوم کا سر آسمان کے ساتھ جا لگتا ہے چہ جائیکہ چار ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے ہوں۔ مگر قرآن پاک کے بیان کے مطابق ان ظالموں نے ان کی قدر نہ کی بلکہ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ"۔ اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا، نافرمانی کی اور اس طرح اس نعمت کی ناقدری کی اور انعام یہ فرمایا......

ملوکیت کا تمغہ :

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اور بنایا اس نے تمہیں بادشاہ۔ بعض کو نبی بھی بنایا اور بادشاہ بھی، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام آخری دور میں مصر کے بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور خلیفہ فی الارض بھی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبری کے ساتھ ساتھ عظیم سلطنت بھی عطا فرمائی کہ ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جنات، حیوانوں اور پرندوں پر بھی تھی۔ اور بعض ایسے تھے کہ جو صرف بادشاہ تھے پیغمبر نہیں تھے اور بہت انعامات فرمائے۔ فرمایا......

دیگر مخصوص انعامات :

وَاٰتٰكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیں وہ نعمتیں جو نہ دیں کسی ایک کو جہان والوں میں سے۔ ان میں سے بعض نعمتوں کا ذکر پہلے پارے میں اور نویں پارے میں ہے اور دیگر مقامات پر بھی ذکر آتا ہے کہ جب یہ لوگ وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل وادی سینا کہا جاتا ہے جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے اور سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ مصر کے پاس ہے مگر وہ حصہ جس میں تیل کے کنویں ہیں یا فوجی اہمیت کا حامل ہے وہ ابھی تک یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ تو اس وادی سینا میں یہ لوگ جب موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ ارضِ مقدس میں عمالقہ قوم آباد ہے ان کے خلاف جہاد کرو جس کا ذکر کل کے سبق میں آئے گا تو انہوں نے عذر اور بہانے کئے۔ اور جہاد کرنے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کے لئے اس میدان سے نکلنا ان پر حرام کر دیا اور ان کے لئے کھانے پینے اور سائے کا انتظام فرمایا۔ اس طرح کہ کھانے کے لئے مَن اور سلویٰ نازل فرمایا۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی اور ایک پلیٹ میں بٹیر ہوتے۔ اور جب سورج چڑھتا تو ساتھ ہی رب تعالیٰ بادلوں کا سایہ فرما دیتے۔

"وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ"۔ اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں سے اور یہ کوئی معمولی انتظام نہیں تھا ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ مرد تھے، عورتیں تھیں، بچے اور بوڑھے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے ناقدری کی کہنے لگے "لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ"۔ ہم ایک قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔

ایک عجیب واقعہ :

پھران کے لئے پانی کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی جاندار چیز بلکہ نباتات اور درخت بھی پانی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ اوراس سے پہلے جب یہ لوگ ہجرت کر کے جا رہے تھے اور راستے میں دریائے قلزم آ گیا جو کافی گہرا تھا اللہ تعالیٰ نے پانی روک کر انہیں دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ "فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ". (الشعراء : ۶۳) پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کہ جس طرح دیواریں کھڑی ہیں اس طرح پانی کھڑا ہو گیا درمیان میں سڑکیں بن گئیں۔

ارضِ مقدسہ کی حدود :

پھران کو ارضِ مقدس بھی عطاء کر دی جس کا دوسرا نام شام تھا اس وقت جو شام ہے یہ اور لبنان اردن کا سارا علاقہ ارضِ مقدس میں شامل تھا۔ اور اس وقت جو علاقہ یہودیوں کے پاس ہے یہ بھی اور ایشیاء کوچک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے یہ وسیع تر علاقہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا۔ شام اور کنعان بھی ارضِ مقدس میں ہے اس لئے کہ بے شمار پیغمبر وہاں تشریف لائے اور ان کی قبریں بھی وہیں ہیں۔ یہ بڑا زرخیز اور ٹھنڈا علاقہ ہے ہر طرح کے پھل وہاں ہوتے ہیں۔ صاف ستھرا پانی ہے ہم نے دمشق کی نہر میں دیکھا کہ پانی کی دو نالیاں آ رہی ہیں۔ ایک میں صاف شفاف پانی ہے اس کا پانی لوگ استعمال کرتے ہیں اور تھوڑے سے فاصلے پر دوسری نالی ہے جس میں استعمال شدہ پانی جا رہا ہے اور ہر جگہ پانی کی فراوانی ہے۔ گھروں میں بھی اور مسجدوں میں بھی اور وہاں کے لوگ بھی بڑے منیب الطبع تھے۔ ہم ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی

جس کی چھوٹی سی کریانہ کی دوکان تھی دوڑتا ہوا آیا اور میری ڈاڑھی کو اس نے چومنا شروع کر دیا اور مسلسل چومتا رہا میں نے کہا بھائی! کیا بات ہے۔ میرا تیرا کوئی تعارف نہیں ہے۔ میں تجھے جانتا نہیں ہوں۔ میری ڈاڑھی کو کیوں چوم رہا ہے؟ کہنے لگا ڈاڑھی نظر آئی ہے محبت سے چوم رہا ہوں میں نے کہا تجھے بھی رکھنے کا حق ہے رکھ لے، کیوں نہیں رکھتا؟۔اس نے بڑی گالی دے کر کہا کہ ہم تو ڈاڑھی رکھنا چاہتے ہیں مگر جب رکھتے ہیں تو یہ جو ہمارے بڑے ہیں ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ہم نہیں رکھتے یعنی معاشرہ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

تو خیر! شام، لبنان، اردن، فلسطین یہ سارا ایک ملک تھا مگر برطانیہ، فرانس اور ان کے گرو (لیڈر) امریکہ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب شام الگ ملک ہے، اردن الگ ملک ہے، لبنان الگ ملک ہے، اسرائیل کا علاقہ الگ ہے، پھر ان شیطانوں نے ان کا ایسا ذہن بنا دیا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ایسی نفرت بھر دی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ تو بیٹھ سکتے ہیں، مگر آپس میں مل بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان خطوں کے حکمران دشمنوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب تعالیٰ کے انعامات یاد دلانے کے بعد فرمایا.........

قومِ عمالقہ سے جہاد کا حکم :

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اے میری قوم! داخل ہو جاؤ پاکیزہ زمین میں وہ زمین جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اس علاقہ میں عمالقہ قوم آباد تھی جو عملیق کی نسل سے تھی یہ بڑی سخت طاقتور اور جنگجو قوم تھی۔ فرمایا ان کے ساتھ جہاد کرو۔

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ اور نہ پھر و تم اپنی پیٹھ دکھا کر فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ پس لوٹو گے تم نقصان اٹھاتے ہوئے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی کہنے لگے (قوم نے موسیٰ k کو جواب دیا) اے موسیٰ! اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ بے شک ارض مقدسہ میں ایک قوم ہے بڑی زبردست۔ (لڑاکی)۔ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اور ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس پاکیزہ زمین میں حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا یہاں تک کہ وہ خود بخود وہاں سے نکل جائیں فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا پس اگر وہ نکل گئے اس سے فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔

ان کی موجودگی میں ہم داخل ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کی حماقت کا اندازہ لگاؤ کہ اتنا بھی نہ سوچا کہ عمالقہ کا دماغ خراب ہے کہ وہ بغیر لڑائی کے اپنا علاقہ چھوڑ دیں اور مفت میں تمہارے حوالے کردیں۔ (اللہ رب العزت اپنی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے)۔ آمین۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْہِمُ الْبَابَ ج فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ فَاِنَّکُمْ غٰلِبُوْنَ ج وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْآ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَہَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْہَا فَاذْہَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّہَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْہِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ج یَتِیْہُوْنَ فِی الْاَرْضِ ط فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ ع

لفظی ترجمہ :

قَالَ رَجُلٰنِ کہا دو شخصوں نے مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ان لوگوں میں سے جو خوف کھانے والے تھے اللہ تعالیٰ سے اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا (کہا ان دونوں نے) ادْخُلُوْا داخل ہو جاؤ عَلَیْہِمُ الْبَابَ اپنے دشمن پر دروازے سے فَاِذَا دَخَلْتُمُوْہُ پس جب

تم اس دروازے سے داخل ہو جاؤ گے فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ پس بیشک تم غالب ہونے والے ہو گے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی فَتَوَكَّلُوْٓا پس تم بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى کہا انہوں نے اے موسیٰ! اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ بے شک ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدسہ میں اَبَدًا کبھی بھی مَّا دَامُوْا فِيْهَا جب تک وہ لوگ اس میں ہوں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ پس جا تو وَرَبُّكَ اور تیرا رب فَقَاتِلَآ پس دونوں جا کر لڑو اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ بیشک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے قَالَ رَبِّ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب! اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ بے شک میں نہیں مالک اِلَّا نَفْسِىْ مگر اپنی جان کا وَاَخِىْ اور اپنے بھائی کا فَافْرُقْ بَيْنَنَا پس تو تفریق کر دے ہمارے درمیان وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ اور فاسق قوم کے درمیان قَالَ فَاِنَّهَا فرمایا پروردگار نے پس تحقیق وہ ارضِ مقدسہ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ حرام کردی گئی ان پر اَرْبَعِيْنَ سَنَةً چالیس سال يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ حیران پھرتے رہیں گے زمین میں فَلَا تَاْسَ پس تو نہ افسوس کر عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ نافرمانی کرنے والی قوم پر۔

عمالقہ کی جاسوسی کا منظّم منصوبہ:

بنی اسرائیل پہلے فرعون کے غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے نجات عطاء فرمائی۔ فرعون بمع لشکر کے بحر قلزم میں غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم

دریا عبور کر گئی وادی سینا میں پہنچ کر کچھ دن آرام کیا پھر ان کو حکم ہوا کہ شام کے علاقہ میں عمالقہ قوم آباد ہے ان کے ساتھ جہاد کرو علاقہ پر قبضہ کرو اور میرا دین پھیلاؤ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کے نام پر الگ الگ خاندان تھا کوئی یہودی کوئی روبیلی کوئی بنیامینی اور کوئی یوسفی کہلاتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر ہر خاندان میں سے ایک ایک آدمی منتخب فرمایا اور ان بارہ آدمیوں کو جاسوسی کے لئے شام کے علاقہ میں بھیجا فرمایا کوئی تاجر کی حیثیت سے کوئی سیاح بن کر اور کوئی محض مسافر کی حیثیت سے ملک شام میں داخل ہو جاؤ اور جائزہ لو کہ وہ کس طرح کے لوگ ہیں ان کی چھاؤنیاں کتنی ہیں، اسلحہ کی کیا پوزیشن ہے۔ اور ان کے لڑنے کا کیا طریقہ ہے اور واپس آ کر ہم دو بھائیوں کو ہی رپورٹ پیش کرنی ہے۔ ہمارے سوا کسی کو کچھ نہیں بتانا۔ کیونکہ اگر تم عام لوگوں کو آ کر بتاؤ گے کہ وہ بڑے جابر لوگ ہیں اور ان کے پاس بڑا اسلحہ ہے تو ان کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔

چنانچہ وہ بارہ آدمی گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنی مدت رہے مہینہ رہے، دو مہینے رہے اس وقت ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے ویزے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ جائزہ لینے کے بعد جب واپس آئے تو سوائے دو آدمیوں کے ایک یوشع بن نون جو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم اور بعد میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور دوسرے مالب بن یوقنا یہ بھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بعد نبی بنائے گئے۔ باقی دس نے سب آدمیوں کے سامنے حالات بیان کئے کہ وہ بڑی ڈیل ڈول والی قوم ہے ان کے بڑے بڑے محفوظ قلعے ہیں اور بڑے جنگجو لوگ ہیں۔ بنی اسرائیلی غلام قوم تھی آزادی سے واقف نہ تھے۔ ایسی قوم بزدل ہوتی ہے۔ اور موت سے

ڈرتی ہے اور یاد رکھنا بنی اسرائیلی من حیث القوم جتنا موت سے ڈرتے تھے اتنی اور کوئی قوم موت سے نہیں ڈرتی۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے "اے یہودیو! اگر تمہیں یہ دعویٰ ہے کہ تم ہی اور لوگوں کے سوا اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو"۔ فرمایا "وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ"۔ (الجمعہ : ۷)۔ اور ہرگز یہ اس کی آرزو نہیں کریں گے بسبب ان اعمال کے جو یہ کر چکے ہیں۔ تو خیر! دو آدمیوں کے علاوہ باقیوں نے عام لوگوں کو سارے حالات بتا دئے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا.........

قَالَ رَجُلٰنِ کہا دو شخصوں نے۔ یعنی یوشع بن نون اور مالب بن یوقنا نے مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ان لوگوں میں سے جو خوف کھانے والے تھے اللہ تعالیٰ سے۔ کہ وعدہ خلافی گناہ ہے اور وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے کہ وہاں کے حالات تمہارے علاوہ کسی کو نہیں بتائیں گے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا۔ کہ اپنے اپنے وقت پر دونوں کو نبی بنایا نبوت بہت بڑا انعام ہے۔ اور ان کا وعدے پر پورا اترنا بھی اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔ ان دو آدمیوں نے قوم کو ترغیب دینے کے لئے کہا اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ داخل ہو جاؤ اپنے دشمن پر دروازے سے۔ اس زمانے میں شہر کے چاروں طرف دیوار ہوتی تھی جس کو سور البلد کہتے تھے اور شہر میں آنے جانے کے لئے دروازے ہوتے تھے جس طرح گوجرانوالہ میں کھیالی دروازہ، لاہوری دروازہ، سیالکوٹی دروازہ ہے اسی طرح لاہور میں دلی دروازہ موچی دروازہ، ملتان میں بھی دروازے تھے اگرچہ اب وہ تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ تو اس طرح پرانے زمانے میں دروازے ہوتے تھے تو ان

دو آدمیوں نے ترغیب دی کہ عمالقہ قوم کے دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

سور البلد اور اس میں داخلے کی ترغیب :

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ پس جب تم اس دروازے سے داخل ہو جاؤ گے۔ تو بیت المقدس فتح ہو جائے گا۔ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ پس بیشک تم غالب ہونے والے ہو گے۔ کیونکہ جب دار الخلافہ فتح ہو گیا تو پھر فتح ہی فتح ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی تم بھروسہ کرو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا يٰمُوْسٰى بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ! اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا بے شک ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدسہ میں کبھی بھی مَّا دَامُوْا فِيْهَا جب تک وہ لوگ اس میں ہوں گے۔ اس سے پہلے درس میں آپ نے پڑھا کہ "فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ"۔ پس اگر وہ خود بخود وہاں سے چلے جائیں تو پھر ہم داخل ہوں گے۔ مگر جب تک وہ وہاں ہیں ہم نہیں جائیں گے ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کتنا صاف جواب دیا......

قوم کا جواب :

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ پس جا تو اور تیرا رب فَقَاتِلَآ پس دونوں جا کر لڑو اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ بیشک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے۔ وادی تیہ میں۔ یہ حال تھا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا بخلاف اس کے امام الانبیاء کے اصحاب کا حال احادیث میں مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کافر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاصے پریشان ہوئے اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انصارِ مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات طے کی تھی کہ اگر شہر میں آ کر کوئی حملہ آور ہوا تو ہم دفاع کریں گے اور اگر لڑائی کے لئے

باہر جانا پڑا تو ہم مجبور نہیں ہوں گے تو آپ ﷺ پریشان ہوئے کہ مہاجرین تو تھوڑے سے ہیں۔ کیونکہ کچھ ابھی تک مکہ مکرمہ سے نہیں آئے تھے اور کچھ حبشہ میں موجود تھے۔ اور انصار کو باہر جانے پر مجبور نہیں کرسکتے تھے کیونکہ پہلے طے ہو چکا تھا۔

قومِ موسیٰ (علیہ السلام) اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جوابی منظر :

چنانچہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں (زادھا اللہ شرفا و کرامۃ) میٹنگ بلائی۔ فرمایا تمام ساتھی مسجد میں اکٹھے ہو جاؤ۔ جب سارے ساتھی اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم جب مکہ مکرمہ میں تھے کافروں نے ہم پر بڑے ظلم ڈھائے، میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی، فلاں پر یہ ظلم ہوا، فلاں پر یہ ظلم ہوا اور یہاں آنے کے بعد کرز بن جابر فہری نے حملہ کر کے بیت المال کے اونٹ چھین لئے اور اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرنے کیلئے آرہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہیے''؟۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جانثاری فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ ان کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا ''یارسول اللہ! ہم موسیٰ رضی اللہ عنہ کی قوم کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہیں کہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور جا کے لڑو، حضرت ہم آپ کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے دشمن کے ساتھ لڑیں گے''۔ آنحضرت ﷺ بڑے خوش ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔

سردارِ انصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اشارے کو سمجھ گئے اور فوراً

عرض کیا یارسول اللہ! شاید آپ کا روئے سخن انصار کی طرف ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا
ہاں! حضرت سعد بن معاذ ؓ نے عرض کیا ''حضرت! آپ ﷺ ہمیں اگر برک الغماد
جانے کا حکم دیں گے تو ضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے قسم ہے اس ذات کی جس نے
آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو
ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے
گا، ہماری طرف سے آپ مطمئن رہیں''۔

اور واقعی ایسا ہی ہوا صحابہ کرام ؓ کی قربانی کی جہان میں مثال نہیں ملتی۔احد کے
معرکہ میں آنحضرت ﷺ ایک جگہ تنہا کھڑے تھے۔عتبہ بن ابی وقاص اس وقت کافر تھا
اس نے آپ ﷺ کو پتھر مارا سامنے کے جو دانت ہیں ان میں سے آپ ﷺ کا دایاں
دانت مبارک شہید ہو گیا۔خون کے فوارے چھوٹ گئے۔عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار
ماری خود کٹا اس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔حضرت ام عمارہؓ دیکھ رہی تھیں
انہوں نے جب دیکھا کہ ابن قمیہ دوبارہ وار کرنا چاہتا ہے آگے بڑھیں اور اس کا وار اپنے
کندھے پر برداشت کیا اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا ''جو میرا دفاع کرے گا اس کو
جنت ملے گی''۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ''انصارِ مدینہ کے سات بچے جن کی عمریں
پندرہ، سولہ اور سترہ سال تھیں۔میدان میں آئے اور اپنی جانیں قربان کر کے پیغمبر کی
جان بچائی۔تو خیر! موسیٰ ؑ کی قوم نے کہا کہ ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے ارضِ مقدس
میں کبھی بھی جب تک عمالقہ قوم وہاں موجود ہے۔آپ جائیں اور آپ کا رب جائے
دونوں جا کے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

قوم کی طرف سے موسیٰ (علیہ السلام) کی مایوسی :

قَالَ رَبِّ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب! اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ بے شک میں نہیں مالک اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ مگر اپنی جان کا اور اپنے بھائی کا۔ میں اور میرا بھائی ہم دونوں تیار ہیں آپ جو حکم فرمائیں۔ یہ دونوں پیغمبر تھے اور دوسرے دو بزرگوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ ان کو ابھی نبوۃ نہیں ملی تھی۔ فرمایا اب میرا نباہ قوم کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

قوم پر عتاب :

فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ پس تو تفریق کر دے ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان قَالَ فَاِنَّھَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیْھِمْ فرمایا پروردگار نے پس تحقیق وہ ارضِ مقدسہ حرام کر دی گئی ان پر اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً چالیس سال۔ یہ بوڑھے مریں گے نئی نسل پیدا ہوگی اور آزاد آب و ہوا میں پرورش پائیں گے ان میں لڑنے کی جرأت ہوگی موجودہ لوگوں میں لڑنے کی جرأت نہیں ہے لہٰذا سزا کے طور پر ....

یَتِیْھُوْنَ فِی الْاَرْضِ حیران پھرتے رہیں گے زمین میں۔ یعنی وادیٔ سینا میں۔ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ پس تو نہ افسوس کر نافرمانی کرنے والی قوم پر۔ آپ نے فریضہ ادا کر دیا ہے آپ اپنا کام کریں، یہ اپنا کریں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ

ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْ ۢ

بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِىْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِىَ

اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

﴿۲۸﴾ اِنِّىْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِىْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۚ

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰىٓ

اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ

اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ج لا

لفظی ترجمہ :

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور (اے پیغمبر ﷺ) پڑھ تو ان کے سامنے نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ آدم k کے دو بیٹوں کی خبر بِالْحَقِّ جو بالکل سچی ہے اِذْ قَرَّبَا جب دونوں نے قربانی دی قُرْبَانًا قربانی کرنا فَتُقُبِّلَ پس قبول کر لی گئی مِنْ اَحَدِهِمَا ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ اور نہ قبول کی گئی مِنَ الْاٰخَرِ دوسرے سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اس نے کہا البتہ ضرور میں تجھے قتل کروں گا قَالَ کہا پہلے نے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ پختہ بات ہے قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں سے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ البتہ اگر بڑھایا تم نے میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِيْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ میں نہیں بڑھاؤں گا يَّدِيَ اِلَيْكَ اپنا ہاتھ تیری طرف لِاَقْتُلَكَ تاکہ میں تجھے قتل کر دوں اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اِنِّيْٓ اُرِيْدُ بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ تَبُوْٓءَا یہ کہ لوٹے تو بِاِثْمِيْ میرا گناہ لے کر وَاِثْمِكَ اور اپنا گناہ لے کر فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ پس ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ اور یہ بدلہ ہے ظالموں کا فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ پس آمادہ کیا اس کو اس کے نفس نے قَتْلَ اَخِيْهِ اپنے بھائی کے قتل کرنے پر فَقَتَلَهٗ پس اس نے اس کو قتل کر دیا

فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس ہوگیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے
فَبَعَثَ اللّٰهُ پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے غُرَابًا ایک کوا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ
پس وہ کریدتا تھا زمین کو لِیُرِیَهٗ تاکہ اس کو دکھائے كَيْفَ يُوَارِي سَوْاَةَ
اَخِيْهِ کیسے چھپائے وہ اپنے بھائی کی لاش کو قَالَ کہا اس نے يٰوَيْلَتٰٓى
ہائے افسوس مجھ پر اَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہوگیا اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا
الْغُرَابِ اس سے کہ میں ہوجاتا اس کوے کی طرح فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ
پس میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپالیتا فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ پس ہوگیا وہ
پچھتانے والوں میں سے۔

خالی نسبت کام نہیں آتی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن پاک میں بہت سارے واقعات اور قصے بیان فرمائے ہیں۔ ہر قصے میں عبرت اور نصیحت ہے۔ ان آیات میں جو واقعہ بیان ہوا اس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ بڑے سے بڑے نیک آدمی کے ساتھ بھی نسبت ہو اور اپنے اندر کچھ نہ ہو تو خالی نسبت کچھ کام نہیں آتی۔ دیکھو آدمؑ پیغمبر ہیں۔ اور پیغمبر کی بڑی شان ہے۔ ان کے صلبی بیٹے نے ان کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس وقت کی شریعت کی نافرمانی کی، دوزخی ہوگیا۔ پیغمبر کے ساتھ نسبت کام نہ آئی، ہاں! نسبت کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت حواؑ کے ہاں ایک وقت میں لڑکا لڑکی جڑواں

پیدا ہوتے تھے یعنی جب بھی پیدا ہوتے لڑکا لڑکی اکٹھے پیدا ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل کی افزائش کے لئے قانون بنایا تھا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تھی اور اس وقت ضرورت بھی تھی کہ پہلی پیدائش کی لڑکی کا نکاح دوسری پیدائش کے لڑکے کے ساتھ اور دوسری پیدائش کی لڑکی کا نکاح پہلی پیدائش کے لڑکے کے ساتھ جائز تھا۔ اور جو جڑواں پیدا ہوئے ان کا آپس میں نکاح ناجائز تھا۔ اب یہ حکم منسوخ ہے۔

ہابیل کا واقعہ قتل :

آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہابیل تھا اور دوسرے بیٹے کا نام قابیل تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام تھا اِقْلِیْمَہ یہ خوبصورت تھی اور ہابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام تھا یَلُوْوا یہ خوبصورت نہیں تھی۔ رب تعالیٰ کی قدرت ہے ماں باپ ایک ہیں ایک کی شکل اور ہے، دوسرے کی شکل اور ہے، اس کی قدرت میں کسی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

دونوں جوڑے جوان ہوئے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تمہاری شادی کا انتظام کرنا ہے۔ اور شادی اس طرح ہوگی کہ قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح ہوگا اور ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ نکاح ہوگا۔ قابیل ضد کر گیا کہنے لگا میں تو اس کے ساتھ نکاح کروں گا جو میرے ساتھ پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام حیران ہو گئے کہ میں باپ ہوں، وقت کا پیغمبر ہوں اور اسے شرعی حکم بتایا ہے اور یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہے اسے خود بھی سمجھایا اور حضرت حوا علیہا السلام نے بھی سمجھایا مگر جو آدمی ضد پر اتر آئے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ آخر کار آدم علیہ السلام نے یہ تدبیر پیش کی کہ دونوں بھائی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی پیش کرو اس طرح کہ قربانی کو میدان میں رکھ دو آسمان سے آگ

آئے گی وہ جس کی قربانی کو جلا دے وہ کامیاب اور جس کی قربانی کو نہ جلائے وہ ناکام یعنی اقلیمہ کے ساتھ نکاح اس کا ہوگا جس کی قربانی کو آگ جلا دے گی۔ چنانچہ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے موٹا تازہ دنبہ قربان کر کے میدان میں رکھ دیا اور قابیل نے وہ سٹے جو گندم باجرہ وغیرہ کاٹتے وقت پیچھے گر جاتے ہیں اور مالک دوسرے لوگوں کو اٹھانے کی اجازت دے دیتے ہیں اور بعضے مالک خود بھی اٹھا لیتے ہیں وہ گرے پڑے خوشے اس نے اکٹھے کئے اور قربانی کیلئے لا کر میدان میں رکھ دیئے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ :

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اور دیگر حضرات منتظر تھے کہ دیکھو کس کی قربانی قبول ہوتی ہے۔ آگ آئی اس نے دنبے کو جلا دیا اور سٹے خوشے اسی طرح پڑے رہے۔ حالانکہ خوشوں کو آگ جلدی لگتی ہے۔ اتنی واضح علامت دیکھنے کے باوجود قابیل نہ مانا الٹا ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کو کہنے لگا میں تجھے ضرور قتل کروں گا کہ تیری قربانی قبول ہوئی ہے میری کیوں نہیں ہوئی؟ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ تو ان کے سامنے نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر جو بالکل سچی ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا جب دونوں نے قربانی دی قربانی کرنا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا پس قبول کر لی گئی ان میں سے ایک کی وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اس نے کہا البتہ ضرور میں تجھے قتل کروں گا۔ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے؟ آگ تیرے سامنے آئی ہے اس نے تیری قربانی کو چھیڑا تک نہیں ہے۔ اور میری قربانی کو جلا دیا اس میں میرا کیا قصور ہے؟

قَالَ کہا پہلے نے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ پختہ بات ہے قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ البتہ اگر بڑھایا تم نے میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقْتُلَنِیْ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ میں نہیں بڑھاؤں گا اپنا ہاتھ تیری طرف لِاَقْتُلَکَ تاکہ میں تجھے قتل کر دوں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اِنِّیْٓ اُرِیْدُ بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ یہ کہ لوٹے تو میرا گناہ لے کر اور اپنا گناہ لے کر فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ پس ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ اور یہ بدلہ ہے ظالموں کا۔ شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ نشانی دیکھنے کے بعد قابیل مان جاتا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر وہ بپھر گیا پھر جب ہابیل ؑ نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا تھا نرم ہو جاتا اور ہاتھ نہ اٹھاتا۔ مگر اس پر کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا نہ والدین کے سمجھانے کا نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کا............

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ پس آمادہ کیا اس کو اس کے نفس نے قَتْلَ اَخِیْهِ اپنے بھائی کے قتل کرنے پر فَقَتَلَهٗ پس اس نے اس کو قتل کر دیا فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ پس ہو گیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ دنیا میں نقصان اٹھایا کہ اپنے بھائی کو قتل کر دیا بھائی بازو ہوتا ہے۔ اور آخرت میں تو نقصان ہی نقصان ہے۔ کیونکہ شرک کے بعد بڑے گناہوں میں سے قتل ناحق ہے۔ پھر مومن مطیع بھائی کا قتل گناہ میں اور اضافہ کرنا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کسی انسان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی اس لئے قابیل کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ بھائی کی بے جان لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔ اس

موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے اس کی راہنمائی فرمائی۔

زیر زمین دفن کا آغاز :

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے ایک کوا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ پس وہ کریدتا تھا زمین کو۔ دو کوے لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اس نے قابیل کے سامنے زمین کو پنجوں کے ساتھ کریدا اور مردہ کو اس میں رکھا پھر اس پر مٹی ڈال کر اس کو چھپا دیا۔ ایسا کیوں کیا۔

لِيُرِيَهٗ تاکہ اس (قابیل) کو دکھائے كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ کیسے چھپائے وہ اپنے بھائی کی لاش کو قَالَ کہا اس (قابیل) نے يٰوَيْلَتٰٓى ہائے افسوس مجھ پر اَعَجَزْتُ کیا میں عاجز ہو گیا اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ اس سے کہ میں ہو جاتا اس کوے کی طرح کہ اس کوے جتنی سمجھ مجھ میں ہوتی۔

قابیل مسلمان تھا یا کافر؟ :

فَاُوَارِىَ سَوْاَةَ اَخِىْ پس میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپا لیتا۔ بھائی! جس نے ماں باپ کا حکم نہ مانا پھر وہ کوے سے ہی سبق حاصل کرے گا اور کیا کرے گا اب سوال یہ ہے کہ قابیل مسلمان تھا یا کافر تو اس کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا نظریہ، یہ ہے کہ وہ کافر تھا۔ اس لئے کہ اس نے رب تعالیٰ کا حکم نہ مانا۔ پیغمبر کا حکم نہ مانا باپ کا حکم نہ مانا وقت کی شریعت کو تسلیم نہ کیا وہ مسلمان کیسے ہوا۔ دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ اس نے یہ سب کچھ جذبات میں آکر کیا۔ گنہگار تھا کافر نہیں تھا۔ جتنی دیر رب تعالیٰ کو منظور ہوگا دوزخ میں رہے گا پھر دوزخ سے نکال لے گا۔ مگر پہلے گروہ کی بات زیادہ معقول اور مضبوط معلوم ہوتی ہے کہ باپ پیغمبر ہے، باپ کا نافرمان پیغمبر کا

نافرمان وقت کی شریعت کا نافرمان، مسلمان کیسے رہا؟۔

نسبت کب کام آئے گی؟ :

فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ پس ہوگیا وہ پچھتانے والوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ ہمارے سامنے بیان فرما کر یہ بات سمجھائی ہے کہ خالی نسبت کچھ کام نہیں آئے گی نسبت کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بھی کچھ ہو، تب نسبت کا فائدہ ہوگا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ز ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ لا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ ج فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾

لفظی ترجمہ :

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ اسی وجہ سے کَتَبْنَا ہم نے لکھ دیا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل پر اَنَّہٗ بیشک شان یہ ہے کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَیْرِ

نَفْسٍ جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی جان کے قتل کرنے کے اَوْ فَسَادٍ فِی
الْاَرْضِ یا بغیر زمین میں فساد کرنے کے فَكَاَنَّمَا پس گویا کہ قَتَلَ
النَّاسَ جَمِیْعًا اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو وَمَنْ اَحْیَاهَا اور جس نے
زندہ رکھا ایک جان کو فَكَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا پس گویا کہ اس نے
زندہ رکھا سب لوگوں کو وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس
رُسُلُنَا ہمارے پیغمبر بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں لے کر ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ پھر
بیشک بہت سے ان میں سے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فِی الْاَرْضِ زمین
میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ اسراف کرنے والے تھے اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ پختہ
بات ہے سزا ان لوگوں کی یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول کے ساتھ لڑتے ہیں وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ اور کوشش کرتے ہیں زمین
میں فَسَادًا فساد کی اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا یہ کہ ان کو قتل کیا جائے اَوْ یُصَلَّبُوْٓا یا
انہیں سولی پر لٹکایا جائے اَوْ تُقَطَّعَ یا کاٹ دیئے جائیں اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ
ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ یا
ان کو دور کر دیا جائے زمین سے ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا یہ ان کے
لئے رسوائی ہے دنیا میں وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اور ان کے لئے آخرت میں
عَذَابٌ عَظِیْمٌ عذاب ہوگا بڑا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ
کی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ

فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ذکر فرما کر یہ بات سمجھائی کہ نافرمان بیٹے کی نسبت کچھ کام نہ آئی اور وہ دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں............

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ اسی وجہ سے۔ کہ خالی نسبت کام نہیں آتی کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ہم نے لکھ دیا بنی اسرائیل پر اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے قتل کیا کسی نفس کو بغیر کسی جان کے قتل کرنے کے۔ کہ اس نے کسی کو بلا وجہ قتل کر دیا۔ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ یا بغیر زمین میں فساد کرنے کے۔ کہ اس نے زنا نہیں کیا، چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں ڈالا یا ایسا کوئی برا کام نہیں کیا کہ جس سے زمین میں فساد برپا ہو۔ ایسے شخص کو قتل کر دے۔

ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کا قتل ہے :

فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا پس گویا کہ اس نے قتل کر دیا سب لوگوں کو۔ کیونکہ اس سے قتل کی ریت اور عادت پڑ جائے گی کہ فلاں نے قتل کیا ہے میں بھی قتل کروں۔

آج کل قتل عام کی وجہ :

آج کل قتل عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قتل کی شرعی سزا نافذ نہیں ہے۔ اس لئے

لوگ قتل پر جری ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ ہمیں کوئی پکڑنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ فلاں صاحب ہمارے پشت پناہ ہیں۔ اور اگر پکڑے بھی گئے تو رشوت اور سفارش کے ذریعہ رہا ہو جائیں گے۔ اور اگر شرعی سزا نافذ ہو اور قاتل کا قصاص میں سرعام سر قلم کر دیا جائے دو چار پر عمل ہوگا تو قتل کا نام بھی کوئی نہیں لے گا۔ لیکن یہاں چونکہ رہائی کی امیدیں بڑی ہیں اس لئے گناہ ہو رہے ہیں۔ فرمایا...........

وَمَنْ اَحْيَاهَا اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا پس گویا کہ اس نے زندہ رکھا سب لوگوں کو۔ کہ اس نے صبر سے کام لیا کسی کو قتل نہ کیا تو لوگ اس سے سبق حاصل کریں گے کہ وہ بھی کسی کو قتل نہیں کریں گے پھر فرمایا...........

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر۔ بنی اسرائیل کے پاس ہمارے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں یہ کوئی تھوڑی تعداد نہیں ہے بڑی تعداد ہے۔

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ پھر بیشک بہت سے ان میں سے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فِي الْاَرْضِ زمین میں لَمُسْرِفُوْنَ البتہ اسراف کرنے والے تھے۔ باوجود اس کے کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد ان پر حقیقت واضح ہو گئی جائز ناجائز سے ان کو آگاہ کر دیا مگر انہوں نے زیادتیاں کیں، شرارتیں کیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ڈاکوؤں کی سزا بیان فرماتے ہیں۔

ڈاکوؤں کی سزا :

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ پختہ بات ہے سزا ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا ہے کہ چوری نہ کرو ڈاکہ نہ ڈالو قتل نہ کرو یہ اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد کی۔ ان کی سزا یہ ہے۔

شانِ نزول :

پہلے ان آیات کا شانِ نزول سمجھ لیں۔ دو قبیلے تھے ایک کا نام تھا عُکْل اور دوسرے کا نام تھا عُرَیْنَہ ان دونوں قبیلوں کے آٹھ آدمی مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔ ان کی بڑی خاطر تواضع ہوتی رہی چونکہ دیہاتی لوگ تھے، شہری غذا اور آب و ہوا موافق نہ آئی بیمار ہو گئے کہنے لگے حضرت! ہم دودھ پینے والے لوگ تھے۔ یہاں ہمیں سبزیاں کھانی پڑتی ہیں۔ ہمارے پیٹ خراب ہو گئے ہیں۔ ہم تکلیف میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں جگہ ہمارے بیت المال کے اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ جگہ بھی کشادہ ہے وہاں رہو اور دودھ خوب پیو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ آدمی بھیجا کہ ان کو وہاں پہنچاؤ۔ اور بیت المال کے ذمہ داران سے کہو کہ یہ سرکاری مہمان ہیں ان کی خدمت کرو، دودھ پلاؤ۔

چنانچہ وہاں انہوں نے خوب دودھ پیا اور موٹے تازے ہو گئے تو منصوبہ بنایا کہ دو ملازم ہیں ایک سودا سلف لینے شہر جاتا رہتا ہے۔ دوسرا پیچھے اکیلا ہوتا ہے اس کو قتل کر

کے اونٹ لے کر بھاگ جائیں۔ بیت المال مدینہ طیبہ سے کافی فاصلے پر تھا۔ موقع کی تلاش میں رہے۔ چنانچہ ایک ساتھی سودا سلف لینے کیلئے مدینہ طیبہ گیا۔ دوسرے ساتھی کو اکیلا پا کر انہوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ وہ اس طرح کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے کے بعد اس کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیر کر وہ ضائع کر دیں وہ پانی مانگتا تھا پانی بھی نہیں دیتے تھے اس طرح اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی اور یہ اونٹ لے کر چل پڑے جب یہ خبر مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفًا و کرامۃً) پہنچی۔ صحابہ کرام ﷺ نے بڑی تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور انہیں گرفتار کر کے لے آئے۔ اچھا زمانہ تھا برے بھی برائی کو تسلیم کرتے تھے آج تو لوگ برائی کر کے مانتے بھی نہیں ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے سارا واقعہ صحیح صحیح سنا دیا کہ ہم نے اس کو اس طرح قتل کیا کہ اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرتے رہے اور مانگنے پر پانی بھی نہیں دیا۔ اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ پھر ہم اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کھلے میدان میں سولی گاڑو اور ان کو رسیوں سے باندھ کر میخوں کے ساتھ ان کے بدن کو خوب کس دو اور تین دن مسلسل ان کے بدن میں نیزے مارتے رہو تا کہ یہ تڑپ تڑپ کر مریں اور یکدم جان نہ نکلے۔ چنانچہ ان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ منظر عام لوگوں نے دیکھا۔ یقین جانو اگر آج بھی شرعی سزا نافذ کی جائے اور دو چار آدمیوں پر جاری کر دی جائے تو ڈاکے، قتل کا تصور بھی نہ رہے۔ یہ ہے ان آیات کا شانِ نزول اور ان میں ڈاکوؤں کی سزا بیان کی گئی ہے، ڈاکے کی چونکہ مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر نوعیت کی الگ سزا بیان فرمائی ہے۔

سزا سے متعلق تفصیلی حکم :

① .... یہ کہ ڈاکا ڈالا مگر مال نہیں لے جا سکے بندے قتل کیے ہیں تو اس صورت میں سزا ہوگی۔ اَنْ یُّقَتَّلُوْآ یہ کہ ان کو قتل کیا جائے۔

② .... یہ کہ آدمی بھی قتل کیا اور مال بھی لے گئے تو سزا ہوگی اَوْیُصَلَّبُوْآ یا انہیں سولی پر لٹکایا جائے۔ چونکہ اس واردات میں ڈبل جرم ہوا ہے لہٰذا پہلے انہیں زندہ سولی پر لٹکایا جائے پھر نیزے مار مار کر ان کو قتل کر دیا جائے۔

③ .... یہ کہ ڈاکو مال حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں مگر کوئی جان ضائع نہیں ہوئی تو اس کی سزا ہے اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ یا کاٹ دیئے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں الٹے۔ مِّنْ خِلَافٍ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دایاں ہاتھ کاٹا ہے تو بایاں پاؤں کٹے گا۔ اور اگر بایاں ہاتھ کاٹا ہے تو پاؤں دایاں کٹے گا۔

④ .... یہ کہ ڈاکا تو ڈالا مگر ڈاکو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے نہ مال ہاتھ آیا اور نہ کوئی جان ضائع ہوئی۔ تو اس صورت میں سزا ہے اَوْیُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ یا ان کو دور کر دیا جائے زمین سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین سے دور کر دینے کا مطلب ہے کہ مجرم کو علاقہ بدر کر دیا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین سے دور کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جیل میں بند کر دو کیونکہ جس کو اپنے علاقے اور ملک میں شرم نہیں آئی یہ جہاں جائے گا وہاں بھی ڈاکے ڈالے گا۔ لہٰذا اس کو جیل میں بند کر دو کہ وہیں اس کی زندگی ختم ہو جائے۔

ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا یہ ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اوران کے لئے آخرت میں عذاب ہوگا بڑا۔

شرعی حدود کا فائدہ :

دیکھنا لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سزائیں بڑی سخت ہیں۔ بھائی! ٹھیک ہے سزائیں سخت ہیں۔ جرم بھی تو سخت ہیں۔ امن بھی انہیں سزاؤں سے قائم ہوتا ہے۔ شرعی سزاؤں کے مخالف لوگ جو امن امن کا راگ الاپتے ہیں وہ بتائیں کہ امن کہاں ہے؟ کس کا گھر محفوظ ہے؟ کس کا مال محفوظ ہے؟ کسی کی جان محفوظ ہے؟ کسی کی عزت محفوظ ہے، محض دعویٰ کرنے کا کیا فائدہ؟۔

تائب کے لئے شرعی قانون :

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ۔ یعنی انہوں نے ڈاکہ ڈالا مگر گرفتار ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلی تو رب تعالیٰ کا حق معاف ہوجائے گا اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ بندے کا حق معاف نہیں ہوگا جو کچھ چھینا ہے وہ واپس کرنا پڑے گا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ اول تو مال ملتا ہی نہیں اور اگر مل بھی جائے تو طاقتوروں کو مل جاتا ہے، کمزوروں کو نہیں ملتا، درمیان میں ہی خورد برد ہوجاتا ہے۔ اگر شرعی قانون نافذ ہو تو جتنا مال گیا ہے اتنا ہی واپس آئے گا۔ کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ فرمایا.........

فَاعْلَمُوْآ پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ رب تعالیٰ کا حق معاف ہوجائے گا اور بندے کا حق بہر صورت دینا پڑے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

لفظی ترجمہ :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ اور جہاد کرو اس کے راستے میں لَعَلَّكُمْ

تُفۡلِحُوۡنَ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ اگر بے شک ان کے لئے ہو مَّا فِی الۡاَرۡضِ جو کچھ زمین میں ہے جَمِیۡعًا سارا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اور بھی ہو اس کے ساتھ لِیَفۡتَدُوۡا بِهٖ تا کہ وہ فدیہ دیں اس کا مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ قیامت کے دن کے عذاب سے مَاتُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ نہیں قبول کیا جائے گا ان سے وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک یُرِیۡدُوۡنَ ارادہ کریں گے اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ اس کا کہ نکلیں وہ آگ سے وَمَاهُمۡ بِخَارِجِیۡنَ مِنۡهَا اور نہیں ہوں گے وہ دوزخ سے نکلنے والے وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دائمی وَالسَّارِقُ چور مرد وَالسَّارِقَةُ اور چور عورت فَاقۡطَعُوۡا اَیۡدِیَهُمَا پس کاٹو تم ان دونوں کے ہاتھ جَزَآءً سزا ہے بِمَا کَسَبَا اس کی جو انہوں نے حرکت کی نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ عبرت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے فَمَنۡ تَابَ پس جس نے توبہ کر لی مِنۡ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ اپنے ظلم کرنے کے بعد وَاَصۡلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ یَتُوۡبُ عَلَیۡهِ اس کی توبہ قبول کرے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تقویٰ کا مفہوم :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ رب تعالیٰ سے ڈرنے کا کیا معنی ہے وہ تو بڑی رحیم و کریم ذات ہے رؤف ورحمٰن ذات ہے۔ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اس کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جب تم نافرمانی کرو گے تو اس کی پکڑ اور عذاب آئے گا۔ لہٰذا اس کی مخالفت اور نافرمانی سے بچو۔

وسیلہ کا حکم :

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو نماز کے ساتھ روزے کے ساتھ جہاد کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ، صدقہ، خیرات کے ساتھ۔ غرضیکہ جو بھی نیکی کے کام ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو چونکہ نیک لوگوں کے ساتھ محبت بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس لئے یہاں یہ بحث بھی چلتی ہے کہ آیا کسی بزرگ کے وسیلے اور واسطے سے دعا کرنی جائز ہے یا نہیں؟۔

وسیلہ کے جواز کی صورت :

مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اے پروردگار! آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے میرا یہ کام کردے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل سے میرا یہ کام کردے یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے میرا کام کردے۔ یا یوں کہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

کی برکت سے میرا کام کردے یا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جاہ سے میرا کام کر دے۔ یا یوں کہے اے پروردگار! حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے سے میرا کام کر دے لفظ وسیلہ کی تخصیص نہیں ہے وسیلہ، واسطہ، طفیل، جاہ، صدقہ، حرمت سب کا ایک ہی معنی ہے تو اس مسئلہ میں تفصیل ہے کہ آیا جس بزرگ کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہے۔

اس کے متعلق اس کا کیا نظریہ ہے اگر ان کو حاضر و ناظر عالم الغیب مختار کل سمجھ کر ان کا واسطہ دے رہا ہے کہ وہ بزرگ میرا کام اللہ تعالیٰ سے کرا دیں گے چاہے اللہ تعالیٰ راضی ہو یا نہ ہو۔ تو یہ خالص کفر اور شرک ہے اور مشرکین مکہ والا عقیدہ ہے۔ اس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اور اگر نبی، ولی، شہید کو حاضر و ناظر، عالم الغیب، مختارِ کل، متصرف فی الامور نہیں سمجھتا اور نہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ ہر حال میں وہ میرا کام کروا دیں گے بلکہ اس نظریہ کے تحت واسطہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر میرا ایمان ہے۔ اور ان کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور اولیاء اللہ کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور ان کے ساتھ محبت اور ایمان عمل صالح ہے۔

لہٰذا اس عمل صالح کی وجہ سے سوال کرتا ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ توسل بالعمل الصالح ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور اگر اس تفصیل کو سامنے نہیں رکھتا مطلقاً لفظ وسیلے واسطے کا بولتا ہے تو پھر مکروہ ہے۔ کیونکہ ایسا لفظ بولنا کہ جس کا دوسرا معنی بھی بن سکتا ہو مکروہ ہے جب تک مراد کی تعیین نہ کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا. رَاعِنَا نہ کہو اُنْظُرْنَا کہو۔ کیونکہ یہودی اس سے غلط مطلب لیتے ہیں۔

جہاد کا مفہوم :

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ اور جہاد کرو اس کے راستے میں۔ جہاد میں ہر قسم کا جہاد ہے یعنی مالی، جانی، قلمی، زبانی حدیث پاک میں آتا ہے۔ جَاهِدُوْا بِالْمُشْرِكِيْنَ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ مشرکوں کے ساتھ جہاد کرو زبانوں سے جانوں سے اور مالوں سے۔ حق بات کرنا زبان کا جہاد ہے اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ بہترین جہاد ظالم جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنا، مالی جہاد ہے اپنی جان کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنا بدنی جہاد ہے۔ فرمایا...... لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

عذابِ الٰہی سے کوئی مفر نہیں :

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں لَوْ اَنَّ لَهُمْ اگر بے شک ان کے لئے ہو مَّا فِي الْاَرْضِ جو کچھ زمین میں ہے جَمِيْعًا سارا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا اور بھی ہو اس کے ساتھ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ تاکہ وہ فدیہ دیں اس کا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کے عذاب سے مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ نہیں قبول کیا جائے گا ان سے۔ اور تیسرے پارے کے آخری رکوع میں ہے مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا سونے سے بھری ہوئی زمین۔ یہاں اجمال ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ سارا سونا ہی سونا ہو یعنی مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کے فرش سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو۔ اور یہ سارا مال قیامت کے دن عذاب کے بدلے میں دینا چاہیں کہ یہ دے کر عذاب سے بچ جائیں تو قبول

نہیں کیا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں سونا ہوگا کس کے پاس مرنے کے بعد تو کسی کے پاس ایک ماشہ بھی ہو تو اتار لیتے ہیں اور اگر فرض کرو ہو بھی قبول نہیں کیا جائے گا عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔

دیکھو! سودا بڑا مہنگا بھی ہے اور سستا بھی ہے۔ آخرت کے اعتبار سے تو بڑا مہنگا ہے اور دنیا کے اعتبار سے بڑا سستا ہے کہ انسان زبان سے کلمہ پڑھے دل سے تصدیق کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور احکام شرع پر طاقت کے مطابق عمل کرے آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور آخرت کے اعتبار سے بڑا مہنگا ہے کہ زبان سے کلمہ نہ پڑھے دل سے تصدیق نہ کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے احکامات الٰہیہ کو توڑے اور اسی حال میں مر جائے تو پھر عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔ چاہے زمین کے برابر اور اس کے مثل اور بھی سونا بدلے میں دے دے تو قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک يُرِيْدُوْنَ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ اس کا کہ نکلیں وہ آگ سے وَمَاهُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا اور نہیں ہوں گے وہ دوزخ سے نکلنے والے وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ اور ان کے لئے عذاب ہوگا دائمی۔ اس سے پہلے ڈاکوؤں کی سزا بیان ہوئی تھی۔ اب چوروں کی سزا کا بیان ہے ارشادِ ربانی ہے..........

چور کی سزا :

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ اور چور مرد اور چور عورت فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا پس کاٹو تم ان دونوں کے ہاتھ۔

چوری کی مقدار :

اس مسئلہ میں فقہاءِ کرامؒ کا اختلاف ہے کہ کتنی مالیت پر ہاتھ کاٹا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس وقت ڈھال کی قیمت تین درہم یا پانچ درہم ہوتی تھی۔ بعض روایات میں دس درہم کا ذکر بھی آتا ہے۔

ائمہ کرامؒ کے اقوال :

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ دس درہم کی مالیت کی چوری ہو تو چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا ایک درہم ساڑھے تین ماشے چاندی کا ہوتا ہے۔ دوبارہ چوری کرے گا تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اگر تیسری مرتبہ چوری کرے گا تو ملزم کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ یہ یقین ہو جائے کہ اس نے اس فعل سے توبہ کرلی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ چوری کی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا دوسری مرتبہ چوری کی ہے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا تیسری مرتبہ کی ہے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر چوتھی مرتبہ کرے گا تو اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا یقین جانو دو چار چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو ملک سے چوری کا نام ونشان ختم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ بے شک سزا سخت ہے اور بے دین انگریزی ذہن رکھنے والے مغربی طرز کے لوگ شرعی سزاؤں کو جابرانہ وحشیانہ اور ظالمانہ کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ چور اور ڈاکو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟ بے شک سزائیں سخت ہیں مگر ان کے لئے جو چوری ڈکیتی کریں گے۔ دوسروں کے لئے تو یہ سزائیں نہیں

ہیں۔سزا جرم کے مطابق ہوتی ہے۔

شرعی حد میں سفارش کا واقعہ :

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی قبیلہ بنو مخزوم قریش کی ایک شاخ ہے۔ابو جہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا اسی قبیلہ سے تھا۔تو بنو مخزوم بڑے پریشان ہوئے کہ ابھی تو اس کی شادی بھی نہیں ہوئی ہاتھ کاٹا گیا تو اس کو کون قبول کرے گا انہوں نے سفارشی تلاش کیا جو آنحضرت ﷺ سے سفارش کرے کہ ہاتھ کاٹنے کی بجائے کوئی اور سزا دے دی جائے۔اور تو کسی نے حامی نہ بھری حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو بڑی محبت تھی اور انہی دنوں میں ان کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ موتہ میں شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ بھی آنحضرت ﷺ کو بڑا پیار تھا تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔یہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے خدمت کے ساتھ ساتھ باتوں باتوں میں کہنے لگے حضرت سنا ہے کوئی چوری ہوئی ہے؟۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ہوئی ہے۔حضرت کس نے کی ہے؟ فرمایا قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے کی ہے۔حضرت اب کیا بنے گا؟۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔کہنے لگے حضرت اگر اس کو کوڑے مارے جائیں یا قید کر دیا جائے تو کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا **أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ** اے اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی حدود ٹالنے میں سفارش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا یہ ہے مساوات کہ قانون سب کے لئے برابر ہو یہ نہیں کہ بڑے کے لئے اور قانون اور چھوٹے کے لئے اور قانون۔اور اس کا نام مساوات نہیں ہے کہ مکان سب کے ایک جیسے ہوں مال سب کے

پاس برابر ہو، صحت سب کی ایک جیسی ہو، بیوی سب کی ایک جیسی ہو، اولاد سب کی ایک جیسی ہو، یا جس طرح روٹی کپڑا مکان کی برابری کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ فرمایا یہ جو سزا ہے.........

جَزَآءً م بِمَا كَسَبَا سزا ہے اس کی جو انہوں نے حرکت کی نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ عبرت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ کہ اس کے احکامات حکمت کے عین مطابق ہیں۔ فَمَنْ تَابَ پس جس نے توبہ کر لی مِنْ م بَعْدِ ظُلْمِهٖ اپنے ظلم کرنے کے بعد وَأَصْلَحَ اور اس نے اصلاح کر لی فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ توبہ سے رب تعالیٰ کا حق معاف ہو جائے گا بندے کا حق معاف نہیں ہوگا۔ بندے کا حق ادا کرنے سے یا معاف کرانے سے معاف ہوتا ہے۔ محض زبانی توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے حق دبائے رکھے اور زبان سے کہے میری توبہ، میری توبہ یہ محض دھوکہ ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے مہربانی فرمائی ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۞ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ ۙ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞

لفظی ترجمہ :

اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو اے مخاطب نہیں جانتا اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ لَهٗ اس کے لئے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا مالک وَالْاَرْضِ اور

زمین کا یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دیتا ہے جس کو چاہے وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ
اور بخشتا ہے جس کو چاہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز
پر قادر ہے یٰٓاَیُّھَاالرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) لَایَحْزُنْکَ نہ غم میں ڈالیں
آپ کو الَّذِیْنَ وہ لوگ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف
مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں میں سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا جنہوں نے کہا ہم ایمان لائے
بِاَفْوَاھِھِم اپنے مونہوں سے صرف وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ اور نہیں ایمان
لائے دل ان کے وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں
سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سنتے ہیں وہ جھوٹ کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سنتے ہیں
وہ دوسری قوم کے لئے لَمْ یَاْتُوْکَ وہ قوم آپ ﷺ کے پاس نہیں آئی
یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ بدل دیتے ہیں کلموں کو مِنْ ، بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ اپنی جگہ پر
بیٹھنے کے بعد یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا اگر تمہیں دی گئی یہ چیز
فَخُذُوْہُ پس اس کو لے لینا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ اور اگر تمہیں وہ چیز نہ دی جائے
فَاحْذَرُوْا تو بچنا اس سے وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ
فِتْنَتَہٗ اس کو فتنے میں ڈالنے کا فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ پس ہرگز آپ ﷺ اس کے
مالک نہیں ہیں مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کے اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ وہ، وہ لوگ ہیں لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اَنْ یُّطَھِّرَ
قُلُوْبَھُمْ یہ کہ ان کے دلوں کو پاک کرے لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ان کے

لئے دنیا میں رسوائی ہے وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ اور ان کے لئے آخرت میں عَذَابٌ عَظِيمٌ عذاب ہے بڑا۔

حدزنا میں خیانت کا واقعہ :

اس سے پہلی آیات میں چوری اور ڈکیتی کی سزا کا بیان تھا آئندہ آیات میں ضمنی طور پر زنا کی سزا کا ذکر ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ خیبر کے علاقہ میں یہود کے ایک اونچے خاندان کی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا جرم سامنے آنے پر اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ خیبر کے علاقہ میں سو فیصد آبادی یہودیوں کی تھی اور بڑا زرخیز علاقہ تھا ہر قسم کا اناج، پھل، سبزیاں پیدا ہوتی تھیں۔ اور جتنی قسم کی کھجور خیبر کے علاقہ میں ہوتی تھی اور کسی علاقہ میں نہیں ہوتی تھی۔ چھوٹے طبقے کے لوگوں نے احتجاج کیا کہ اگر ہم میں سے کسی سے خیانت ہو جائے تو فوراً سزا دیتے ہو۔ ان کو کیوں نہیں دی جاتی اس لئے کہ یہ اونچے طبقے کے ہیں۔ عوامی آواز اگر اٹھ جائے تو اثر رکھتی ہے۔ جب احتجاج زیادہ ہوا تو دونوں خاندانوں کو فکر ہوئی کہ عوامی آواز کو دبانا بہت مشکل ہے لہٰذا غور وفکر کرو کہ اس کا کیا ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ عوامی ردعمل کو روکنے کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔ لہٰذا محمد (ﷺ) سے فیصلہ کرا لیتے ہیں کیونکہ ان کی شریعت ہماری شریعت سے نرم ہے اور یہ بات تم جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں وہی پیغمبر ہیں جنہوں نے سب سے آخر میں مبعوث ہونا تھا اور جن کی ہم بشارتیں بیان کرتے تھے اور اپنے علماء سے سنتے تھے باقی اس بات کا عوام کے سامنے ذکر نہ کرنا تو چونکہ ان کی شریعت نرم ہے اور ہماری شریعت میں احکام بڑے سخت ہیں۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ اس طرح احتجاج ختم ہو جائے گا ان کی شریعت میں احکام سخت تھے۔

مثلاً پانی نہ ہونے کی صورت میں ان کو تیمم کی اجازت نہیں تھی بیمار ہو پھر تیمم کی اجازت نہیں تھی ہمیں اجازت ہے۔ ان کو مسجد کے علاوہ کسی جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہمیں اجازت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے ہر پاک جگہ پر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ان کو مالِ غنیمت کھانے کی اجازت نہیں تھی ہمیں اجازت ہے ان پر زکوٰۃ کے مال کا چوتھائی حصہ فرض تھی۔ اور ہمارے اوپر چالیسواں حصہ ہے۔ ان کے کپڑوں پر نجاست لگ جاتی خون لگ جاتا، زخم کی پیپ لگ جاتی۔ تو اس جگہ سے کپڑا قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ چاہے کپڑا کتنا قیمتی کیوں نہ ہوتا۔ مثلاً کمبل پر گندگی لگ جائے تو اس کو کاٹنا کتنا دشوار ہے مگر ان کو حکم تھا تو کہنے لگے ہماری شریعت بڑی سخت ہے ان کی شریعت نرم ہے۔ لہٰذا ان سے فیصلہ کرا لیتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی مشورہ میں طے ہوا کہ اگر محمد (ﷺ) بھی کوئی سخت حکم دیں تو قبول نہ کرنا ہاں اگر کوئی نرم سا فیصلہ فرما دیں کہ مثلاً چند کوڑوں کا حکم دیں یا جرمانہ کر دیں یا کچھ دنوں کی قید کا حکم دیں۔ تو تسلیم کر لینا چنانچہ یہودیوں کا یہ وفد جس میں مرد بھی تھے عورتیں بھی تھی۔ ان کے علماء بھی تھے۔ علماء میں عبداللہ بن صوریا جوان کا سب سے بڑا عالم تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا وہ بھی شامل تھا یہ فدک کا رہائشی تھا جو خیبر سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

تورات کے احکام اور شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام):

مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ مدینہ منورہ میں جو منافق تھے ان کے ساتھ ان کی رشتہ داریاں تھیں۔ چنانچہ ان کے گھروں میں ٹھہرے کیونکہ منافق پہلے یہودی تھے ان کو انہوں نے بتایا کہ اس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں عام لوگوں کو بھی اطلاع ہوگئی۔ صبح کو جب انہوں نے اپنا مسئلہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش

کیا۔ تو بڑا عظیم مجمع تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام بھی پہلے یہودی تھے بلکہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے۔ وہ بھی تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس آئے ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب توراۃ ہے اس کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کیا۔ کہنے لگے توراۃ تو ہے مگر اس میں اس مسئلے کا کوئی واضح حکم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا توراۃ لاؤ، توراۃ لائی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہاں اس جرم کا ذکر ہے وہاں سے پڑھو۔

عبداللہ بن صوریا کی خیانت :

عبداللہ بن صوریا نے پڑھنی شروع کی مگر اس میں خیانت کی۔ یعنی درمیان کی وہ آیات جن میں زنا کا حکم تھا کھا گیا حضرت عبداللہ بن سلام ابول پڑے کہ حضرت یہ خیانت کر رہا ہے رجم کی آیتیں چھوڑ گیا ہے کیونکہ توراۃ میں بھی شادی شدہ زانی مرد عورت کی سزا رجم ہی تھی۔ چنانچہ ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا۔ پہلے یہ بات سمجھائی کہ آسمانوں اور زمینوں پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے وہ اپنے ملک میں جس طرح کا قانون نافذ کرے کر سکتا ہے۔ تم کون ہو اعتراض کرنے والے کہ یہ سنگین سزائیں ہیں فرمایا......

خلاصہ تفسیر :

اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو اے مخاطب کیا تو نہیں جانتا اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا۔ اپنے ملک میں جیسا چاہے قانون نافذ کر سکتا ہے۔ آج دنیا کے حکمران کہتے ہیں کہ اگر ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کی یہ سزا ہوگی وہ سزا ہوگی اگر یہ اپنے قانون کی

خلاف ورزی پر سزا دے سکتے ہیں تو رب کائنات اپنے احکام کی خلاف ورزی پر کیوں نہیں سزا دیتے سکتا؟۔

یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دیتا ہے جس کو چاہے وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ اور بخشتا ہے جس کو چاہے۔ جو اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرے گا اس کو سزا دے گا اور جو تعمیل کرے گا اس کو بخشے گا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے اس واقعہ کا ذکر ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) لَا یَحْزُنْکَ نہ غم میں ڈالیں آپ ﷺ کو اَلَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ وہ لوگ جو کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ ان منافقوں کا ذکر ہے جن کے پاس یہودی آکر ٹھہرے تھے۔

مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ان لوگوں میں سے جنہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں بِاَفْوَاھِھِمْ اپنے مونہوں سے صرف۔ یعنی ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ تھا کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ اور نہیں ایمان لائے دل ان کے۔ ان منافقوں کی وجہ سے تم غمگین نہ ہو۔

وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں۔ ان سے بھی پریشان نہ ہوں چاہے وہ مقامی یہودی ہیں یا جو خیبر سے آئے تھے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سنتے ہیں وہ جھوٹ کو۔ یعنی وہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں۔ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سنتے ہیں وہ دوسری قوم کے لئے لَمْ یَاْتُوْکَ وہ قوم آپ ﷺ کے پاس نہیں آئی۔ وہ خیبر میں ہیں جنہوں نے ان کو بھیجا ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ ، بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ بدل دیتے ہیں کلموں کو اپنی جگہ پر بیٹھنے کے بعد۔ یعنی رب تعالیٰ کے حکموں کو بدلتے ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ بالکل واضح صاف اور قائم ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا اگر تمہیں دی گئی یہ چیز۔ یہ حکم دیں کہ ان کو قید کر دو یا کوڑوں یا جرمانے کی سزا دے دیں۔ تو فَخُذُوْہُ پس اس کو لے لینا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ اور اگر تمہیں وہ چیز نہ دی جائے۔ یعنی اس طرح کا نرم حکم نہ ملے۔

فَاحْذَرُوْا تو بچنا اس سے۔ نہ ماننا اس کو تسلیم نہ کرنا آنے والے وفد کو یہ سبق پڑھا کر بھیجا گیا تھا کہ رجم کا حکم دیں تو تسلیم نہ کرنا کیونکہ یہ تو ہماری کتاب توراۃ میں بھی موجود ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ اور وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو فتنے میں ڈالنے کا۔ اور رب تعالیٰ فتنے میں ایسے ہی ڈالتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے۔

فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا پس ہرگز آپ ﷺ اس کے مالک نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کے۔ جو آدمی اپنی مرضی سے کفر میں ڈوبا ہوا ہو تو رب تعالیٰ اس کو جبراً تو ہدایت نہیں دیتا بلکہ اسے فتنے میں مبتلا رکھتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ وہ، وہ لوگ ہیں لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَھِّرَ قُلُوْبَھُمْ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا یہ کہ ان کے دلوں کو پاک کرے۔ کیونکہ وہ خود پاک ہونا نہیں چاہتے۔ رب تعالیٰ کا اصول یہ ہے وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ جبراً کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ (پارہ : ۲۸)۔ پس جب ان لوگوں نے کجروی کی اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ٹیڑھے کر دیئے یعنی جب کوئی غلط راستے پر چلتا ہے تو رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دیتا ہے۔

عبداللہ بن صوریا کا انجام :

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ وہ اس طرح کہ اتنے بڑے مجمع میں جس میں یہودی بھی تھے عیسائی بھی تھے۔ مسلمان بھی تھے اور کافر بھی تھے ان کا سب سے بڑا عالم عبداللہ بن صوریا رسوا ہو گیا۔ جب اس نے توراۃ پڑھنی شروع کی اور درمیان سے آیتیں چھوڑ گیا اور حضرت عبداللہ بن سلام انے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ رجم کے حکم والی آیتیں کھا گیا ہے اور انہوں نے وہ آیتیں پڑھ کر سنا دیں اور یہودیوں سے پوچھا کہ بتاؤ بھائی! یہ آیتیں توراۃ میں ہیں یا نہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ پھر ابن صوریا سے پوچھا کہ یہ آیتیں ہیں یا نہیں؟ کہنے لگا ہیں تو سب کے سامنے شرمندہ ہوا اس سے بڑھ کر ذلت اور رسوائی کیا ہو گی۔

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لئے ہے آخرت میں عذاب بڑا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے حکموں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جو ان کے پاس توراۃ میں موجود ہیں۔ آگے مزید تفصیل آئے گی ان شاء اللہ العزیز۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۴۲ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۳

لفظی ترجمہ :

سَمّٰعُوْنَ وہ بہت سننے والے ہیں لِلْكَذِبِ جھوٹ کو اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ اور کھاتے ہیں حرام فَاِنْ جَآءُوْكَ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ یا ان سے اعراض کریں وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ اور اگر ان سے اعراض کریں گے فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا تو ہرگز وہ آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کچھ بھی وَاِنْ حَكَمْتَ اور اگر آپ فیصلہ کریں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان بِالْقِسْطِ انصاف کے مطابق اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں

سے وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ اور کیسے یہ لوگ آپ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ اور حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ پھر وہ روگردانی کرتے ہیں مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں وہ لوگ توراۃ پر ایمان لانے والے۔

گناہ کا اقرار بھی ایک خوبی ہے:

اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ خیبر کے علاقے میں ایک اونچے خاندان کے شادی شدہ مرد نے دوسرے اونچے درجے کے خاندان کی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا بڑوں نے ان کے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی مگر عوامی احتجاج کے سامنے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم سے) فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی شریعت نرم ہے۔ اور یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر وہ سخت حکم دیں تو تسلیم نہ کرنا اور نرم سا حکم دیں تو تسلیم کر لینا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملزمان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ اچھا زمانہ تھا لوگ برائی کر کے اقرار بھی کرتے تھے آج کے زمانے میں جرم کا اقرار کرنے والا کون ہے۔ میں کہتا ہوں بڑے سے بڑا مسلمان بھی جرم کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ خصوصاً وہ جرم جس کی وجہ سے اس پر زد پڑتی ہو بلکہ دس دلیل کرتا ہے۔ اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے اور ہزار دلیلیں پیش کرتا ہے کہ میرے اوپر جھوٹا الزام ہے لیکن اس زمانے میں لوگ جرم کا اقرار کرتے تھے۔

بچی کے قتل کا واقعہ :

چنانچہ ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مدینہ طیبہ میں ایک انصاری اپنی بیوی اور آٹھ سالہ بچی کے ہمراہ اپنے باغ میں کام کررہے تھے کہ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم ماں بیٹی جاؤ اور کھانے کا انتظام کرو۔ تاکہ میرے آنے سے پہلے کھانا تیار ہو۔ ماں بیٹی جب گھر پہنچیں تو دیکھا کہ پانی نہیں ہے قریب کنواں تھا جس سے عام لوگ پانی بھرتے تھے اس نے بیٹی کو برتن دیا کہ کنویں پر جا تجھے بھی کوئی پانی بھر دے گا۔ پانی لاؤ تا کہ روٹی کا انتظام کریں سوئے اتفاق کہ اس وقت کنویں پر ایک یہودی کے علاوہ کوئی آدمی نہیں تھا بچی کے گلے میں ایک قیمتی موتیوں کا ہار تھا۔ یہودی کی نیت بری ہوگئی۔ اس نے ہار چھیننے کی کوشش کی بچی نے مزاحمت کی۔ مگر وہ نوجوان تھا یہ بچی تھی کیا تقابل تھا؟ اس نے ہار چھین لیا بچی نے کہا کہ میں تجھے جانتی ہوں اور تیرے نام سے واقف ہوں میں اپنے ابو کو بتاؤں گی کہ فلاں یہودی نے میرا ہار چھینا ہے۔ تو یہودی نے اپنا جرم چھپانے کے لئے بچی کو پکڑا ایک پتھر پر سر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر مارا اور یہ سمجھ کر کہ مرگئی ہے وہاں سے بھاگ گیا ادھر ماں کو فکر ہوئی کہ کافی دیر ہوگئی ہے بچی ابھی تک پانی لے کر نہیں آئی۔ اس نے پڑوسن کو بلایا کہ بچی کو پانی لینے کے لئے بھیجا تھا واپس نہیں آئی میں اس کی خبر لینے کے لئے جاتی ہوں میرے گھر کا خیال رکھنا۔ جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ بچی تڑپ رہی ہے۔ شور مچانے پر لوگ اکٹھے ہوگئے۔ بچی سے پوچھتے، فلاں نے مارا ہے؟ فلاں نے مارا ہے؟ وہ سر ہلا دیتی جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے سر ہلا کر کہا ہاں۔ اس نے مارا ہے بچی تو تڑپ تڑپ کر فوت ہوگئی اس یہودی کو بلا کر پوچھا کہ اس بچی کو تو نے مارا ہے تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہاں یہ غلطی مجھ

سے ہوئی ہے۔ اگر انکار کر جاتا تو کون سے وہاں گواہ موجود تھے کیونکہ اچھا زمانہ تھا لوگ جرم کا اقرار کر لیتے تھے۔ چنانچہ اس کو اسی طرح سر کچل کر مار دیا گیا۔

سنگساری کا فیصلہ :

تو خیر! بات یہ ہو رہی تھی کہ خیبر والے یہودی جوڑے نے اپنے جرم کا اقرار کیا کہ ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تورات کے مطابق ان کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور ان کو مدینہ طیبہ میں سنگسار کیا گیا۔ باقی تفصیل پچھلے سبق میں گزر چکی ہے۔ آگے بھی انہیں لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا.........

"سحت" کی تفسیر :

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ وہ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو۔ یعنی یہ لوگ جھوٹ سننے کے عادی ہیں جھوٹی باتوں سے ان کو تسلی اور اطمینان رہتا ہے اور راضی رہتے ہیں۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ اور کھاتے ہیں حرام۔ ایک ہوتی ہے رشوت اور ایک ہے سحت۔ رشوت عام کاموں میں چلتی ہے کہ کوئی کام اڑا ہوا ہے نہیں ہو رہا رشوت دے کر نکلوا لیا اور قاضی اور جج کو غلط فیصلہ کرانے کے لئے جو پیسے دیئے جاتے ہیں اسے عربی میں سحت کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی جج ہے قاضی ہے وہ مجرم سے براہِ راست پیسے لیتا ہے یا کسی ایجنٹ کے ذریعہ لیتا ہے تو یہ رقم سحت ہے حرام ہے اور یہودیوں کے بڑے اس چیز کے عادی تھے۔ بس مجرم نے تھوڑا سا اشارہ کر دیا کہ ہم آپ کی خدمت کر دیں گے بس فیصلہ اس کے حق میں ہو جاتا تھا رشوت کی طرح سحت بھی حرام ہے۔

رشوت خور کی کمائی :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاهُمَا فِی النَّارِ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں اور ایک حدیث میں اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ وَالرَّائِشِ بَیْنَهُمَا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اور ان کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔ مسئلہ یاد رکھنا! جو لوگ رشوت دے کر ملازمتیں حاصل کرتے یا رشوت دے کر دوسرے ممالک میں جاتے ہیں ان کی تمام کمائی حرام کی ہے حج کرے گا حرام زکوٰۃ دے گا حرام۔ کیونکہ سب حرام ہے ہاں ایک صورت میں رشوت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے وہ یہ کہ اگر اپنا حق رشوت کے بغیر نہیں ملتا تو رشوت دے کر اپنا حق لے لے۔ مثلاً ایک آدمی کے مکان یا زمین پر کسی ظالم نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ اور رشوت کے بغیر اپنا مکان یا زمین وغیرہ حاصل نہیں کرسکتا تو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے بامر مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے۔ دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔ فرمایا.........

فَاِنْ جَآءُوْکَ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ یا آپ (ﷺ) ان سے اعراض کریں کہ فیصلہ نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ آپ کا کلمہ تو نہیں پڑھتے لیکن اگلے رکوع میں آئے گا کہ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا اب حکم یہ ہے کہ غیر مسلم بھی آئے گا تو اس کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ اور اگر ان سے اعراض کریں گے فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا تو

ہرگز وہ آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کچھ بھی۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔
وَاِنْ حَكَمْتَ اور اگر آپ فیصلہ کریں فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان انصاف کے مطابق کہ اس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجم ہوتی ہے کہ مجرم کو میدان میں کھڑا کریں اور سارے لوگ پتھر ماریں کہ وہ مر جائے۔ اب ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تو رجم کو انصاف فرمائیں اور ہمارے لیڈر کہیں کہ یہ سزائیں جابرانہ ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں اور مسئلہ یاد رکھنا! اسلامی سزاؤں کو جابرانہ ظالمانہ اور وحشیانہ کہنے والے قطعاً مسلمان نہیں ہیں ان کو جو مسلمان سمجھے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ قطعی کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔ آنحضرت ﷺ نے انصاف کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق دونوں کو مدینہ طیبہ میں رجم کیا گیا اور ان کی میتیں واپس بھیجی گئیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ اور کیسے یہ لوگ آپ کو ثالث تسلیم کرتے ہیں وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ اور حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے۔ اس میں زنا کے متعلق اللہ کا حکم موجود ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے مگر یہ لوگ مغالطے کا شکار تھے کہ آخری پیغمبر کی شریعت میں بہت سارے احکامات نرم ہیں اس جرم کا بھی کوئی نرم سا حکم ہوگا اگر ان کو معلوم ہوتا کہ اسلام میں بھی اس جرم کی یہی سزا ہے تو آپ ﷺ کے پاس کبھی نہ آتے۔ تو فرمایا فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے۔

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر وہ روگردانی کرتے ہیں اس کے بعد۔ یعنی

اقرار تو کرتے ہیں توراۃ کے ماننے کا مگر اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر مانتے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی وہیں اپنی کتاب توراۃ کے مطابق فیصلہ کرا لیتے۔ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں وہ لوگ توراۃ پر ایمان لانے والے۔ یہ سہولتیں تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نرم سا حکم مل جائے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّنُوْرٌ ج یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ ج فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ط وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰۃَ بے شک ہم نے نازل کی توراۃ فِیْھَا ھُدًی وَّنُوْرٌ جس میں ہدایت تھی اور روشنی یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ فیصلہ کرتے تھے اس کے مطابق نبی الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا جو فرمانبردار تھے لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ اور پیر بھی اس کے مطابق فیصلہ کرتے رہے وَالْاَحْبَارُ اور عالم بھی بِمَا اسْتُحْفِظُوْا اس لئے کہ ان کو نگران بنایا گیا تھا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ اور وہ اس پر گواہ تھے فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ پس نہ ڈرو تم لوگوں سے وَاخْشَوْنِیْ اور مجھ سے ڈرو وَلَا تَشْتَرُوْا اور نہ خریدو بِاٰیٰتِیْ میری آیتوں کے بدلے ثَمَنًا قَلِیْلًا

قیمت تھوڑی وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ اور جو فیصلہ نہ کرے بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ پس وہی لوگ کافر ہیں۔

پچھلے سبق میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ خیبر کے یہودی زنا کا مقدمہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ کوئی نرم سا فیصلہ فرما دیں۔ حالانکہ اس جرم کی سزا اسلام میں بھی وہی تھی جو توراۃ میں تھی اس لئے فرمایا کہ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ یہ آپ کو ثالث کیسے تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے۔ اس رکوع میں توراۃ کی جامعیت اور مقام کو بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ کوئی معمولی کتاب نہیں ہے اپنے زمانے میں بڑی اہم اور جامع کتاب تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا درجہ قرآن کریم کا ہے۔ جو اسی شکل میں موجود ہے جس شکل میں لوح محفوظ میں موجود تھا اس کی زبر زیر میں بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ امت مسلمہ نے جانوں کے نذرانے پیش کئے مگر قرآنِ کریم میں تحریف نہیں ہونے دی چونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب تعالیٰ نے لیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ : ١٤) بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگران و محافظ ہیں۔ اس کے لفظوں کی حفاظت ہوئی ہے رسم الخط کی حفاظت ہوئی ہے ترجمے کی حفاظت ہوئی ہے مفہوم اور تفسیر کی حفاظت ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو اپنی اصلی شکل میں موجود ہو۔

توراۃ کا مقام ومرتبہ :

قرآنِ کریم کے بعد آسمانی کتابوں میں توراۃ کا درجہ بہت بلند ہے۔ ہزاروں سال اس کے مطابق فیصلے ہوتے رہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰةَ بے شک ہم نے نازل کی توراۃ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ '' جس میں ہدایت تھی اور روشنی۔ رب تعالیٰ کے احکام وہدایت پر مشتمل تھی۔ اور اس میں روشنی کی باتیں تھیں۔

يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ فیصلہ کرتے تھے اس کے مطابق نبی الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا جو فرمانبردار تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت :

یہ اَسۡلَمُوۡا اس لئے فرمایا کہ اس زمانے میں بھی کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہوگئے تھے جس طرح آنحضرت ﷺ کی امت میں کئی آدمیوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوۃ کا دعویٰ کردیا تھا اور مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کے پاس آدمی بھیجے کہ تم ہمارے ساتھ صلح کرلو اس طرح کہ شہری حلقے کے پیغمبر تم اور دیہاتی حلقے کے ہم رہیں یعنی نبوۃ کو شہری اور دیہاتی حلقے میں تقسیم کرلیں۔ مسیلمہ کذاب یمامہ میں قتل ہوا اور اسود عنسی بھی قتل ہوا ان کے بعد طلیحہ بن خویلد نے نبوۃ کا دعویٰ کیا مگر جنگ میں شکست کھا کر بھاگ گیا اور حضرت عمر ؓ کے دورِ خلافت میں مسلمان ہوا۔

سجاح نامی ایک عورت نے نبوۃ کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جنگ میں شکست کھا کر روپوش ہوگئی بعد میں حضرت معاویہ ؓ کے دور میں مسلمان ہوئی۔ اب تک جھوٹے نبی چلے آرہے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے جہاد منسوخ کرنے کے لئے نبی

بنایا تھاچنانچہ اس نے جہاد کی منسوخی کا اعلان کیااور کہا ۔

دین میں حرام ہے اب جنگ وجدال

تا کہ انگریز کے خلاف کوئی جہاد کے لئے کھڑا نہ ہواور اس کے بعد کئی لوگوں نے نبوۃ کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔لیکن توراۃ کے مطابق جن پیغمبروں نے فیصلے کیے وہ سچے پیغمبر تھے۔

لِلَّذِينَ هَادُوا ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے۔کیونکہ توراۃ یہودیوں کے لئے نازل ہوئی تھی موسیٰؑ تک ہزاروں پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تمام نے توراۃ کے مطابق ہی فیصلے کیے ہیں۔ وَالرَّبَّانِيُّونَ اور پیر کامل مشائخ رب والے بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے وَالْأَحْبَارُ اور علماء بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے پیغمبر پیر کامل علماء چار ہزار سال تک توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے رہے کیونکہ قرآنِ کریم توراۃ کے چار ہزار سال بعد نازل ہوا ہے۔ یہ تمام توراۃ کے مطابق کیوں فیصلے کرتے رہے فرمایا.........

بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ اس لئے کہ ان کونگران بنایا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کرنی ہے اور واقعی انہوں نے اپنے دور میں توراۃ کی حفاظت کی لیکن اس وقت قرآن کریم کے سوا کوئی آسمانی کتاب توراۃ انجیل، زبور اپنی اصلی شکل میں نہیں مل سکتی۔

عیسائیوں کی پانچ اناجیل :

اس وقت پانچ انجیلیں موجود ہیں۔ ① انجیل متی۔ ② انجیل مرقس۔ ③ انجیل یوحنا۔ ④ انجیل لوقا اور ⑤ انجیل برنباس۔

عیسائی پہلی چار انجیلوں کو مانتے ہیں اور برنباس کو نہیں مانتے حالانکہ ان چار کو مرتب کرنے والے تابعی ہیں اور انجیل برنباس کو مرتب کرنے والا صحابی ہے۔ برنباس حضرت عیسیٰ k کا صحابی ہے۔ صحابی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں پیغمبر کو دیکھا ہو چاہے ظاہری آنکھوں سے یا باطنی آنکھوں سے اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابی کو دیکھا ہو ایمان کی حالت میں۔ لیکن بڑی عجیب اور الٹی منطق ہے کہ صحابی کی مرتب کی ہوئی انجیل کو عیسائی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے انجیل برنباس میں دو جگہوں پر آنحضرت ﷺ کا نام مبارک محمد آیا ہے۔ اس کا اردو نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”میرے بعد لوگ میرے بارے میں بہت غلو کریں گے مجھے رب بنائیں گے رب کا بیٹا بنائیں گے تا آنکہ محمد رسول اللہ میری صفائی بیان کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ رب تھے نہ رب تعالیٰ کے بیٹے تھے اگر عیسائی انجیل برنباس کو مان لیں تو یہ الفاظ بھی تسلیم کرنے پڑیں گے اور اگر یہ الفاظ تسلیم کر لیں تو عیسائیت ختم ہوتی ہے۔“

اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہماری نہیں ہے۔ اس وقت امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں میری رائے چلے اور ایران چاہتا ہے کہ میری رائے چلے۔ اگر ہمارے حکمرانوں نے عقل سے کام نہ لیا تو ملک میں بڑی تباہی ہوگی۔ الحمد للہ ملک میں صحیح العقیدہ مسلمان موجود ہیں جو ایمان اسلام کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں اسی لئے ان کی من مانیاں پوری نہیں ہو رہیں۔

وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ اور وہ اس پر گواہ تھے کہ توراۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ پس (اے یہودیو!) تم اپنی پبلک سے نہ ڈرو کہ اگر کتاب اللہ پر

عمل کیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ وَاخْشَوْنِیْ اور مجھ سے ڈرو وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور نہ خریدو یعنی نہ لو میری آیتوں کے بدلے قیمت تھوڑی۔

ثمن قلیل کی تشریح :

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ رقم مل جائے تو لے لو ترمذی شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اگر اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی آیت ہے "ق"۔ دنیا کے سارے خزانے اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اسی طرح آسمانی کتابوں کی صحیح آیتوں کے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کے خزانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرمایا.........

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اور جو فیصلہ نہ کرے اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہیں کہ یہودیوں کے جج اور قاضی رقم لے کر غلط فیصلے کرتے تھے اور آج کل ہماری عدالتوں کا بھی یہی حال ہے۔ الا ماشاء اللہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے۔

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ پس وہی لوگ کافر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ فیصلہ کرنے والے تین قسم کے ہیں ایک جنت میں جائے گا اور دو دوزخ میں جائیں گے۔ فرمایا جو حق کو جانتا ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور فرمایا جو حق کو نہیں جانتا اور فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف کرتا ہے دوزخ میں جائے گا اور جو حق کو جانتے ہوئے بھی فیصلہ اس کے خلاف کرتا ہے وہ بھی دوزخ میں جائے گا تو جو رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے

وہ کافر ہیں۔ اوران کو جو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اور ہم نے لکھا تھا بنی اسرائیل پر فِيهَآ توراۃ میں اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کہ بے شک جان جان کے بدلے وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ، آنکھ کے بدلے وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ اور ناک، ناک کے بدلے وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ اور کان، کان کے بدلے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت، دانت کے بدلے وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور زخموں کا بدلہ ہے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ پس جس شخص نے صدقہ کیا اس کا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پس وہ اس کا کفارہ ہوگا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ اور جس نے فیصلہ نہ کیا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس وہ لوگ ظالم ہیں۔

توراۃ کے احکام :

توراۃ کے متعلق بیان چلا آ رہا ہے کہ وہ بڑی اہم کتاب تھی اور بڑی جامع کتاب تھی اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر مشائخ اور علماء ہزار ہا سال تک اس کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں۔ اب اس کے احکام بیان فرماتے ہیں اور ہماری شریعت کے بھی یہی احکام ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

انصاف کا شرعی طریقہ :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اور ہم نے لکھا تھا بنی اسرائیل پر توراۃ میں۔ یعنی ہم نے ان پر یہ احکام فرض فرمائے تھے کہ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے۔ یعنی اگر کوئی کسی کو قتل کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو قتل کیا جائے گا البتہ ہماری شریعت میں اتنی اجازت ہے کہ اگر وارث قصاص نہ لیں بلکہ دیت یعنی مال بدلہ میں لیں تو لے سکتے ہیں اور اگر بالکل معاف کر دیں نہ قصاص لیں نہ دیت لیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن وارثوں کے علاوہ کسی کو معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔ مگر ہمارے سروں پر آج تک انگریز کا قانون مسلط چلا آ رہا ہے کہ صدرِ مملکت اگر رحم کی اپیل سن کر معاف کرنا چاہیں تو سزائے موت کو ختم کر سکتے ہیں مگر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بے شک صدر کا عہدہ بڑا ہے۔ مگر یہ اس کا حق نہیں ہے یہ صرف وارثوں کا حق ہے چاہے امیر ہوں یا غریب ہوں۔

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ اور آنکھ بدلے آنکھ کے ہے۔ اگر کوئی کسی کی آنکھ ضائع کر دے گا تو قصاص میں اس کی آنکھ نکال دی جائے گی۔ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ اور ناک، ناک کے بدلے ہے اگر کسی نے کسی کا ناک کاٹ دیا تو قصاص میں اس کا ناک کاٹ دیا

جائے گا۔

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ اور کان، کان کے بدلے۔ اگر کسی نے کسی کا کان کاٹ دیا تو بدلے میں اس کا کان کاٹا جائے گا۔ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اور دانت، دانت کے بدلے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کا دانت توڑے گا تو قصاص میں اس کا دانت توڑ دیا جائے گا یقین جانو اگر یہ احکام نافذ ہو جائیں تو جرائم کا نام ونشان نہ رہے۔ آگے فرمایا.........

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور زخموں کا بدلہ ہے۔ جس قسم کا زخم کسی کو لگایا گیا ہے اسی قسم کا زخم بدلے میں لگایا جائے گا اگر یہ احکام ملک میں نافذ ہو جائیں تو کسی کو جنایت کی جرأت نہیں ہوگی۔ اور شریعت میں انصاف انتہائی سستا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہاں قاضی اور جج مقرر ہوگا جو قتل کے فیصلے کرنے کا بھی مجاز ہو گا اور جہاں ڈیڑھ ہزار کی آبادی ہوگی وہاں جمعہ ہوگا لہٰذا تحصیل اور ضلع کی کچہریوں میں پھرنے اور چکر لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پھر وکیل اور عرضی نویس کی بھی ضرورت نہیں ہے اور نہ درخواست پر عدالتی ٹکٹ لگانے کی ضرورت ہے۔ بس سادے کاغذ پر خود درخواست لکھ کر جج کے سامنے پیش ہو جائے اور اگر درخواست نہیں لکھ سکتا تو جج اور قاضی کے سامنے زبانی بیان دے کہ میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے مثلاً اگر کوئی قتل ہو گیا ہے تو اس کا وارث باپ ہے یا بیٹا ہے یا بھائی ہے یا جو بھی ہے وہ جج اور قاضی کے پاس جا کر دعویٰ دائر کرے گا اور گواہ پیش کرے گا اگر قاتل قابو آ گیا تو قصاص کا حکم ہوگا اور قاتل اور مقتول کی میتیں اکٹھی اٹھائی جائیں گی اور آج صورت حال یہ ہے کہ کورٹ فیس کی ٹکٹوں کے بغیر درخواست نہیں دے سکتا اور وکیل کے بغیر جج صاحب کے سامنے پیش نہیں ہو سکتا لھال تو آدمی کی یہیں اتر گئی۔ مقدمہ کیا لڑے گا۔ پھر پیشی پر

پیشی ہے۔سماعت ہی شروع نہیں ہوتی۔ دس، دس سال تک پیشیاں بھگتتا رہتا ہے انصاف ملنا تو دور کی بات ہے مقتول کے وارث اور قاتل ساری زندگی دشمنی پالتے رہتے ہیں جب سزا ہی نہیں ہوگی جرائم کس طرح ختم ہو سکتے ہیں۔انصاف صرف اسلام نے دیا ہے کہ ایک آدمی کی اگر کسی نے انگلی کاٹ دی ہے تو اس کے بدلے میں دس اونٹ دینے پڑیں گے پھر اس جرم کی کوئی ہمت نہ کرے گا۔

طالبان کی مثالی حکومت :

اس وقت اگر اسلام کے مطابق فیصلے ہو رہے ہیں تو وہ صرف طالبان حکومت میں ہو رہے ہیں۔سعودیہ میں بھی بعض اسلامی قوانین نافذ ہیں مگر مکمل اسلامی قانون وہاں بھی نافذ نہیں ہے۔اور حق کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

امام مسجد نبوی (حذیفی) کا خطبہ جمعہ :

مسجد نبوی کے امام اور خطیب عبدالرحمن حذیفی صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ اَخْرِجُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور ہماری حکومت نے ان کو بلا کر یہاں بٹھایا ہوا ہے۔لہٰذا میں حکومت کے اس اقدام کی سختی کے ساتھ تردید کرتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ ان کو یہاں سے نکالو اور انہوں نے ایرانی شیعوں کی بھی مذمت کی اور ان کی تردید اس لئے کی کہ ایران کا سابقہ صدر رفسنجانی متبرک مقامات کی زیارت کے لئے جانا چاہتا تھا حکومت نے حذیفی صاحب کی ڈیوٹی لگا دی کہ تم ان کے ساتھ جاؤ۔ جہاں جہاں جانا چاہیں تم ان کے ساتھ رہو۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حذیفی صاحب نے کہا کہ آؤ روضہ اقدس پر سلام پیش کرنے کے لئے چلیں۔ روضہ اقدس پر گیا

حضور ﷺ پر سلام پیش کر کے واپس پھرنے لگا تو حذیفی صاحب نے کہا کہ شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر پر بھی سلام پیش کرو۔ تو رفسنجانی نے کہا اَللّٰہُ یَلْعَنُہُمَا ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (نعوذ باللہ)۔ اس کی اس خباثت کی وجہ سے امام حذیفی صاحب بگڑ گئے اور ان کی خوب تردید کی اور رگڑا لگایا یہ ساری تفصیل اخبار ضربِ مومن میں شائع ہوئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ضربِ مومن پڑھتے نہیں ہیں۔ (اصل کیسٹ بھی دستیاب ہے)۔

قصاص سے متعلق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک :

یہ مسئلہ آپ نے سمجھ لیا کہ کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت کاٹا جائے گا۔ بعض کم فہم لوگوں نے امام ابوحنیفہ e پر اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب بعض چیزوں میں قصاص کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ دیت کے قائل ہیں۔ تو بات اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن نشین کر لیں امام ابوحنیفہ e فرماتے ہیں کہ اصل تو قصاص ہی ہے مگر وہ اعضاء کہ جن میں قصاص ممکن نہیں ہے وہاں دیت ہوگی بات کو ذرا ٹھنڈے دل سے سمجھنا بات تو شرم کی ہے مگر دین ہے سمجھانے کے لئے کرنی پڑتی ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت کسی مرد کا عضو تناسل خصیے سمیت کاٹ دے تو دیت آئے گی قصاص نہیں ہوگا کیونکہ اس کے بدلے میں عورت کی کون سی جگہ کاٹی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت مرد کی ڈاڑھی مونڈھ دے تو عورت کی ڈاڑھی نہیں ہے قصاص کس طرح لیا جائے گا لہٰذا اس میں دیت واجب ہوگی۔

اور یاد رکھنا! ڈاڑھی کی دیت پورے سو اونٹ ہیں۔ اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی عورت کا سر مونڈھ دیا اور مونڈنے والا گنجا ہو تو قصاص کس طرح لیا جائے گا؟۔ لہٰذا دیت

ہوگی یا کوئی کسی عورت کے پستان کاٹ دیتا ہے تو مرد کی کون سی جگہ کاٹی جائے گی تو یہاں بھی دیت ہوگی امید ہے بات سمجھ آ گئی ہوگی ۔ کہ بعض ایسی چیزیں ہیں کہ وہاں قصاص ہو نہیں سکتا۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ e نے جو کچھ فرمایا ہے وہ عین اسلام کی روح کے مطابق فرمایا فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پس جس شخص نے صدقہ کیا اس کا پس وہ اس کا کفارہ ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے کسی کا ناک کاٹ دیا اور وہ کہے کہ میں تجھے معاف کرتا ہوں تو یہ معاف کرنا اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ظالم فرما رہے ہیں۔ جو رب تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ شرعی قوانین ظالمانہ وحشیانہ اور جابرانہ ہیں۔ یہاں گنگا الٹی چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے قرآنِ کریم کو سمجھو یہ بڑی ہدایت والی کتاب ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ ص وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ لا وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ط ۝۴۶ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ لا ۝۴۸

لفظی ترجمہ :

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا ان کے قدموں پر

بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو مُصَدِّقًا تصدیق کرنے والا تھا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی مِنَ التَّوۡرٰۃِ توراۃ وَاٰتَیۡنٰہُ الۡاِنۡجِیۡلَ اور ہم نے دی انکو انجیل فِیۡہِ ھُدًی وَّنُوۡرٌ اس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی وَّمُصَدِّقًا اور انجیل بھی تصدیق کرنے والی تھی لِّمَابَیۡنَ یَدَیۡہِ اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی مِنَ التَّوۡرٰۃِ توراۃ وَھُدًی اور ہدایت تھی وَّمَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے وَلۡیَحۡکُمۡ اَھۡلُ الۡاِنۡجِیۡلِ اور چاہیے کہ فیصلہ کریں انجیل والے بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ پس وہی لوگ فاسق ہیں وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ اور ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں وَمُھَیۡمِنًا عَلَیۡہِ اور یہ نگران ہے ان کتابوں کی فَاحۡکُمۡ بَیۡنَھُمۡ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اس کے مطابق جو رب تعالیٰ نے نازل فرمائی وَلَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَ ھُمۡ اور آپ پیروی نہ کریں ان کی خواہشات کی عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ اعراض کرتے ہوئے اس کی جو آچکا ہے آپ کے پاس حق لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً تم میں سے ہر ایک

کے لئے ہم نے بنائی شریعت وَّمِنْهَاجًا اور ایک راستہ وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَجَعَلَكُمْ تو بنا تا تمہیں اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ اور لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ان قوتوں میں جو رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس سبقت کرو نیکیوں میں اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں بتائے گا بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے رہے۔

اس سے پہلے بیان ہوا تھا کہ توراۃ بڑی جامع اور اہم کتاب تھی اور اس کے مطابق ہزاروں سال تک پیغمبر، مشائخ اور علماء فیصلے کرتے رہے۔ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا ان کے قدموں پر بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عیسیٰ بن مریم (i) کو مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ جو تصدیق کرنے والا تھا اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی توراۃ۔ یعنی حضرت عیسیٰ k توراۃ کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان سے پہلے نازل ہوئی تھی۔

انجیل تورات کا تتمہ ہے :

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ اور ہم نے دی ان کو انجیل فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ اس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ اور انجیل بھی تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو اس سے پہلے تھی یعنی توراۃ۔ توراۃ اور انجیل کو اس طرح سمجھو جس طرح اخبار اور ضمیمہ ہوتا ہے۔ اخبار میں تو تفصیلی خبریں ہوتی ہیں اور ضمیمہ میں

ایک آدھ خبر ہوتی ہے۔تو انجیل دراصل توراۃ کا تتمہ تھی۔

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ اور (وہ انجیل) ہدایت تھی اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ اور چاہیے کہ فیصلہ کریں انجیل والے اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں۔یعنی انجیل میں جو احکام نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق فیصلہ کریں۔اور اگر انجیل کے مطابق فیصلہ کریں گے تو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا پڑے گا باوجود اس کے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے۔اور اصل انجیل نایاب ہے پھر بھی یہ آیت انجیل یوحنا میں موجود ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا''میں جانا چاہتا ہوں تاکہ دنیا کا سردار آئے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ہے''۔یعنی میں جا رہا ہوں کیونکہ دنیا کا سردار آنے والا ہے اور جو خوبیاں اور کمال ان کو حاصل ہیں وہ مجھے حاصل نہیں ہیں۔یہ حوالہ میں نے اپنی کتاب''عیسائیت کا پس منظر'' میں درج کیا اور لکھا کہ انجیل کے ماننے والوں پر ضروری ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں۔اس پر ایک واقعہ پیش آیا وہ اس طرح کہ سردیوں کا موسم تھا کسی نے دستک دی میں نے بچے کو کہا کہ معلوم کرو کون ہے۔بچے نے آکر بتایا کہ پینٹ کوٹ والے دو آدمی کھڑے ہیں میں چونکہ مصروف تھا۔بچے کو کہا کہ ان کو بیٹھک میں بٹھاؤ اور اہلیہ کو کہا کہ چائے تیار کرو چائے تیار ہوگئی تو میں نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تمہارا کیا تعارف ہے؟ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ اور کیسے آئے ہو؟۔ایک نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام پطرس

گل ہے۔اورانارکلی لاہور کے گرجا گھر کا انچارج ہوں۔دوسرا بھی پادری تھا مگر میں اس کا نام بھول گیا ہوں کہنے لگے کہ ہم نے تمہاری کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' پڑھی ہے اس میں آپ نے انجیل یوحنا کا حوالہ دیا کہ حضرت عیسیٰ k نے فرمایا کہ میں جانا چاہتا ہوں کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔اس حوالے کا مصداق تم نے اپنے پیغمبر کو قرار دیا ہے۔حالانکہ تمہارا پیغمبر اس کا مصداق نہیں بنتا میں نے کہا کہ یہ حوالہ ہمارے پیغمبر پر کیوں صادق نہیں آتا؟ کہنے لگے۔اس سے مراد شیطان ہے میں نے کہا پادری صاحب بڑی عجیب بات ہے جو تم نے کہی ہے اچھا یہ بتاؤ کہ شیطان کس نعمت کا نام ہے کہ عیسیٰ k اپنے ساتھیوں کو اس کی خوشخبری دے رہے ہیں؟ اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو؟۔اور کیا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے شیطان نہیں تھا کہ وہ اب اس کے آنے کی خوشخبری سنا رہے ہیں؟۔آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا سبب کون بنا تھا؟ پھر انجیل متی میں ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو شیطان کو جوتیاں مارنے والے ہیں پھر وہ چلے گئے۔اندازہ لگاؤ۔لوگ ایسی تاویلیں بھی کرتے ہیں۔خاموش کوئی نہیں رہتا۔

تو خیر!اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انجیل والوں کو چاہیے کہ وہ انجیل کے مطابق فیصلہ کریں۔اور دنیا کے سرادار کی نبوۃ کو تسلیم کریں کیونکہ حضرت عیسیٰ k تو صرف بنی اسرائیل کے لئے پیغمبر تھے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کل کائنات کے لئے پیغمبر بن کے آئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.......

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، فرمایا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس وہی لوگ فاسق ہیں وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ اور ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں۔ توراۃ، انجیل، زبور جو اصل ہیں قرآن پاک ان کی تصدیق کرتا ہے۔

وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ اور (قرآنِ پاک پہلی کتابوں کا) نگران اور محافظ ہے۔ قرآنِ کریم نے ان کے مضامین کی حفاظت فرمائی ہے اگر قرآنِ کریم ہمارے پاس نہ ہوتا تو ہمیں نہ توحید سمجھ آسکتی تھی نہ پیغمبروں کا منصب سمجھ آسکتا تھا۔

محرف تورات میں توہین آمیز مضامین :

آج کی توراۃ میں تو لکھا ہوا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ڈیرے پر شراب پی اور ننگے ہو گئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سفر پر جا رہے تھے کہ ایک موٹے تازے آدمی نے آکر ان سے لڑنا شروع کر دیا انہوں نے کہا کہ تو کون ہے؟ بلا وجہ میرے ساتھ ہاتھا پائی شروع کر دی ہے۔ لیکن وہ باز نہ آیا ساری رات لڑائی ہوتی رہی بالآخر صبح کے وقت یعقوب علیہ السلام نے اس کو لات ماری اور گرا دیا پھر پوچھا بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیرا رب ہوں۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** یہ رب ہے جو بندوں سے کشتی کرتا ہے اور پھر گر جاتا ہے یہ رب تعالیٰ کی توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔ اور یہ بھی لکھا ہے (بحوالہ کتاب پیدائش باب: ۱۹۔ ۳۰ تا ۳۸) کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری خواہش پوری کرنے والا مرد تو ہے کوئی نہیں لہٰذا والد صاحب کو شراب پلا کر ایک ایک رات

خواہش پوری کریں۔ چنانچہ ایک رات شراب پلا کر ایک بیٹی انکے ساتھ سوئی دوسری رات دوسری ان کے ساتھ سوئی اور پھر ان سے بچے بھی پیدا ہوئے۔ ایک نام بن عمی رکھا اور دوسرے کا نام لُو آب رکھا۔ ذرا سوچو ہے کوئی یہ بات کرنے والی اور یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر بت پرستی ہوتی تھی اور یہودا نے اپنی بہو کے ساتھ بدکاری کی یہودا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ اگر قرآنِ کریم نہ ہوتا تو ہر چیز خلط ملط ہو جاتی اور کچھ بھی سمجھ نہ آتا۔ قرآنِ کریم پہلی کتابوں کے اصل مضامین کا محافظ ہے۔ فرمایا..........

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پس آپ فیصلہ کریں ان کے درمیان اس کے مطابق جو رب تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور آپ پیروی نہ کریں ان کی خواہشات کی عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اعراض کرتے ہوئے اس کی جو آچکا ہے آپ کے پاس حق۔ یعنی آپ کے پاس حق آچکا اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور ان کی بات پر کان نہ دھریں۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے بنائی شریعت اور ایک راستہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو بناتا تمہیں ایک امت۔ اللہ تعالیٰ سب کو جبراً مومن بنانے پر بھی قادر ہے اور سب کو جبراً کافر بنانے پر بھی قادر ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اور لیکن وہ تمہیں آزماتا ہے ان قوتوں اور اسباب میں جو رب تعالیٰ نے تمہیں دیئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہیں قوۃ اور طاقت اور

سمجھ عطا فرمائی۔ اور حق و باطل اور جائز و ناجائز سے بھی آگاہ فرمایا۔ اور ہر چیز کا نتیجہ بھی بتایا ہے۔ اب تمہارا امتحان ہے کہ قوۃ اور طاقت اور سمجھ کو کہاں استعمال کرتے ہو اس کے مطابق حساب اور فیصلہ ہو جائے گا کفر اور اسلام پر وہ مجبور نہیں کرتا۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہے۔ رب تعالیٰ نے نیکی، بدی کا اختیار دیا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ کون اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اور کون بے راہ روی اختیار کرتا ہے۔

قوت اختیاری کی آزمائش :

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم سبقت کرو نیکیوں میں۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی سب نے وہاں پیش ہو کر جواب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے حساب لے گا۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ پس وہ تمہیں بتائے گا وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ بتانے اور خبر دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیکی، بدی کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بدی کی سزا ملے گی اور نیکی کا پھل سامنے آئے گا۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

لفظی ترجمہ :

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ اور یہ کہ آپ (ﷺ) فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی وَاحْذَرْهُمْ اور ان سے بچتے رہیں اَنْ يَّفْتِنُوْكَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ بعض ان چیزوں کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں آپ (ﷺ) کی طرف فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَاعْلَمْ

پس آپ (ﷺ) جان لیں اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت میں مبتلا کرے بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سے لوگوں میں سے لَفٰسِقُوْنَ البتہ نافرمان ہیں اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ کیا پس یہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ نہ بناؤ تم یہودیوں کو وَالنَّصٰرٰۤى اور نصرانیوں کو اَوْلِیَآءَ دوست بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض ان کے دوست ہیں بعض کے وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ اور جس نے ان کے ساتھ دوستی کی تم میں سے فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ پس بے شک وہ انہی میں سے ہوگا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔

بات پہلے سے یہ چلی آرہی ہے کہ یہودیوں کے شادی شدہ مرد عورت نے بدکاری کی اور وہ مقدمہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے کہ کوئی نرم سی سزا ہو جائے جرمانہ ہو جائے کوڑے لگ جائیں یا قید کی سزا ہو جائے۔ لیکن ان کی یہ تدبیر ان کے کام نہ آئی اور آپ ﷺ نے اسلام اور تورات کے مطابق رجم کا حکم جاری فرمایا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی۔ ارشادِ ربانی ہے.........

وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ اور یہ کہ آپ (ﷺ) فیصلہ کریں ان کے درمیان بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اس چیز کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ اگر شادی شدہ مرد عورت زنا کا ارتکاب کریں اور اس پر گواہ موجود ہوں یا وہ خود اقرار کریں اپنے گناہ کا تو ان کو رجم کیا جائے گا۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ ھُمْ اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی۔ کہ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی نرم سا حکم مل جائے اور رجم سے بچ جائیں۔ ایسا بالکل نہیں کرنا۔ وَاحْذَرْھُمْ اور ان سے بچتے رہیں۔

اَنْ یَّفْتِنُوْکَ کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال دیں عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ بعض ان چیزوں کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں آپ (ﷺ) کی طرف۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کو ٹال کر تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دیں لہٰذا آپ ﷺ ان کو صاف صاف کہہ دیں کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کریم اور توراۃ کے مطابق ہم رجم ہی کریں گے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں کہ حق سے اعراض کریں فَاعْلَمْ پس آپ (ﷺ) جان لیں اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ یہ کہ ان کو مصیبت میں مبتلا کرے بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے۔ چنانچہ جب الزام ثابت ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ مجمع میں یہودی بھی تھے، عیسائی بھی تھے، منافق بھی تھے اور مسلمان بھی تھے سب کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کی سرپرستی میں ان کو رجم کیا گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب لوگ پتھر مارتے تھے یہودی اس عورت پر گر پڑتا تھا کہ اس کو پتھر نہ لگیں۔ بہرحال دونوں کو رجم کر دیا گیا اور ان کی میتیں ان کے وارثوں کے حوالے کر دی گئیں۔

رجم کا حکم توراۃ میں تھا اور قرآنِ کریم میں بھی رجم کا حکم ہے۔ وہ آیت کریمہ اگرچہ تلاوۃً منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے۔ آیت کریمہ یہ ہے............

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخُوْخَۃُ ...... (الآیۃ) تلاوت منسوخ مگر حکم باقی ہے :

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخُوْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ☆

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رجم کا حکم یہودیوں کیلئے تھا اور آپ ﷺ نے یہودیوں کو ہی رجم فرمایا تھا تو یہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کے متعلق رجم کا حکم دیا اور ان کو رجم کیا گیا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ........

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

"آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت ماعز بن اسلم اسلمی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت مجھ سے بدکاری سرزد ہوگئی ہے اور میں ہوں بھی شادی شدہ۔ آپ ﷺ نے چہرہ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر وہ ادھر سے سامنے آکر کھڑے ہوگئے کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی ہے آپ ﷺ نے چہرہ اقدس تیسری طرف پھیر لیا وہ ادھر سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور اپنے جرم کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے چہرہ اقدس چوتھی طرف پھیر لیا۔ وہ ادھر ہی سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا کہ حضرت! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے پاک کرو تاکہ میری آخرت خراب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے اس کے محلہ داروں سے دریافت فرمایا کہ یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے حضرت نہیں! یہ تو بڑا سمجھ دار آدمی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ یہ نشہ تو نہیں کرتا؟ معلوم ہوا کہ نہیں نشہ بھی نہیں کرتا اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے متعلق رجم کا حکم فرمایا اور ان کو رجم کیا گیا۔ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ تو مسلمان تھے، صحابی تھے، یہودی نہیں تھے"۔

ایک عورت کے رجم کا عجیب وغریب واقعہ :

اس طرح ایک عورت کا واقعہ بھی آتا ہے بخاری اور مسلم کی روایت ہے ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی ''حضرت مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے، لہٰذا مجھے پاک کردو، آپ ﷺ نے اس کے متعلق بھی دریافت فرمایا کہ یہ پاگل تو نہیں ہے یا نشہ تو نہیں کرتی۔ معلوم ہوا کہ نہ پاگل ہے نہ نشہ کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسکو فرمایا کہ ابھی تم جاؤ سوچیں گے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے ٹالنا چاہتے ہو مجھے پاک کرو۔ میرے پیٹ میں بچہ بھی حرام کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلطی تیری ہے بچے کی تو نہیں ہے؟۔ لہٰذا بچے کی ولادت کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ عورت چلی گئی اور بچے کی پیدائش کے بعد پھر آگئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دودھ پلانے والی کوئی ہے؟۔ کہنے لگی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اس کو دو سال دودھ پلاؤ جب یہ روٹی کھانے لگ جائے پھر آنا۔ دو سال بعد وہ عورت بچے کو اٹھائے ہوئے پھر آگئی اور بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا بھی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے بچے کو کہا کہ روٹی کھاؤ۔ اس نے روٹی کھانی شروع کی، کہنے لگی حضرت یہ روٹی کھانے کے قابل ہوگیا ہے۔ اب تو مجھے پاک کردو۔ اندازہ لگاؤ کہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اس کا نظریہ نہیں بدلا اس کو بھی رجم کیا گیا''۔ تو یہ کہنا کہ رجم کا حکم یہودیوں کے لئے تھا بالکل غلط بات ہے۔ مسلمانوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اور بے شک بہت سے لوگوں میں سے البتہ نافرمان ہیں اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ کیا پس یہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں۔ کہ ادھر اُدھر پھر رہے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ

اللّٰہِ حُکْمًا اور کون ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا؟ اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو راۃ میں بھی رجم ہے۔ اور اس شریعت میں بھی اس جرم کی سزا رجم ہے۔ اور رب تعالیٰ کا حکم ہے لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے۔ اور جو رب تعالیٰ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتے ان کی بات جدا ہے۔ جب یہود و نصاریٰ تو راۃ و انجیل پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ تو راۃ و انجیل میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت موجود ہے۔ مگر انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا تو پھر مسلمانو! تمہارے لئے رب تعالیٰ کا حکم یہ ہے.........

یہود و نصاریٰ سے موالات کی ممانعت :

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ نہ بناؤ تم یہودیوں کو اور نصرانیوں کو دوست بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ بعض ان کے دوست ہیں بعض کے۔ یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بالکل واضح اور صاف ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی جائز نہیں ہے۔ مسجد نبوی زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً کے امام اور خطیب علامہ حذیفی نے خطبہ جمعہ میں یہی آیت کریمہ تلاوت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ اور تم نے ان کے ساتھ یارانے لگائے ہوئے ہیں اور ان کی فوجیں سرزمین عرب میں داخل کی ہوئی ہیں۔ میں شاہ فہد اور اس کے تمام ارکانِ حکومت کو کہتا ہوں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ رکھو اور ان کی فوجوں کو یہاں سے نکالو۔ اور آنحضرت ﷺ کا فرمان مسلم شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے" آپ ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور فرمایا کہ اگر میں آئندہ

سال تک زندہ رہا تو خود ان کو نکال دوں گا۔ "لَاَتْرُکُ فِیْھَا اِلَّا مُسْلِمًا" مسلمانوں کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ (یہ اعلان آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں فرمایا)۔ علامہ حذیفی نے فرمایا کہ قرآنِ کریم کا بھی حکم ہے اور حضور ﷺ کا بھی حکم ہے اور تم اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہو اور مکہ و مدینہ اسلام کا مرکز ہے۔ پھر تمہارا ایسا کرنا بڑا ظلم ہے۔ اگرچہ حکومت مضبوط ہے مگر انہوں نے آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ کل پروردگار کو کیا جواب دوں گا حق بیان کر دیا اور حق بیان کرنے کی پاداش میں ان کو امامت اور خطابت سے معزول کر دیا گیا۔ اس وقت معلوم نہیں کہ قید ہیں یا آزاد کر دیا گیا ہے۔ (اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہیں یعنی ان کو دوبارہ بحال کر دیا گیا ہے)۔ (نواز بلوچ)۔

امریکہ کی چالبازی :

حق کہنے کی پاداش میں کئی سو علماء اس وقت بھی سعودیہ کی جیلوں میں بند ہیں۔ اور امریکہ کی فوجیں اسی طرح موجود ہیں اور ظلم کی بات یہ ہے کہ امریکی فوج کے تمام تر اخراجات قیام و طعام، خوراک جس میں شراب اور خنزیر بھی شامل ہیں اور علاج معالجہ سعودی حکومت کے ذمہ ہیں۔ سعودیہ کے ذہن میں انہوں نے یہ بات بٹھائی ہے کہ تجھے عراق کھا جائے گا ہم تیری حفاظت کے لئے آرہے ہیں۔ بے شک عراق کے پاس دولت بہت ہے مگر فوجی طاقت تو اتنی نہیں ہے کہ تنہا وہ سعودیہ کو کھا جائے گا اور سعودیہ کے تیل پر مکمل طور پر امریکہ قابض ہے۔ اور عراق اپنا تیل اس وقت تک نہیں بیچ سکتا جب تک امریکہ سے اجازت نہ لے۔

ارے تم چچا لگتے ہو کہ وہ تم سے اجازت لے۔ ملک ان کا تیل ان کا مزدوران کے۔ بیچیں نہ بیچیں تمہاری اجازت کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟۔ بہر حال یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی جائز نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ اور جس نے ان کے ساتھ دوستی کی تم میں سے فَإِنَّهُ مِنْهُمْ پس بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔ یعنی وہ پختہ مسلمان نہیں ہوسکتا بے شک نام اس کا مسلمانوں والا ہو۔ لیکن ہوگا وہ یہودی اور عیسائی ہی۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والا کس طرح مسلمان ہوسکتا ہے آج مسلمانوں کے جتنے ملک ہیں سوائے طالبان کے اکثر امریکہ کے پٹھو اور اس کے حاشیہ بردار ہیں۔ کیا سعودیہ، کیا شام یا مصر، کیا لیبیا اور کیا دوسرے جو کچھ وہ کہتا ہے کرتے ہیں۔ اور جو ان کے خلاف آواز بلند کرتا ہے وہ تخریب کار ہے، دہشت گرد ہے۔ طالبان امریکی خواہش کے مطابق جب روس کے ساتھ لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے اب امریکی غرض ختم ہوگئی ہے تو دہشت گرد بن گئے ہیں یہ کتنی زیادتی اور ظلم کی بات ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔ لہٰذا تم ظلم نہ کرنا اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ لگانا۔

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ۚ ﴿۵۲﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿۵۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۙ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

لفظی ترجمہ :

فَتَرَى الَّذِينَ پس تو (اے مخاطب) دیکھے گا ان لوگوں کو فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے يُسَارِعُونَ فِيهِمْ دوڑتے

ہیں ان کے اندر جا ملنے کے لئے یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں نَخْشٰی ہم ڈرتے
ہیں اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ یہ کہ ہمیں کوئی پہنچے گردش فَعَسَی اللّٰہُ پس قریب
ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ یہ کہ لائے فتح اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ یا اور کوئی
معاملہ اپنی طرف سے فَیُصْبِحُوْا پس ہو جائیں وہ منافق عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ
اَنْفُسِھِمْ اس چیز پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھی نٰدِمِیْنَ شرمندہ
وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اَھٰٓؤُلَآءِ کیا یہ
لوگ ہیں الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جنہوں نے قسمیں کھائیں اللہ تعالیٰ کا نام
لے کر جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ مضبوط قسمیں اِنَّھُمْ لَمَعَکُمْ کہ وہ البتہ تمہارے
ساتھ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ضائع ہو گئے اعمال ان کے فَاَصْبَحُوْا
خٰسِرِیْنَ پس ہو گئے وہ نقصان اٹھانے والے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے
ایمان والو! مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ جو مرتد ہو گیا تم میں سے عَنْ دِیْنِہٖ اپنے دین
سے فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ پس عنقریب اللہ تعالیٰ لائے گا بِقَوْمٍ ایسی قوم
یُّحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَہٗ اور وہ اللہ تعالیٰ سے
محبت کریں گے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ نرم ہوں گے ایمان والوں پر اَعِزَّۃٍ
عَلَی الْکٰفِرِیْنَ زبردست ہوں گے کافروں کے لئے یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ اور نہ
خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یہ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب تھا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ دوستی لگائے گا اس کا شمار انہیں میں سے ہوگا اور آج کی آیات میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

منافقین کا رویہ :

فَتَرَى الَّذِيْنَ پس (اے نبی کریم ﷺ) آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ دوڑتے ہیں ان کے اندر جا کے ملنے کے لئے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کی مجالس میں با قاعدہ حاضری بھی دیتے تھے اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کی دوستی بھی تھی اور کہتے کیا ہیں فرمایا.........

يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى کہتے ہیں، ہم ڈرتے ہیں اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ یہ کہ ہمیں پہنچے کوئی گردش۔ یعنی ہم یہودیوں کے ساتھ دوستی اور ملاپ اس لئے رکھتے ہیں کہ اگر قحط پڑ گیا یا کوئی مجبوری بن گئی یا قرض لینے کی ضرورت پیش آ گئی تو ان سے اپنی ضرورت پوری کریں گے۔ یہود و نصاریٰ سے تعلق قائم رکھنے کا جواز پیش کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے.........

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لائے فتح۔ ان کی امداد کے بغیر۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ یا اور کوئی معاملہ اپنی طرف سے پیدا فرما دے کہ تم ان

کے محتاج ہی نہ رہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے احکام بڑے صاف اور واضح ہیں۔ اور یہ حکم بھی رب تعالیٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی مت لگاؤ اوران کے ساتھ تعلق جوڑنے میں کسی بہانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ تمہارے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور دنیا کے حالات و واقعات اللہ تعالیٰ کے احکام پر شاہد عدل ہیں۔

پاکستان کا جنگی معاہدہ :

چنانچہ پاکستان بننے کے بعد حکومت پاکستان نے امریکہ کے ساتھ جنگی معاہدہ کیا کہ اگر تم پر کسی نے حملہ کیا تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اگر ہم پر کسی نے حملہ کیا تو تم ہماری مدد کرو گے اگر ہماری کسی سے جنگ ہوگی تو تم ہمارے ساتھ شریک ہوگے۔ اور مدد کرو گے۔ اور اگر تمہاری کسی کے ساتھ جنگ ہوگی تو ہم تمہارے ساتھ شریک ہوں گے اور مدد کریں گے اس وقت یہ مسجد چھوٹی سی ہوتی تھی جو کافی بوڑھے حضرات تشریف فرما ہیں ان کو یاد ہوگا کہ میں نے خطبہ جمعہ کے دوران اس معاہدہ کی تردید کی اور کہا کہ امریکہ کے ساتھ حکومت نے جو معاہدہ کیا ہے غلطی کی ہے۔ کیونکہ کبھی بھی مسلمانوں کو کافر سے فائدہ نہیں ہوا اور یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے لہٰذا کافروں سے کسی قسم کی توقع رکھنا عبث اور غلط ہے۔

دورانِ کلام نوجوان کی تلخ کلامی :

دورانِ تقریر گکھڑ کا ایک نوجوان کھڑا ہوگیا جو خاصا گرم اور تیز تھا میں اس کا نام نہیں لیتا غیبت ہو جائے گی۔ کہنے لگا تم مولویوں کے ذہن ہی فضول ہوتے ہیں یہ کوئی مولویوں کا آپس میں معاہدہ تو نہیں ہے۔ اور نہ ہی عام دو پارٹیوں کا معاہدہ ہے یہ تو دو

حکومتوں کا معاہدہ ہے۔ میں نے کہا برخوردار! میں نے جو کچھ کہا ہے قرآن وسنت کی روشنی میں کہا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سچی ذات کوئی نہیں ہے۔ لیکن وہ خاصا گرم تھا میرے اوپر اس نے حملہ آور ہونے کی بھی کوشش کی اور جمعہ بھی نہ پڑھا اور بڑبڑاتا ہوا چلا گیا کہ میں تمہارے ساتھ نمٹ لوں گا اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔ حاجی ملک محمد اقبال صاحب کو وہ مسلسل کئی دنوں تک مجھے گھر سے ساتھ لے کر آتے تھے اور پھر واپس گھر چھوڑ کر آتے تھے کہ کہیں وہ نوجوان غلط قدم نہ اٹھائے کیونکہ وہ دھمکی دے کر گیا تھا۔

امریکہ کی دھوکہ دہی :

اس کے بعد ۱۹۶۵ء کی جنگ ہوئی معاہدہ ہونے کے باوجود امریکہ نے ہمارا ساتھ نہ دیا بلکہ ۱۹۷۱ء کی جنگ خود امریکہ نے ہم پر مسلط کرائی اور ہمیں ٹینکوں اور جہازوں کے سپیئر پارٹس تک نہ دیئے۔ کیا فائدہ کافروں کے ساتھ معاہدوں کا، رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ کافروں سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اللہ تعالیٰ خود ہی مسلمانوں کی نصرت فرمائیں۔ اور مسلمانوں کی کامیابیوں کو دیکھ کر......

فَيُصْبِحُوا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ پس ہو جائیں وہ منافق اس چیز پر جو انہوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھی ہوئی ہے شرمندہ کہ انہوں نے تمہارا کسی قسم کا کوئی ساتھ نہیں دیا اور اس پر تاریخ شاہد ہے کہ کافروں پر جب بھی اعتماد کیا ہے وہ اعتماد پر پورے نہیں اترے۔ بلکہ الٹا انہوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ منافقین یہودِ مدینہ کو بڑا مضبوط سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے اندرونی طور پر ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے یہودِ مدینہ کو مغلوب کر دیا کچھ مارے گئے اور کچھ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اور

منافقین کی امیدیں ختم ہوگئیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ کیا یہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں کھائیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ کہ وہ البتہ تمہارے ساتھ ہیں۔ کہ ہم بھی مومن ہیں۔ یہود کے ساتھ تعلق تو صرف اس لئے رکھا ہوا ہے کہ کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ کام آجائیں۔

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ضائع ہوگئے اعمال ان کے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ان کو یہود کے ساتھ تعلقات کام نہ آئے اور آخرت میں بھی ان کے اعمال کام نہیں آئیں گے اور دوزخ کے نچلے طبقے میں سزا پائیں گے۔ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ پس ہوگئے وہ نقصان اٹھانے والے۔

ہمارے حکمرانوں کی بے غیرتی :

اللہ تعالیٰ کے واضح اور صاف حکم کے باوجود ہمارے حکمران ان کے تابع ہیں اس حد تک کہ بجلی اور سوئی گیس کا ریٹ اور دیگر اہم مالی معاملات ان کی راہنمائی میں طے پاتے ہیں۔ گویا کہ ہم ہر چیز میں ان کے محتاج ہیں۔ اور عراق کا یہ حال ہے کہ وہ اپنا تیل اپنی مرضی سے نہیں بیچ سکتا۔ اقتصادی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں بچے بھوکوں مر رہے ہیں ان کو دوائیاں قیمتاً بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک مسلمانوں میں غیرت نہیں بیدار ہوگی کام نہیں بنے گا۔ اور سعودیہ حکومت نے امریکہ صاحب کو اپنے سر پر بٹھایا ہوا ہے۔ اس وقت عرب ممالک میں اس کے سولہ ہوائی اڈے ہیں۔ اور سعودیہ کے اپنے سات، آٹھ بھی نہیں ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مومنین کی صفات کا تذکرہ :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ جو مرتد ہوگیا تم میں سے اپنے دین سے۔ وہ رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ پس عنقریب اللہ تعالیٰ لائے گا ایسی قوم یُّحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ نرم ہوں گے ایمان والوں پر اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ زبردست ہوں گے کافروں کے لئے۔ چاہے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اور اگر منافقت اختیار کرو گے اور کافروں کا سہارا تلاش کرو گے اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی رکھو گے تو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ البتہ تمہارا اپنا نقصان ہوگا ساری کفریہ طاقتیں مل کر چاہیں کہ اسلام ختم ہو جائے نہیں ختم ہوسکتا کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور اسلام کو نور توحید کو چمکائے گا۔ چاہے کافر جلتے رہیں۔

کفار پر غلبہ :

الحمدللہ! باوجود اس کے کہ امریکہ، برطانیہ اسلام کو مٹانے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں پھر بھی امریکہ، برطانیہ اور دوسرے کافر ملکوں میں خاصی تعداد میں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اور اگر ہم اپنی کمزوریاں دور کرلیں ایمان اعتقاد اور اعمال قرآن و سنت کے مطابق بنالیں اور ظاہری شکل و صورت بھی خدا، رسول کے تابع کردیں تو اسلام اور زیادہ پھیل سکتا ہے، یہ ہمارا ایمان ہے۔

مسلمانوں کی روز افزوں ترقی :

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ بارہ ہزار مسلمان قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے کوئی اور سبب درمیان میں آجائے تو الگ بات ہے فرمایا یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ اور نہ خوف کریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا۔

مجاہد کسی ملامت کا خوف نہیں رکھتا :

یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے نہ کسی باطل پرست کی طعن و تشنیع ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس طرح آج کل مجاہدین باطل کے خلاف بر سر پیکار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جب روس کے خلاف لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے کیونکہ اس میں امریکہ کے مقاصد شامل تھے۔ اب روس ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ تو اب وہ مجاہد دہشت گرد بن گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ امریکہ کے بھی ضرور ٹکڑے کرے گا۔ جو حکومت پاکستان کو کہہ کر مجاہدین پر ظلم کر رہا ہے۔ اور ان پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں میں ایمان کی روشنی میں کہتا ہوں کہ مجاہدین پر نہ یہ حکومت پابندی لگا سکتی ہے نہ امریکہ لگا سکتا ہے۔ ان کی پابندیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا وہ جہاد کرتے رہیں گے وہ کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے چاہے امریکہ ہو یا اس کے پٹھو ہوں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

لفظی ترجمہ :

اِنَّمَا پختہ بات ہے وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ دوست تمہارا اللہ تعالیٰ ہے وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ تمہارے دوست ہیں جو ایمان لائے اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ مومن وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور وہ زکوۃ دیتے ہیں وَهُمْ رَاكِعُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ساتھ

جو ایمان لائے فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ پس بے شک گروہ اللہ تعالیٰ کا وہی غالب آئے گا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ولوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ نہ بناؤ ان لوگوں کو اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا جنہوں نے بنایا ہے تمہارے دین کو تمسخر وَّلَعِبًا اور کھیل مِّنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں میں سے اُوْتُوا الْکِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلے وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ اور کافروں کو دوست وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم مومن ہو وَاِذَا نَادَیْتُمْ اور جب تم اذان دیتے ہو اِلَی الصَّلٰوۃِ نماز کے لئے اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا بناتے ہیں اس کو مسخرہ وَّلَعِبًا اور کھیل ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی، سمجھتی نہیں ہے۔

رابطِ آیات :

پچھلے رکوع کی ابتداء میں اس کا ذکر تھا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ تو پھر کن کو دوست بنائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

مومن کا حقیقی دوست کون؟ :

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ پختہ بات ہے دوست تمہارا تمہارا آقا تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول ﷺ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور ان کی نصرت کا وعدہ فرما چکا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ تمہارے دوست ہیں جو ایمان لائے۔ یعنی تمہاری دوستی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کے ساتھ

ہونی چاہیے مومنوں کی کیا پہچان ہے۔ کیونکہ منہ سے بہت سارے لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ مومنوں کے اوصاف بیان فرماتے ہیں کہ جن میں یہ صفتیں ہوں وہ مومن ہیں۔

مومنین کی صفات کا ذکر :

1...... اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ مومن وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے، غلط فہمی کا شکار ہے۔

تارکِ صلوٰۃ کا حکم :

حدیث پاک میں آتا ہے۔ "مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ" جس نے دیدہ دانستہ ایک نماز چھوڑ دی اس نے کھلا کفر کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس نے ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا، مرتد ہوگیا۔ اس کی سزا قتل ہے۔ ایمان والوں کی دوسری صفت......

ادائیگی زکوٰۃ کی حکمت اور فلسفہ :

2...... وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت اور اس کا تعلق ہر امیر غریب کے ساتھ ہے کچھ زکوٰۃ دینے والے ہیں اور کچھ لوگ زکوٰۃ لینے والے ہیں۔ اور یہ بخل اور حرص کی بیماری کا علاج ہے کہ اس سے انسان کے ذہن سے بخل اور حرص کا مادہ خارج ہوتا ہے اور غرباء، مساکین کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ تیسری صفت......

3...... وَهُمْ رَاكِعُوْنَ اور وہ عاجزی کرتے ہیں۔

''مصداقِ رکوع'' میں مفسرین کے اقوال :

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں رکوع سے مراد نماز والا رکوع نہیں ہے بلکہ اس سے عاجزی اور انکساری مراد ہے کہ مومن وہ ہیں جو عاجزی اور انکساری کرنے والے ہیں۔ بعض مفسرینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ......

''رکوع سے مراد نماز والا رکوع ہی ہے۔ اور اس کا یہاں خصوصی طور پر اس لئے ذکر کیا ہے تا کہ یہودیوں کے ساتھ امتیاز ہو جائے کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہیں تھا تو پھر معنیٰ ہوگا کہ مومن وہ ہیں جو رکوع کرنے والے ہیں''۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو دوستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں جن کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ پس بے شک گروہ اللہ تعالیٰ کا وہی غالب آئے گا۔ یہی گروہ غالب آئے گا دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ حق والے تھوڑے ہونے کے باوجود غالب ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ ہے..........

''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' اور تم ہی غالب ہو اگر ہو تم مومن۔ مطلب یہ ہے جب تم مومن ہو گے تو تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوگا وہ تمہاری کامیابی کے اسباب پیدا فرمائے گا بلکہ وہ اسباب کا بھی محتاج نہیں ہے۔ بغیر اسباب کے بھی مدد فرمائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم نہیں ہوگا۔ تو نصرت نہیں آئے گی اس کو تم اس طرح سمجھو کہ یہ لاؤڈ سپیکر چل رہا ہے۔ پنکھے چل رہے ہیں، بتیاں روشن ہیں،

کیونکہ ان کا مرکز کے ساتھ کنکشن ہے جوڑ ہے، اگر یہ کنکشن کاٹ دیا جائے تمام چیزیں بند ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوگا تو وہ قادرِ مطلق ہے، فرشتوں کے ذریعہ بھی مدد کر سکتا ہے فرشتوں کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑنے والی سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ پھر وہ بھی جماعت کی پابندی کے ساتھ ادا ہو پھر اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع فرماتے ہیں ارشادِ ربانی ہے۔

غلبہ مومنین کے لئے شرط کفار سے قلبی دوستی سے ممانعت :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا نہ بناؤ ان لوگوں کو جنہوں نے بنایا ہے تمہارے دین کو تمسخر اور کھیل مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ان لوگوں میں سے جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ اور دوسرے کافروں کو دوست۔

ربط رکوع :

پہلے رکوع میں جو حکم بیان ہوا تھا اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہیں کرنی اور ان کے علاوہ دوسرے کافروں سے دوستی کر لیں تو کوئی ڈر نہیں ہے۔ یہاں وضاحت فرما دی کہ نہ یہود و نصاریٰ سے دوستی جائز ہے اور نہ دوسرے کافروں سے دوستی جائز ہے۔ اور وجہ بھی بیان فرمادی کہ انہوں نے تمہارے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ دیکھو! تمہارے باپ کا کوئی مذاق اڑائے یا ماں کا مذاق اڑائے تو کتنا غصہ آتا ہے اور دین تو ماں، باپ سے بھی زیادہ قیمتی سرمایہ ہے اسکا کوئی مذاق اڑائے تو زیادہ غصہ آنا چاہیے۔ مگر آئے گا اسے جو مومن ہوگا۔

فلم ''حج'' اور احتجاج :

۱۹۳۵ء کی بات ہے میں گوجرانوالہ میں پڑھتا تھا انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا گوجرانوالہ میں ایک ہندو کا سینما تھا انہوں نے اعلان کیا کہ ہم حج کی فلم دکھائیں گے تمام مسالک کے علماء اکٹھے ہوئے دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث مشاورت کی اور جلسہ عام رکھا اور اس میں احتجاج کیا کہ حج ہماری عبادت ہے اس کو کھیل تماشے کے طور پر پیش کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا اس فلم کو بند کیا جائے۔ جلسے کے بعد احتجاجی جلوس بھی نکالا میں خود اس جلوس میں شریک تھا۔ انگریز نے احتجاج کو تسلیم کیا اور فلم بند کرادی اور حج فلم پر پابندی لگادی۔ اس کے بعد پاکستان بن گیا اور خانہ خدا کے نام سے فلم تیار کی گئی۔ اور لوگوں کو دکھائی گئی۔

الحمد للہ! میں نے آج تک سینما نہیں دیکھا۔ لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ وہاں یہ کچھ ہوتا ہے۔ انہیں دنوں میں شیخوپورہ میں بہت بڑا جلسہ تھا حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو چوٹی کے مقرر تھے ان کا خصوصی خطاب تھا اور میری صدارت تھی۔ مجھے چونکہ ساتھیوں نے صدر بنایا تھا میرے پاس رقعے آنے شروع ہو گئے ان میں سے ایک رقعہ کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ انگریزی دور میں علماء حج فلم پر احتجاج کرتے تھے اور آج حج فلم دکھائی جارہی ہے۔ علماء خاموش کیوں ہیں؟۔

مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کے دوران ہی وہ رقعہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ مولانا بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے فرمایا کہ بھائی کسی صاحب نے یہ رقعہ لکھا ہے کہ انگریز کے زمانہ میں علماء نے حج فلم پر احتجاج کیا تھا اور انگریز نے پابندی لگادی تھی اب پاکستان میں ''خانہ خدا'' فلم چل رہی ہے علماء احتجاج کیوں نہیں کرتے؟ خاموش کیوں

ہیں؟۔ مولاناe نے فرمایا کہ ”علماء خاموش نہیں ہیں اب بھی اس کی تردید کرتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ مائیں دو قسم کی ہوتی ہیں حقیقی اور سوتیلی۔ حقیقی ماں اپنے بچے کو بے تحاشا مارتی ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اور سوتیلی ماں بچے کو مارتے ہوئے گھبراتی اور ڈرتی ہے کہ لوگ کہیں گے کہ سوتیلی ہے اس لئے مار رہی ہے“۔

فلم ”حج“ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف :

مثال دے کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے ہماری بے بے (ماں) برطانیہ تھی وہ سوتیلی ماں تھی اور اب ہم حقیقی بے بے کے وس پڑ گئے ہیں۔ یعنی حکومت پاکستان پر احتجاج کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اور یاد رکھنا! خالی تردیدوں اور احتجاجوں سے بھی کچھ نہیں بنتا۔ بات اس وقت بنے گی جب طالبان کی طرح حکومت کا ڈنڈا ہاتھ آئے گا۔ برائی اس وقت ختم ہوگی جب افغانستان جیسے حالات پیدا ہوں گے وہاں جا کے دیکھو نہ گانا، نہ بینڈ، نہ باجا نہ اور کوئی برائی، ڈاڑھی منڈا تک تمہیں کوئی نظر نہیں آئے گا۔ انہوں نے معاشرے میں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کو نافذ کر دیا ہے۔ اور آپس میں اتفاق واتحاد کے ساتھ حکومت چلا رہے ہیں۔ اور یہاں فتنہ فساد اور اسمبلی مچھلی بازار بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں ممبران اسمبلی قانون بناتے ہیں اور ہر ممبر اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر رائے دیتا ہے۔ کوئی اپنی جاگیر کو سامنے رکھتا ہے کوئی مل اور کارخانے کو سامنے رکھتا ہے کوئی کاروبار کو سامنے رکھ کر رائے دیتا ہے کہ میرے کاروبار پر زد نہ پڑے اور طالبان کے پاس بنا بنایا قانون ”ہدایہ“ کی شکل میں موجود ہے۔ سارے حنفی مسلک کے لوگ ہیں انکو نہ اسمبلی بنانے کی ضرورت ہے اور نہ قانون سازی کے لئے لڑنے کی ضرورت ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو وَاِذَا

نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اور جب تم اذان دیتے ہو نماز کے لئے بلاتے ہو۔ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا بناتے ہیں اس کو مسخرہ اور کھیل، اذان کا مذاق اڑاتے ہیں اس طرح کہ جس طرح مؤذن کانوں میں انگلیاں ڈالتا ہے۔ اسی طرح کانوں میں انگلیاں ڈالتے آواز نکالتے، دائیں، بائیں چہرہ پھیرتے اور اذان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسی طرح نماز کا بھی مذاق اڑاتے کہ کبھی کھڑے ہو جاتے پھر اوندھے ہوتے، یعنی نماز کے افعال کی نقل اتارتے اور کہتے یہ مسلمانی ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تمہاری غیرت کا تقاضا ہے کہ ان کو دوست نہ بناؤ۔ اور یہ لوگ دین کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ فرمایا..........

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ یہ اس لئے کہ بے شک وہ ایسی قوم ہے جو عقل نہیں رکھتی، سمجھتی نہیں ہے۔ بے وقوف لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصول بتائے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہیں کرنی اور جو لوگ دین کا مذاق اڑائیں ان کے ساتھ بھی دوستی نہیں ہونی چاہیے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ نہیں انکار کرتے تم ہم سے اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ مگر اس بات سے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ اور اس چیز پر جو اتاری گئی پہلے وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ اور بے شک تمہاری اکثریت نافرمان ہے قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ اس

سے بری چیز کی مَثُوبَةً عِندَ اللّٰهِ باعتبار جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وَجَعَلَ مِنْهُمُ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ بندر اور خنزیر وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ اور انہوں نے عبادت کی طاغوت کی اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وہی لوگ برے ہیں باعتبار درجے کے وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ اور زیادہ بھکے ہوئے ہیں سیدھے راستہ سے وَاِذَا جَآءُوكُمْ اور جب وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے ہیں (آپ ﷺ کی مجلس میں) کفر کے ساتھ۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهٖ اور تحقیق وہ نکلے ہیں کفر کے ساتھ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ اس چیز کو جو وہ چھپاتے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے کافروں کو دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ تمہارے دین کے مخالف ہیں اور مسلمان کی قیمتی متاع دین ایمان ہی ہے اور یہ ارکان اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں مثلاً نماز کا اذان کا مذاق کرتے ہیں نقالی کر کے۔

تمسخر کی صورت کا بیان :

جس طرح موذن کانوں میں انگلیاں ڈال کر کلمات اذان بلند آواز سے کہتا ہے

اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر چہرہ دائیں بائیں پھیرتا ہے اس کی نقل اتار کے مذاق اڑاتے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مؤذن جب اذان دے تو کانوں میں انگلیاں ڈالے تا کہ اس کو اپنی آواز بری نہ لگے۔ چاہے جتنی زور سے آواز نکالے۔

حدیث پاک میں اسی طرح آیا ہے اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا نہ فرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت مؤکدہ بلکہ مستحب ہے تو اگر کوئی شخص اذان دیتے ہوئے کانوں میں انگلیاں نہ بھی ڈالے تو اذان پھر بھی ہو جائے گی اور یہ کہ مؤذن بلند جگہ پر کھڑا ہو کر اذان دے تا کہ دور تک آواز جائے۔ اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہتے وقت چہرہ دائیں طرف پھیرے اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت چہرہ بائیں طرف پھیرے تا کہ دائیں بائیں طرف کے لوگ بھی سن لیں۔

اور یہ بھی حکم ہے کہ موذن جب اذان کہے تو اس کا جواب دو وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو تم بھی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو، وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو تم بھی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو اور جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہے تو تم لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہو۔ جب اذان ہو جائے تو درود شریف پڑھنا ہے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھنی ہے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں اس کے لئے قیامت والے دن ضرور سفارش کروں گا اور مغرب کی اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کے بعد اس دعا کے ساتھ ایک اور چھوٹی سی دعا پڑھنی ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّا هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَ اَصْوَاتُ

دُعَاتِکَ فَاغْفِرْ لِیْ اس کا بڑا اجر ہے مگر بہت سارے لوگ اس سے غافل ہیں۔

غرضِ تمسخر :

یہ مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ نہیں انکار کرتے تم ہم سے مگر اس بات سے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔

نَقَمَ کی لغوی تحقیق :

نَقَمَ ، یَنْقِمُ ، ضَرَبَ ، یَضْرِبُ سے۔ امام رازیؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں ھَلْ تُنْکِرُوْنَ مِنَّا نہیں انکار کرتے تم ہم سے۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ نَقَمَ ، یَنْقِمُ ، کے معنی انتقام کے نہ سمجھ لینا۔

تمسخر کا انجامِ کار :

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ قرآن اور احادیث پر ہم ایمان لائے ہیں احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ اور اس چیز پر (بھی ہم ایمان لائے) جو اتاری گئی (ہم سے) پہلے۔ توراۃ پر، انجیل پر، زبور پر اور دوسرے آسمانی صحیفے جو نازل ہوئے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ اور بے شک تمہاری اکثریت نافرمان ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھتے تھے اور انہیں شریف آدمی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اور عیسائی ضد میں آ کر ان کی شریعت کو برا کہتے تھے۔ مگر الحمدللہ! ہم صاف دل ہیں کہ اپنی کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور پہلی تمام آسمانی

کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تمام پیغمبروں اور کتابوں کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قومی اسمبلی نے قانون پاس کیا کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا موت ہے۔ رسالت کا لفظ عام ہے تمام پیغمبروں کو شامل ہے۔ جس پیغمبر کی بھی کوئی توہین کرے گا اس کو سزائے موت ہوگی۔ لیکن امریکہ بہادر اس بات پر مُصر ہے کہ اس قانون کو ختم کرواور اپنے پیغمبر کی توہین کرنے کا ہمیں حق دو۔

بھائی! ہم تو تمام پیغمبروں کو قابل احترام اور تعظیم سمجھتے ہیں۔ اور سب کے لئے یکساں قانون ہے۔ ہاں! اگر قانون یہ ہوتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے تو پھر تمہیں اعتراض کرنے اور کچھ کہنے کا حق پہنچتا تھا۔ لہٰذا اب ان کا اعتراض کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قانون تمام پیغمبروں کی عصمت اور عظمت کی حفاظت کے لئے ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ آپ (ﷺ) فرمادیں کیا میں تمہیں خبر دوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ اس سے بری چیز کی باعتبار جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس سے جو تم ہماری نماز اور اذان کی نقل اتارتے اور مذاق کرتے ہو، وہ کیا ہے؟ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ جیسے عیسائی کہ یہ ملعون ہیں وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ جیسے یہودی کہ وہ مغضوب علیھم ہیں۔

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بندر اور خنزیر۔

ایلہ شہر کی تحقیق :

بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ نامی شہر تھا آج کل اس کا نام ایلات ہے اور یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ یہ شہر ہزارہا سال سے چلا آرہا ہے۔ وہاں کے لوگوں کی بود و باش مچھلی کے شکار پر تھی۔ حضرت داوٴدk کے زمانہ میں ان پر پابندی لگی کہ ہفتے والے دن تم شکار نہیں کرسکتے کیونکہ یہ عبادت کا دن ہے۔ اس دن عبادت کے علاوہ کسی کام کی اجازت نہیں تھی۔ جس طرح ہماری شریعت میں جمعہ کی اذان سے لے کر اختتام نماز تک ہر وہ کام جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔ اذان سے مراد پہلی اذان ہے۔ تمام فقہی کتابوں میں موجود ہے اَلْمُعْتَبَرُ ھُوَ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ پہلی اذان ہی معتبر ہے۔ تو پہلی اذانِ جمعہ سے لے کر اختتامِ صلاۃ تک بیچنا حرام، خریدنا حرام، لکھنا حرام، پڑھنا حرام، ہاں خطیب جمعہ کی تقریر کے لئے مطالعہ کرسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح اور صاف حکم ہے۔

نمازِ جمعہ میں اذان وافعال کی حیثیت :

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ جب اذان دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ دوڑو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے وَ ذَرُوا الْبَیْعَ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو ہاں غسل کرسکتا ہے، مسواک کرسکتا ہے، کپڑے بدل سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ اور جس فعل کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے وہ جائز نہیں ہے۔ چاہے نکاح ہی کیوں نہ ہو۔

اذانِ اوّل کے بعد نکاح کا حکم :

چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربیe اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں اور مولانا محمد اشرف علی تھانویe اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں ''کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کسی نے نکاح پڑھایا تو نکاح نہیں ہوگا دوبارہ پڑھایا جائے'' حالانکہ نکاح کے متعلق آیا ہے کہ ''نکاح آدھا دین ہے'' لیکن چونکہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے اس لئے وہ بھی جائز نہیں ہے۔ہاں جمعہ کی نماز کے بعد اپنا کام کرسکتے ہو کاجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.........

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوة فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ الله پس جب نماز ہوجائے تو پھیل جاؤ زمین میں اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔تو ہمارے لئے تو صرف پہلی اذان سے لے کر اختتامِ نمازِ جمعہ تک ممانعت ہے۔

یہود کے فرقے اور انجامِ کار :

مگر یہودیوں کے لئے ہفتے کے چوبیس گھنٹے ممانعت تھی۔سوائے عبادت کے اور کوئی کام جائز نہیں تھا۔لیکن ان کے تین گروہ بن گئے۔

1.......... مچھلیاں پکڑنے والا۔

2.......... منع کرنے والا۔اور تیسرا

3.......... انہوں نے کچھ دن تو ان کو منع کیا مگر جب وہ باز نہ آئے تو وعظ کرنا چھوڑ دیا۔

ایک گروہ آخر تک ان کو منع کرتا رہا۔خدا کی شان کہ مچھلیاں ہفتے والے دن اوپر تیرتی ہوئی نظر آتیں اور آگے پیچھے نظر نہیں آتی تھیں۔تو جن لوگوں نے شکار کیا ان

میں سے جو بوڑھے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے خنزیر کی شکل میں بدل دیا اور جو جوان تھے ان کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر وہ تین دن کے بعد ہلاک کر دیے گئے۔ ان کی آگے نسل نہیں چلی۔ آج کل جو بندر اور خنزیر ہیں یہ حیوانوں کی نسل ہے۔

یہ ہماری اذان اور نماز کی نقل اتارتے ہیں انہیں ہمارا رکوع اور سجدہ اچھا نہیں لگتا ہم ان ساری حالتوں میں انسان ہی رہتے ہیں۔ اپنے بڑوں کا حال دیکھو! جو بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے۔ تو انسان کی شکل بری ہے یا جانور کی اور پھر جانوروں میں بندر اور خنزیر کی۔

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اور انہوں نے عبادت کی طاغوت کی۔ شیطان کی، بتوں کی، جادوگروں کی۔ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ وہی لوگ برے ہیں باعتبار درجے کے۔ اور زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ سیدھے راستہ سے وَاِذَا جَآءُوْکُمْ اور جب وہ آتے ہیں تمہارے پاس قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہتے ہیں ہم ایمان لائے وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ حالانکہ تحقیق وہ داخل ہوئے ہیں (آپ ﷺ کی مجلس میں) کفر کے ساتھ۔ وَھُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِہٖ اور تحقیق وہ نکلے ہیں کفر کے ساتھ۔ انسان اپنی قیمتی چیز کی حفاظت کرتا ہے جب کہیں جاتا ہے ساتھ لے کر جاتا ہے، آتا ہے تو ساتھ لے کر آتا ہے، ان کی قیمتی چیز کفر ہے۔ ساتھ لے کر آتے ہیں اور ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا کَانُوْا یَکْتُمُوْنَ اس چیز کو جو وہ چھپاتے ہیں، دل میں رکھتے ہیں۔ اس ذات سے کوئی شی مخفی نہیں ہے۔

وَتَرٰی کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ لَوۡلَا یَنۡہٰہُمُ الرَّبّٰنِیُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِہِمُ الۡاِثۡمَ وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ ؕ غُلَّتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا ۘ بَلۡ یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ یُنۡفِقُ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیۡدَنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ طُغۡیَانًا وَّکُفۡرًا ؕ وَاَلۡقَیۡنَا بَیۡنَہُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ؕ کُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَہَا اللّٰہُ ۙ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۶۴﴾

لفظی ترجمہ :

وَتَرٰی اور اے مخاطب! تو دیکھے گا کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ ان میں سے بہتوں کو یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡاِثۡمِ دوڑتے ہیں گناہ میں وَالۡعُدۡوَانِ اور زیادتی میں وَاَکۡلِہِمُ السُّحۡتَ اور حرام کھانے میں لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ البتہ برا

ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں لَوْلَا یَنْھٰھُمُ کیوں نہیں منع کرتے ان کو الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ پیراور مولوی عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ ان کی گناہ کی بات سے وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ اوران کے حرام کھانے سے لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَصْنَعُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو (مولوی اور پیر) کرتے ہیں وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ اور کہا یہودیوں نے یَدُاللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں وَلُعِنُوْا اوران پر لعنت کی جائے بِمَا قَالُوْا اس وجہ سے جوانہوں نے کہا ہے بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے وَلَیَزِیْدَنَّ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گا کَثِیْرًا مِّنْھُمْ ان میں سے بہتوں کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو نازل کیا گیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گا) طُغْیَانًا وَّکُفْرًا سرکشی کو اور کفر کو وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ اور ہم نے ڈال دی ان کے درمیان دشمنی وَالْبَغْضَآءَ اور بغض اور کینہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک کُلَّمَآ جب کبھی بھی اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ جلائیں گے وہ آگ لڑائی کے لئے اَطْفَاَھَا اللّٰہُ بجھادے گا اس کو اللہ تعالیٰ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کریں گے یہ زمین میں فساد کی وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا فساد کرنے والوں کے ساتھ۔

ربطِ آیت :

بات پہلے سے یہودیوں کی چلی آرہی ہے۔لیکن جن کاموں کو لوگ کرتے رہے ہیں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ اور اے مخاطب! تو دیکھے گا ان میں سے بہتوں کو یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ دوڑتے ہیں گناہ میں اور زیادتی میں۔

اثم اور عدوان کا مصداق :

مشاہدے کی بات ہے کہ لوگ گناہ کے کام کو دوڑ کے کرتے ہیں ''اثم'' اس گناہ کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا جائے اور نافرمانی کی جائے اور ''عدوان'' کہتے ہیں بندوں کے حق ضائع کرنے کو چوری کرنا۔ڈکیتی کرنا، کسی کا مال غصب کر لینا، غیبت کرنا، بلاوجہ کسی کو مارنا، گالی دینا، بہتان تراشی کرنا، طعنہ دینا یہ تمام چیزیں ''عدوان'' کی مد میں ہیں۔مطلب یہ ہے کہ حقوق اللہ کو بھی توڑتے ہیں اور حقوق العباد کو بھی توڑتے ہیں۔نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ بندوں کے حقوق کی پرواہ کرتے ہیں۔

سُحُت اور رشوت کی تفصیل :

وَاَکْلِهِمُ السُّحْتَ اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں۔ایک ہوتی ہے رشوت اور ایک ہے سحت ان دونوں میں فرق ہے۔سحت کہتے ہیں پیسے لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف فیصلہ کرنا۔مثلاً چور، ڈکیت کے متعلق فیصلہ کرنا کہ یہ چور، ڈکیت نہیں ہیں۔یا رقم لے کر قاتل کو بری کر دینا اس رقم کو سحت کہتے ہیں۔اس زمانے میں بھی

جج اور قاضی اس طرح کرتے تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔

اور رشوت اس رقم کو کہتے ہیں کہ کسی کا کام رقم لے کر کیا جائے یعنی رشوت عام ہے۔ اور سحت خاص ہے۔ یعنی رشوت عام کاموں میں ہے اور سحت غلط فیصلہ کرنے میں ہے اور رشوت بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر، رشوت لینے والے پر اور ان دونوں کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔ یہ سب کے سب ملعون ہیں۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کرتے ہیں، بندوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں، حرام کھاتے ہیں۔

حقیقی پیر اور مشائخ کی ذمہ داری :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ کیوں نہیں منع کرتے ان کو پیر اور مولوی عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ ان کی گناہ کی بات سے وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور ان کے حرام کھانے سے۔ مولوی اور پیر کیوں نہیں روکتے۔

دیکھنا! علماء سوء اور ٹھگ پیر اس زمانے میں بھی تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ٹھگ پیر اس زمانے میں بھی لوگوں کو لوٹتے تھے اور آج بھی چھ ماہی وصول کرتے ہیں اس کے سواء ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حالانکہ اصل پیر کا کام ہے لوگوں کی اصلاح کرنا، نیکی کی تلقین کرنا، برائی سے منع کرنا، اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو خود نیکی، بدی کا علم ہو۔ لہٰذا جاہل آدمی کو پیر نہیں بننا چاہیے، بلکہ بن بھی نہیں سکتا۔ جاہل کسی کی کیا اصلاح کرے گا وہ تو خود قابلِ اصلاح ہے۔ پیر و مرشد وہ ہوتا ہے جو علوم شریعت سے اچھی طرح واقف ہو اور اخلاق کے اعتبار سے ایسا ہو کہ اس پر کوئی حرف نہ آئے، ایسا پیر

دوسروں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کر سکے گا اور جس کے اپنے اخلاق اور اعمال درست نہیں ہیں وہ دوسروں کی کیا تربیت کرے گا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خفتہ، خفتہ را کے کند بیدار

سویا ہوا سوئے ہوئے کو کب جگائے گا۔ سوئے ہوئے کو تو وہ جگائے گا جو خود جاگتا ہو۔ لہٰذا جاہل پیر لوگوں کی کیا اصلاح کرے گا۔ علماء اور مشائخ کی ذمہ داری ہے اور فرض ہے کہ لوگوں کو گناہ اور حرام خوری سے منع کریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ رَاٰی مِنکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ جو تم میں سے برائی کو دیکھے وہ اس کو ہاتھ سے روکے اور ظاہر بات ہے کہ ہاتھ سے وہ روکے گا جس کو طاقت ہوگی۔ جیسے حاکم وقت ہے یا علاقے کا چوہدری اور سردار ہے اور علاقے میں اس کا اثر ورسوخ ہے تو برائی کو ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے برائی کو روکے لوگوں کو سمجھائے کہ بھائی جو کام تم کر رہے ہو جائز نہیں ہے۔

شریعت نے منع کیا ہے یا جو بھی اصلاح کا طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کرے اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہیں ہے تو فَبِقَلْبِهٖ پھر اس کو اپنے دل میں برا سمجھے اور اگر دل میں بھی اس کو برا نہیں سمجھتا تو فرمایا اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

بیان ربط آیات ومضمون :

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ البتہ برا ہے وہ جو (مولوی اور پیر) کرتے ہیں۔ یعنی ان کا منع نہ کرنا برا کام ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر حق کو جاننے والے بہت سارے ہیں تو حق کو بیان کرنا ان کے لئے فرض کفایہ ہے اگر ان میں سے ایک بھی بیان کردے گا تو سب

کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا اور اگر بیان کرنے والا ایک ہی ہے تو اس پر بیان کرنا فرضِ عین ہے اگر وہ بیان نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

یہود کی گستاخی کا بیان :

پہلے ذکر تھا کہ یہودی اذان، نماز کا تمسخر کر کے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ایمان والوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی بے ادبی اور گستاخی کا ذکر ہے قرآنِ کریم میں آتا ہے "وَاَقْرِضُوْا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو۔ یہودیوں نے کہا (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ محتاج ہوگیا ہے کہ قرض مانگتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے تم جو صدقہ خیرات کرو تمہیں اس کا ضرور بدلہ ملے گا۔ جس طرح کسی کو قرض دیا جائے تو رقم مقروض کے ذمہ ہوتی ہے اور اس نے ضرور واپس کرنی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو رقم تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے خرچ کرو گے گویا تم نے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا ہے اس کا تمہیں ضرور بدلا ملے گا۔ لیکن یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی اور یہ بھی کہا.........

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ اور کہا یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں کہ اپنے بندوں پر خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ الٹا بندوں سے قرض مانگنا شروع کر دیا ہے۔ فرمایا غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ تمام برائیوں میں مبتلا ہیں اور بخیل ہیں۔

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا اور ان پر لعنت کی جائے اس وجہ سے جو انہوں نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو بند نہیں ہوئے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ بات سمجھنا یہاں پر

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مقام پر ایک ہاتھ کا ذکر ہے۔
"تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ"۔ برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں شاہی ہے اتنی بات تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ لہٰذا بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم نے تسلیم کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں باقی رہی ان کی کیفیت تو ہمیں معلوم نہیں ہے کہ کس طرح کے ہاتھ ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاتھ ہیں کہ ہتھیلی ہے، انگلیاں ہیں، انگوٹھا ہے، انگوٹھے میں دو جوڑ ہیں، انگلیوں میں تین تین جوڑ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو ہم حاشا وکلا کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں! یہ کہیں گے کہ اس کی شان کے جو لائق ہیں اس طرح کے ہاتھ ہیں۔ اور وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ آگے فرمایا.........

وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گا ان میں سے بہتوں کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو نازل کیا گیا آپ (ﷺ) کی طرف مِنْ رَّبِّکَ تیرے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گا) کیا زیادہ کرے گا؟ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا (زیادہ کرے گا) سرکشی اور کفر کو۔ اب رہی یہ بات کہ قرآنِ کریم تو رحمت محض ہے۔ اس سے سرکشی اور کفر کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔ تو یہ بات شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اچھے انداز میں سمجھائی ہے وہ فرماتے ہیں

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم وخس

بارش باغ میں گل لالہ اگاتی ہے اور خراب زمین میں کانٹے دار گھاس۔
بارش کے تو سارے قطرے ایک طرح کے ہوتے ہیں اچھی زمین پر گریں گے تو اچھی چیزیں پیدا ہوں گی اور نکمی اور کلر والی زمین پر گریں گے تو نکمی چیزیں پیدا ہوں گی۔

بارش وہی ہے باغ پر برسے گی تو خوشبو پھیلے گی اور روڑی پر برسے گی تو بدبو پھیلے گی، جیسی جگہ ویسا نتیجہ۔ اسی طرح قرآن پاک جب نازل ہوا تو اچھے لوگ ایمان لائے اور یقین کیا اور جوں جوں قرآن نازل ہوتا گیا ان کا ایمان بڑھتا گیا۔ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور جو برے لوگ ہیں ان کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوا۔

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اور ہم نے ڈال دی ان (یہود و نصاریٰ) کے درمیان دشمنی، بغض اور کینہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کی بے شمار آپس میں لڑائیاں ہوئی ہیں۔ اور اب بھی ایک دوسرے کے خلاف بغض اور کینہ لئے بیٹھے ہیں۔ اور یہ لوگ اندرونی طور پر ہمیشہ دست و گریباں رہیں گے۔ کاش! کہ مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان بن جائیں۔ اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو جائے۔ اور بغض و کینہ ختم ہو جائے تو اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر کافروں نے ان کا ایسا ذہن بنا دیا ہے کہ وہ آپس میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ شام، لبنان کے ساتھ نہیں مل سکتا۔ اردن کے ساتھ نہیں مل سکتا، کویت کے ساتھ نہیں مل سکتا، اور عراق سعودیہ کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں ہے۔ ایک دوسرے کے دلوں میں اتنی نفرت پیدا کر دی گئی ہے کہ آپس میں تو نہیں ملیں گے، یہودیوں کی گود میں جا بیٹھیں گے اور اس وقت سارے امریکہ کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ جب کبھی بھی جلائیں گے وہ آگ لڑائی کے لئے اَطْفَاَهَا اللّٰهُ بجھا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ بے شمار لڑائیاں کیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مرتبہ ناکام فرمایا وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اور کوشش کریں گے یہ زمین میں فساد کی۔ اس وقت دنیا میں سب سے بڑا غنڈہ

اور دہشت گرد امریکہ ہے۔ جو بظاہر امن کا ٹھیکے دار بنا ہوا ہے اور حقیقت میں فساد کا علمبر دار ہے۔ اب اس نے شام کو دہشت گرد قرار دیا ہے، کیوں؟۔ اس لئے کہ جولان کی پہاڑیاں شامیوں کی تھیں۔ یہودیوں نے ان سے چھین کر اپنی بستیاں آباد کی ہیں۔ امریکہ شام کو کہتا ہے کہ تو ان کی ملکیت سے دست بردار ہو جا اور شام اپنی ملکیت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لہٰذا وہ دہشت گرد ہے۔ کہ اس کا حکم نہیں تسلیم کیا۔ بڑی عجیب قسم کی منطق ہے۔

بھائی! ایک آدمی اپنی چیز کے متعلق کہتا ہے کہ یہ میری ہے اور میں اس کی ملکیت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں تو اسے کہتے ہیں کہ تو دہشت گرد ہے۔ یہ فساد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔

وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا فساد کرنے والوں کے ساتھ۔ حدیث پاک میں آتا ہے فتنہ سویا ہوا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ لہٰذا فتنے کی کوئی بات کرنا یا فتنے کا کوئی کام کرنا سخت گناہ ہے اور اسلام کی روح کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

لفظی ترجمہ :

وَلَوْ اَنَّ اوراگر بے شک اَهْلَ الْكِتٰبِ اہلِ کتاب اٰمَنُوْا ایمان لے آئیں وَاتَّقَوْا اوررب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈریں لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ البتہ ہم مٹادیں ان سے سَيِّاٰتِهِمْ ان کی خطائیں وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ اورالبتہ ہم ان کو داخل کریں گے جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغات میں وَلَوْ اَنَّهُمْ اوراگر بے شک وہ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ قائم کریں توراۃ کو وَالْاِنْجِيْلَ اورانجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ اورجو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب

کی طرف سے لَاَكَلُوْا البتہ کھائیں وہ مِنْ فَوْقِهِمْ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اوراپنے پاؤں کے نیچے سے مِنْهُمْ اُمَّةٌ ان میں سے ایک گروہ ہے مُّقْتَصِدَةٌ درمیانی چال چلنے والا وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ اور بہت سارے ان میں سے سَآءَ مَايَعْمَلُوْنَ برے ہیں وہ کام جو وہ کرتے ہیں يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ اے رسول (ﷺ) بَلِّغْ پہنچادیں مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو چیز آپ (ﷺ) کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اوراگر آپ نے ایسا نہ کیا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ تو آپ نے نہ پہنچایا رب تعالیٰ کا پیغام وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ اوراللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا مِنَ النَّاسِ لوگوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔

بیان ربط آیات :

پہلے سے اہلِ کتاب کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اوراگر بے شک اہلِ کتاب اٰمَنُوْا ایمان لے آئیں حضرت محمد ﷺ پر کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت عام ہے پہلے پیغمبروں کی طرح مخصوص نہیں ہے۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کی بعثت مخصوص قوموں کی طرف ہوتی تھی۔ لیکن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کے لئے قیامت تک پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" (اعراف: ۱۵۸)۔ آپ کہہ دیں اے انسانو! میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور سورۃ فرقان میں ہے "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ ہو جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا تو عالمین میں انسان، جنات سب آ گئے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں اور جنوں سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے "بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ وَاِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" مجھے کالے، سرخ، انسان، جنات سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا اب قیامت تک کے تمام انسانوں اور جنات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو فرمایا کہ اگر اہلِ کتاب ایمان لائیں۔

وَاتَّقَوْا اور رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈریں اور اس کے پیغمبر کی مخالفت نہ کریں تو ہم یہ کریں گے کہ لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ البتہ ہم مٹا دیں ان سے ان کی خطائیں اور گناہ۔ ایمان اعظم المکفرات ہے "اَلْاِسْلَامُ یَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" اسلام ایمان اپنے سے پہلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ کفر، شرک تک گناہوں کے مٹانے کے ساتھ یہ بھی کریں گے.........

وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ اور البتہ ہم ان کو داخل کریں گے نعمتوں کے باغات میں وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ اور اگر بے شک وہ قائم کریں تورات اور انجیل کو وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ البتہ کھائیں وہ اپنے اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ

اَرْجُلِهِمْ اور اپنے پاؤں کے نیچے سے۔

اوپر سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ پھل وافر مقدار میں کھائیں کیونکہ پھل فروٹ کے درخت انسان کے سروں سے اوپر ہوتے ہیں اور پاؤں کے نیچے سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے اناج سبزیاں مختلف قسم کی اگتی ہیں وہ بھی کھائیں اور توراۃ اور انجیل کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں کیونکہ پادری صاحبان کے اقرار کے باوجود کہ توراۃ اور انجیل میں تحریف ہوئی ہے پھر بھی آنحضرت ﷺ کی نبوۃ اور صداقت کے اشارات اور بشارتیں موجود ہیں میں نے اپنی کتاب ''عیسائیت کا پس منظر'' میں عیسائیوں کے حوالے پیش کیے ہیں کہ ان کی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے پھر بھی انجیل یوحنا میں یہ آیت آج بھی موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی حواریوں سے فرمایا ''تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں پھر فرمایا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ (یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ نے ''دنیا کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں ہیں)۔

بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑے معجزے عطا فرمائے مگر آنحضرت ﷺ کے معجزات بہت بلند اور زیادہ ہیں اور دنیا کے سردار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوۃ تمام دنیا اور تمام قوموں کے لئے ہے۔ تو اب معنیٰ یہ بنے گا کہ اہلِ کتاب اگر توراۃ اور انجیل کو قائم کریں کہ آخری پیغمبر پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کے متعلق جو بشارتیں توراۃ اور انجیل میں ہیں ان پر عمل کریں تو پھل بھی وافر

مقدار میں کھائیں گے اور اناج بھی وافر مقدار میں کھائیں گے۔

مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ ان میں سے ایک گروہ ہے درمیانی چال چلنے والا، اعتدال پسند۔ یہ وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اسید، حضرت بنیامین رضی اللہ عنہم یہ تمام پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوگئے تھے۔ اسی طرح حضرت عدی بن حاتم، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوگئے۔ اور بھی بہت سارے یہودی اور عیسائی جو اعتدال پسند تھے مسلمان ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ سَآءَ مَا يَعۡمَلُوۡنَ اور بہت سارے ان میں سے برے ہیں وہ کام جو وہ کرتے ہیں۔ یعنی اکثریت ان کی برے کام کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہوئے (جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے "يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ"۔ یہ آخری پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں مگر پھر) بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور تاریخ بتلاتی ہے کہ یہودیوں کے مدینہ طیبہ میں آنے کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تھی کہ ان کو جب علم ہوا کہ پیغمبر آخر الزمان نے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونا ہے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنا ہے تو ان کے بڑوں نے مدینہ طیبہ میں آ کر ڈیرے جمائے کہ پیغمبر آخر الزمان جب تشریف لائیں گے تو ہم ان کا استقبال کریں گے اور ان پر ایمان لائیں گے۔

مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو منکر ہوگئے بہت تھوڑے ایمان لائے بھلا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟۔ اکثریت ہمیشہ گمراہ رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک اکثریت گمراہ ہی رہے گی سوائے

اس خطے کے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنٹرول ہوگا نازل ہونے کے بعد وہاں مسلمانوں کے علاوہ اورکوئی نہیں ہوگا اور جن علاقوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کنٹرول نہیں ہوگا وہاں بدستور کافر رہیں گے جیسے چین، روس، جاپان ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثریت کے بے عمل ہونے سے متاثر نہ ہوں آپ کا کام ہے تبلیغ کرنا، آپ تبلیغ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچادیں جو چیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ تو آپ نے نہ پہنچایا رب تعالیٰ کا پیغام۔ یعنی بالفرض اگر آپ نے رب تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو رب تعالیٰ کی طرف سے جو احکام ملتے ہیں وہ مخلوق تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کا حق ادا کیا اور دوسرے پیغمبروں نے بھی تبلیغ احکام میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔

مودودی صاحب کی غلطی کا جائزہ :

مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں بہت سی غلط باتیں لکھی ہیں ہماری ان کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مسلمہ عقائد کے خلاف باتیں لکھی ہیں علماء کرام کے اعتراضات کے بعد انہوں نے الفاظ کا ہیر پھیر کیا ہے مگر اعتراض بدستور باقی ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب اپنی تفسیر کے پہلے ایڈیشن میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ.........

''ان سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں''۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ بھائی! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے تو ایک کوتاہی بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ کوتاہیاں ہوجائیں۔ لہٰذا یاد رکھنا! کسی پیغمبر نے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو فرمایا آپ ﷺ تبلیغ کریں۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا لوگوں سے۔ اور ان کے شر سے۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام n سفر، حضر میں آنحضرت ﷺ کا پہرہ دیا کرتے تھے کہ کوئی بدقماش یہودی مشرک اور منافق آپ کے اور آپ ﷺ کے حجرات کے قریب نہ آنے پائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے سادہ ہونے کے باوجود بڑے ذہین لوگ تھے جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ ﷺ سفر پر تھے اور آپ ﷺ کے خیمے کے باہر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری جان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اب پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا تم جا سکتے ہو۔ اس کے بعد کبھی کسی نے کوئی پہرہ نہیں دیا۔ فرمایا............

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔ یعنی جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہیں دیتا نہ کسی کو کافر بناتا ہے۔ باوجود اس پر قادر ہونے کے اس نے قانون بنایا ہے۔ ''فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ'' پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ج فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ط كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ لا فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ق ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

لفظی ترجمہ :

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیں اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ

عَلٰی شَیْءٍ نہیں ہو تم کسی چیز پر حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ یہاں تک کہ تم قائم کرو توراۃ کو اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ اور اس چیز کو جو نازل کی گئی تمہاری طرف مِّنْ رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَلَیَزِیْدَنَّ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ ان میں سے اکثریت کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وہ چیز جو نازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے (زیادہ کرے گی) طُغْیَانًا وَّکُفْرًا سرکشی اور کفر کو فَلَا تَاْسَ پس نہ افسوس کریں عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ کافر قوم پر اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے وَالصَّابِئُوْنَ اور صابی وَالنَّصٰرٰی اور نصرانی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ جو شخص ان میں سے ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ پس نہ ہوگا ان پر خوف وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے لَقَدْ اَخَذْنَا البتہ تحقیق لیا ہم نے مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وعدہ بنی اسرائیل سے وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا اور بھیجے ہم نے ان کی طرف کئی رسول کُلَّمَا جَآءَ ھُمْ رَسُوْلٌ جب بھی لایا ان کے پاس کوئی رسول بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُھُمْ وہ چیز جس کو ان کے نفس نہیں چاہتے تھے فَرِیْقًا کَذَّبُوْا پیغمبروں کے ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلایا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ اور پیغمبروں کے ایک گروہ

کو قتل کرتے رہے وَحَسِبُوٓا اور انہوں نے گمان کیا اَلَّا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ کہ نہیں ہوگا کوئی فتنہ اور آزمائش فَعَمُوْا پس وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا ثُمَّ عَمُوْا پھر اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ان میں سے بہت سارے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو عمل وہ کر رہے ہیں۔

اہلِ کتاب اسے کہتے ہیں جو قرآن پاک سے پہلی کتابوں میں سے کسی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً یہودی توراۃ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، عیسائی انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ اہلِ کتاب ہیں۔ اس بات میں بعض علماء کا اختلاف ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر معیار پر پورے نہیں اترتے جیسے قادیانی اور باطل فرقے کیا ان کو اہلِ کتاب کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ چونکہ قرآن کریم کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا یہ اہلِ کتاب ہیں مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

محققین فرماتے ہیں کہ یہ ہرگز اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ اہلِ کتاب اسے کہتے ہیں جو قرآنِ کریم سے پہلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ماننے کا دعویٰ کرے۔ لہٰذا قادیانی اور دیگر باطل فرقے اہلِ کتاب کا مصداق نہیں ہیں۔

کافر، ملحد اور زندیق کی تحقیق :

ایک ہوتا ہے کافر اور ایک ملحد اور زندیق ہوتا ہے۔ کافر اسے کہتے ہیں جو کھلے طور پر انکار کرے کہ میں قرآنِ کریم کو نہیں مانتا۔ پیغمبر کو نہیں مانتا یا اللہ تعالیٰ کے کسی محکم حکم کا

انکار کرے۔ اور ملحد اور زندیق اسے کہتے ہیں جو ماننے کا دعویٰ کرے مگر تعبیر اور مطلب اپنی مرضی سے کرے۔ جیسے قادیانی ختم نبوۃ کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور خاتم النبیین ﷺ کی تعبیر اور تفسیر اپنی مرضی سے کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق بھی ہیں۔ کیونکہ وہ قرآنِ کریم کی آیت کریمہ وخاتم النبیین ﷺ کے لفظوں کے منکر نہیں ہیں۔ لیکن اس کی وہ تفسیر جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی کہ

"أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَارَسُوْلَ بَعْدِيْ" کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول آئے گا اور جو تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی، تابعین نے فرمائی، تبع تابعین نے فرمائی، ائمہ مجتہدین، فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی، مفسرین کرام اور محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے کہ آپ آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی تشریعی پیغمبر ہوسکتا ہے نہ غیر تشریعی۔ اور آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوۃ کا دعویٰ کرے گا دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور قادیانی خاتم کا معنیٰ کرتے ہیں مہر لگانے والا اور خاتم النبیین کا معنیٰ کرتے ہیں نبیوں پر مہر لگانے والا کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر کی تصدیق سے آئیں گے۔ حالانکہ یہ معنیٰ خود مرزا غلام احمد قادیانی جس کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی عرف "گھسیٹی" تھا کے مسلمات کے خلاف ہے۔

"چنانچہ وہ اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں لکھتے ہیں اس طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی کہ میں لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا (یہ اس کے ساتھ دوزخ تھا) اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے

لئے خاتم الاولاد تھا۔ اور اگر مہر لگانے والا ترجمہ ہو تو پھر معنی یہ بنے گا کہ اب اس کے بعد میرے والدین کے ہاں جتنی اولاد ہوگی وہ میری مہر سے ہوگی۔

تو اہلِ کتاب وہ ہیں جو قرآنِ کریم سے پہلے والی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قُلْ يَـٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) فرمادیں اے اہلِ کتاب! لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ نہیں ہو تم کسی چیز پر۔ یعنی تم حق پر نہیں ہو۔ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ یہاں تک کہ تم قائم کرو تورات کو اور انجیل کو وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور اس چیز کو (قائم کرو) جو نازل کی گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے۔ ان کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کے متعلق بشارتیں موجود ہیں۔ اور اگر تم آخری پیغمبر کی بعثت اور نبوۃ کو تسلیم نہیں کرتے اور ان پر ایمان نہیں لاتے تو تم نے تورات اور انجیل کو بھی تسلیم نہیں کیا۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ اور البتہ ضرور زیادہ کرے گی ان میں سے اکثریت کے لئے مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وہ چیز جو نازل کی گئی آپ ﷺ کی طرف آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے کیا زیادہ کرے گی؟۔ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا سرکشی اور کفر کو۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ کریم تو ہدایت و رحمت ہے یہ سرکشی اور کفر کو کیوں بڑھائے گا؟ اس کا جواب میں نے پہلے بھی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دیا تھا۔ جو کہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان کی کتابیں کریما، گلستان، بوستان آج تک مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کی کتابوں میں فارسی ادب کے علاوہ توحید وسنت اخلاقیات اور تصوف کے بڑے اسباق ہیں۔ (مثال گزشتہ اسباق میں دیکھ لی

جائے)۔فرمایا......

فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ پس نہ افسوس کریں کافر قوم پر۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فلاح کا مدار ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔فرمایا، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔یعنی جنہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے۔(اور بعض مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ پہلے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں)۔وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے۔ان کو یہودی کہنے کی وجوہ......

’’یہودی‘‘ کہنے کی وجوہ :

① ...... یہ ہے کہ جب ان کے بڑوں سے غلطی ہوتی تھی تو توبہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا ’’اِنَّا ھُدْنَآ اِلَیْکَ‘‘ بے شک ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔تو اس ’’ھُدْنَا‘‘ کے لفظ کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

② ...... تفسیر خازن وغیرہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام تھا یہودا اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

③ ...... یہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’تَھَوَّدَ‘‘ کے معنی ہیں ’’حرکت کرنا، ہلنا‘‘ یہ جب توراۃ پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے، ہلتے تھے۔جس طرح حافظ، قاری جب قرآنِ کریم پڑھتے ہیں تو ہلتے اور جھومتے ہیں۔یہ چونکہ توراۃ پڑھتے ہوئے ہلتے ہیں اس وجہ سے ان کو یہود کہا جاتا ہے۔

''صابی،نصرانی'' کہنے کی وجوہ :

وَالصَّابِئُوْنَ اورصابی۔یہ حضرت داوٗد علیہ السلام کو نبی مانتے تھےاورزبور پر ایمان رکھتے تھے۔فی الجملہ نماز روزے کے بھی قائل تھے۔آخرت کے بھی قائل تھے۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ چانداور سورج کی پوجا کرتے تھےاور ستاروں میں :،ائی کرشمے مانتے تھےان کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ اہلِ کتاب میں سے ہیں یانہیں؟۔مگر صحیح بات یہ ہے کہ اہلِ کتاب میں سے ہیں کیونکہ زبور کو ماننے کا ،عویٰ کرتے ہیں۔
وَالنَّصٰرٰی اورنصرانی۔ان کونصرانی کہنے کی وجوہ.........

①...... فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس محلے میں پیدا ہوئے تھے اس کا نام تھا''ناصرہ''اس کی طرف نسبت کی وجہ سے نصرانی کہاجاتا ہے۔اورنسبت کی وجہ سے تاریخ کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ k کا نام مسیح ناصری آتا ہے۔جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی، مدنی اس لئے کہاجاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی۔

②...... اور ان کو نصاریٰ کہنے کی دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہودیوں سے خطرہ محسوس کیاتو اپنے ساتھیوں کوفرمایا ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ''؟. اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہوئے میری مدد کون کرے گا؟۔ ''قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللہِ''. حواریوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کی ہم مدد کریں گے۔اس لئے ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان تمام فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا.........

مَنْ اٰمَنَ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو شخص ان میں سے ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور

آخرت کے دن پر وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ. اور عمل کرے گا اچھے نہ ہوگا ان پر خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نہ ان پر آئندہ کے لئے کوئی خوف ہوگا اور نہ گزشتہ پر کوئی غم ہوگا۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ البتہ تحقیق لیا ہم نے وعدہ بنی اسرائیل سے وَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلاً اور بھیجے ہم نے ان کی طرف کئی رسول كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ جب بھی لایا ان کے پاس کوئی رسول بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ وہ چیز جس کو ان کے نفس نہیں چاہتے تھے فَرِيْقًا كَذَّبُوْا پیغمبروں کے ایک گروہ کو انہوں نے جھٹلایا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ اور پیغمبروں کے ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس وقت کے حاکم نے اپنی حقیقی بھانجی کے ساتھ نکاح کر لیا جبکہ ہماری شریعت کی طرح ان کی شریعت میں بھی بھانجی کے ساتھ نکاح حرام تھا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو جب اس کی خبر ملی تو انہوں نے سوچا کہ اگر خاموش رہتا ہوں تو گنہگار رہوں گا۔ چنانچہ مسئلہ سمجھانے کے لئے حاکم کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو مسئلہ سمجھایا کہ تو نے جو کچھ کیا ہے صحیح نہیں کیا اور یہ از روئے شریعت حرام ہے۔ حاکم کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ تو مجھے مسئلے سمجھاتا ہے؟ اور قتل کر دیا۔

وَحَسِبُوْا اور انہوں نے یہ گمان کیا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کہ نہیں ہوگا کوئی فتنہ اور آزمائش۔ اور پھر اس گمان میں فَعَمُوْا پس وہ اندھے ہو گئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہو گئے۔ آنکھیں ان کی حق کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ان کے کان حق کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پھر اس کے بعد پے در پے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ان کے پاس تشریف

لاتے رہے اور ان کو حق کا راستہ دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور آیا۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا۔ ان کو توبہ کا موقع دیا ثُمَّ عَمُوْا پھر وہ اندھے ہوگئے وَصَمُّوْا اور بہرے ہوگئے كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ان میں سے بہت سارے پہلوؤں کی روش پر چل نکلے۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ . بِمَا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو عمل وہ کر رہے ہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وقت آنے پر سب کچھ بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾

لفظی ترجمہ :

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وہ مسیح بن مریم ہے وَقَالَ الْمَسِيْحُ اور فرمایا مسیح (علیہ السلام) نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اے بنی اسرائیل اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اِنَّهٗ بے شک وہ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس

پرحرام کردی جنت وَمَاْوٰهُ النَّارُ اورٹھکانہ اس کا دوزخ ہے وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ اورنہیں ہے ظالموں کے لئے مِنْ اَنْصَارٍ کوئی مددگار لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ تینوں میں تیسرا ہے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اورحالانکہ نہیں کوئی الٰہ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مگر ایک ہی الٰہ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا اوراگر وہ باز نہ آئے عَمَّا یَقُوْلُوْنَ ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ البتہ ضرور پہنچے گا ان لوگوں کو كَفَرُوْا مِنْهُمْ جو ان میں کافر ہیں عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ کیا پس وہ نہیں توبہ کرتے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ اورکیوں نہیں اس سے معافی مانگتے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

عیسائیوں کے گروہوں کا بیان اورنظریات :

اب اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے باطل عقیدے کا ذکر فرماتے ہیں۔عیسائیوں کے تین گروہ تھے۔

1 نسطوریہ 2 یعقوبیہ اور 3 ملکائیہ۔

1 .... نسطوریہ فرقے کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ان کے عقیدے کا ذکر دسویں پارے میں آتا ہے "وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ" (توبہ : ۳۰) اورکہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اورنصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔حالانکہ

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔ (حدیث قدسی اسے کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرکے بات کریں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں "یَسُبُّنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ ذٰلِکَ" آدم کی اولاد مجھے گالیاں دیتی ہے۔ حالانکہ ان کو گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ "مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ؕ" (سورۃ الجن : ۳)۔ پس اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے نہ اولاد ہے۔ اس کی صفت ہے "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" (سورۃ اخلاص : ۳) نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔

رب تعالیٰ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عرب اور دوسرے ملکوں کے جاہل لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے "وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ" (نحل : ۵۷) اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔

2............ یعقوبیہ فرقے والے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کو الگ ذات مانتے تھے لیکن ساتھ ساتھ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادت کی اتنی عبادت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر حلول کر گیا ہے، داخل ہو گیا ہے۔ ان کو حلولیہ اور اتحادیہ بھی کہتے ہیں۔ البتہ اتحادیہ اس میں مزید اضافہ بھی کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے جتنے افعال اور معجزات صادر ہوتے ہیں بظاہر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہو رہے تھے لیکن حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے صادر ہو رہے تھے۔ جو اندر حلول کیے ہوئے ہے۔

اس کی وہ مثال یہ پیش کرتے ہیں کہ ایک ہے آگ اور ایک ہے لوہا آگ کی تاثیر ہے جلانا اور لوہے کی تاثیر ہے کاٹنا لیکن جب لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو گرم ہو کر وہ بھی جلانے لگ جاتا ہے کہ آگ کے ساتھ متحد ہو کر دونوں ایک ہو گئے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے جب بکثرت عبادت کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے پھر انکا عقیدہ بیان فرمایا ہے ارشادِ ربانی ہے......

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ بیشک اللہ تعالیٰ وہ مسیح بن مریم ہے۔ رب تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَقَالَ الْمَسِيْحُ اور فرمایا مسیح (علیہ السلام) نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اے بنی اسرائیل اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ مجھ سے جو معجزات ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر حلول کر گیا ہے۔

معجزہ اور کرامت پر تحقیق :

معجزے کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے وہ نبی کا فعل نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی کا اس میں ذاتی طور پر کوئی دخل ہوتا ہے۔ اور معجزے کی طرح کرامت بھی حق ہے۔ اور کرامت کی تعریف یہ ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ اور ولی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جب طور کے مقام پر پہنچے۔ تو قرآن پاک میں آتا ہے۔

"قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْآ" اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم (یہاں) ٹھہرو "اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا" مجھے آگ نظر آئی ہے۔ "لَعَلِّیْ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ" شاید میں وہاں (راستے) کا کچھ پتہ لاؤں۔ "اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ" یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاپو۔ "فَلَمَّا اَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ" جب اس کے پاس پہنچے آواز آئی میدان کے دائیں کنارے سے مبارک جگہ میں۔ "مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" (پارہ : ۲۰۔القصص : ۳۰)۔ایک درخت میں سے میں اللہ ہوں پالنے والا سارے جہانوں کا۔

اور سورہ طٰہٰ (پارہ : ۱۶۔آیت ۱۷ تا ۲۰) میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی" اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی" یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں فرمایا اے موسیٰ! (علیہ السلام) اس کو پھینک دو پس انہوں نے اس کو پھینک دیا پس وہ اچانک سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

سورۃ قصص میں آتا ہے "فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ" (آیت نمبر : ۳۱) پس جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ پھیرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔جیسا کہ دوسرے مقام پر "ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ" (اعراف :

۱۰۷۔شعرا : ۳۲)(بڑا اژدھا) کے الفاظ آئے ہیں یا طور پر پتلا سانپ،اور فرعون کے سامنے بڑا اژدھا ہو کر وہ لاٹھی نمودار ہوئی ہو کچھ بھی ہو۔مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر معجزہ نبی کا فعل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے کیونکہ اگر خود ہی انہوں نے لاٹھی کا سانپ بنایا ہوتا تو اپنے فعل اور اس کے نتیجے سے بخوبی واقف ہوتے اور ڈرنے اور بھاگنے کی ہرگز ضرورت نہ پیش آتی۔مگر موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی کے اس پہلے موقع پر سانپ سے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا.........

"قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى" (طٰہٰ : ۲۱) پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی اس کو پھیر دیں گے پہلی حالت پر۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف یہی تھا کہ اس اژدھا کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کو پہلی حالت پر لاٹھی بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔امید ہے کہ آپ حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی،ولی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

یہاں ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ دشمن سے خوف اور ڈر ایک طبعی چیز ہے اس سے ایمان پر کسی قسم کی کوئی زد نہیں پڑتی۔کیونکہ پیغمبر سے بڑا اور مضبوط ایمان کس کا ہوسکتا ہے۔نبوت موسیٰ علیہ السلام کو مل چکی تھی یہ تو بطور معجزہ کے مل رہا تھا۔تو عیسیٰ k نے فرمایا اے بنی اسرائیل! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کر دی جنت وَمَاْوٰهُ النَّارُ

اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہے۔ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہے گا۔ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مددگار۔ تیسرا فرقہ جس کا نام ملکائیہ (محوشیہ) اور تفسیر خازن وغیرہ میں اس کا نام ملکانیہ بھی آیا ہے۔ لیکن اصل ہمزے کے ساتھ ہے۔ ملکائیہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ خدائی کے تین ارکان ہیں یعنی اقانیمِ ثلاثہ کے قائل ہیں کہ تین ارکان سے خدا بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک۔ دوسرے حضرت عیسیٰؑ اور تیسرے رکن میں اختلاف کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سیل انگریز پادری تھا اس نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے اور تفسیر بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ''ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت مریمؑ ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

ساتویں پارے میں آتا ہے ''وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ'' اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ (عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے قیامت والے دن) ''یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنالو اللہ تعالیٰ کے سوا؟ ''قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ'' نہیں لائق میرے لئے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا میں یہ بات کس طرح کہہ سکتا تھا۔

تو ملکائیہ فرقے کا نظریہ یہ ہے کہ اقانیمِ ثلاثہ خدائی نظام چلاتے ہیں بھائی! بڑی عجیب بات ہے کہ تم حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی تسلیم کرتے ہو سن عیسوی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے شروع ہوا ہے۔ یہ ۱۹۹۸ء ہے (بوقت درس) تو حضرت عیسیٰؑ کو پیدا ہوئے ۱۹۹۸ء سال ہو گئے ہیں اور حضرت مریمؑ ان سے سولہ

سترہ سال پہلے پیدا ہوئی ہوں گی اور زمین آسمان چاند، سورج، ستارے تو پہلے کے پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ ان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے سے یہ محکم نظام چلا آرہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلے خدائی ارکان جب مکمل نہیں ہوئے تھے تو یہ نظام کس طرح چلتا آرہا تھا؟۔ اور اگر ان کی پیدائش سے پہلے کامل تھا اور یقیناً کامل تھا تو ان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سا نقص آگیا ہے کہ وہ اب ان کا محتاج ہوگیا ہے۔ اور اگر ان کے سوا اللہ تعالیٰ کو ناقص مانتے ہو معاذ اللہ تعالیٰ تو ناقص خدا نے زمین بھی پیدا فرما دی، آسمان بھی بنا دیئے، زمین پر پہاڑ بھی رکھ دیئے، چاند، سورج، ستارے بھی پیدا فرما دیئے، اور تھا وہ ناقص **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** بڑا عجیب گورکھ دھندا ہے۔ یہ دنیا کی بڑی عقلمند قوم کہلاتی ہے۔ میں کہتا ہوں ان سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے دین کے معاملہ میں۔

پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جب تم تین خداؤں کے قائل ہو تو، توحید تو نہ رہی تو کہتے ہیں "اَلتَّوْحِیْدُ فِیْ التَّثْلِیْثِ وَالتَّثْلِیْثُ فِی التَّوْحِیْدِ" ایک تین اور تین ایک۔ ان سے سوال کرو کہ ایک چار اور چار ایک ہوتے ہیں تو کہیں گے نہیں۔ یا کہو کہ ایک پانچ اور پانچ ایک تو کہیں گے نہیں۔

بھائی! جب ایک چار اور چار ایک نہیں ہو سکتے ایک پانچ اور پانچ ایک نہیں ہو سکتے ایک دو اور دو ایک نہیں ہو سکتے تو ایک تین اور تین ایک کس طرح ہو گئے۔ بڑی عجیب منطق ہے۔ اس فرقے کا ذکر ہے، رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ بیشک اللہ تعالیٰ تینوں میں تیسرا ہے۔ خدائی کے دو رکن اور ہیں اور تیسرا اللہ

تعالیٰ ہے۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اورحالانکہ نہیں کوئی الٰہ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مگرایک ہی الٰہ ہے۔ نہ جبرائیل kاس کی خدائی میں شریک ہیں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نہ ان کی والدہ یہ سب ان کی خانہ زاد اور جاہلانہ باتیں ہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ اوراگر وہ باز نہ آئے ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ البتہ ضرور پہنچے گا ان لوگوں کو جو ان میں کافر ہیں عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہوسکتا ہے دنیا میں آجائے اور اگر دنیا کے عذاب سے بچ گئے تو آخرت میں دوزخ سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں توبہ کا دروازہ کھلا ہے اب وقت ہے توبہ کرلو۔

درمنثور وغیرہ میں حدیث ہے اور تاریخ کی کتابوں میں بھی آتا ہے کہ مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ستر سال کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا دروازہ توبہ کا دروازہ ہے۔ یہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا اور جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن بند کردیا جائے گا۔ اس کے بعد نہ کسی کا ایمان لانا قبول ہوگا اور نہ توبہ قبول ہوگی۔ جس طرح نزع کے عالم میں ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں......

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ کیا پس وہ نہیں توبہ کرتے اللہ تعالیٰ کی طرف، رجوع نہیں کرتے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے۔ کہ اے پروردگار! ہم نے غلط معبود بنا رکھے ہیں ہمیں معاف فرمادے ان کو ہم چھوڑتے ہیں۔ گزشتہ کی تجھ سے معافی مانگتے ہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ط كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط اُنْظُرْ كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۷۵ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ط وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۷۶ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ع ۝۷۷

لفظی ترجمہ :

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم کے (علیہ السلام) اِلَّا رَسُوْلٌ مگر رسول قَدْ خَلَتْ تحقیق گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس سے پہلے کئی رسول وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ اور ماں ان کی بہت سچی تھی كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے اُنْظُرْ دیکھ تو كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ پھر دیکھ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں کیا عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ اس مخلوق کی جو نہیں مالک تمہارے لئے ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا نقصان کی اور نہ نفع کی وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور اللہ تعالیٰ وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں اے اہلِ کتاب! لَاتَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ نہ غلو کرو ناحق اپنے دین میں وَلَاتَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا جو گمراہ ہو گئی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا اور انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو وَّضَلُّوْا اور گمراہ ہو گئی وہ قوم عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ سیدھے راستے سے۔

ربطِ مضمون کا بیان :

اس سے پہلی آیات میں عیسائیوں کے دو گروہوں کا ذکر تھا یعقوبیہ جن کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گئے ہیں اور ملکائیہ کا ذکر تھا جو اقانیم ثلاثہ کے قائل ہیں۔ اور نسطوریہ فرقے کا ذکر دسویں پارے میں آتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی تردید فرماتے ہیں کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے نہ اللہ تعالیٰ نے ان میں حلول کیا تھا، نہ خدائی کا تیسرا رکن تھے۔ ارشادِ ربانی ہے.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی نفی :

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ نہیں ہیں مسیح بیٹے مریم (علیہا السلام) کے مگر

رسول قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تحقیق گزر چکے ہیں اس سے پہلے کئی رسول۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں اور ساتھیوں کو دی۔ چنانچہ (آیت نمبر:۶) سورہ ''صف'' میں آتا ہے ''وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ'' اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی۔ ''یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی'' جو آنے والا ہے میرے بعد ''اِسْمُهٗ اَحْمَدُ'' نام اس کا احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

بخاری شریف میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا مُحَمَّدٌ'' میرے مشہور ناموں میں ایک محمد ہے اور ایک احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن پاک میں چار جگہوں میں آیا ہے اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جگہ میں ہے۔ تو احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام ہیں اور قادیانیوں کا دل دیکھو مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب ''المسیح الموعود'' میں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ میرے والد صاحب غلام احمد ہیں۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ ان دجالوں کے نزدیک غلام احمد بن گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں گئے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنا تو صرف ایک نے تھا۔ اس زمانے میں باطل فرقے اپنی تبلیغ میں بہت تیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ رکھے۔ ساتھیو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ تو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں۔

بشریت پر دلیل :

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ اور ماں ان کی بہت سچی تھی كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں (حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو! یہ جملہ بڑا مختصر ہے کہ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ مگر اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے کیونکہ کھانا کھانے والا زمین کا بھی محتاج ہے۔ زمین سے پیداوار ہوگی تو کھائے گا پھر بل کا محتاج بیل اور ٹریکٹر کا محتاج کہ جن کے ذریعے فصل بوئے گا۔ پھر آب وہوا کا محتاج کہ اس کے بغیر فصل اگتی نہیں۔ پھر سورج اور چاند کا محتاج کیونکہ سورج کی گرمی اور چاند کی روشنی کا بھی فصلوں کے ساتھ تعلق ہے۔ ستاروں کا بھی فصلوں سے تعلق ہے۔ اور موسم کا محتاج ہے۔ ان سب چیزوں کے بعد وقت کا محتاج ہے کیونکہ فصل کے پکنے کے لئے وقت بھی درکار ہے۔ پھر کاٹنے کے لئے درانتی اور مشین کا محتاج، پھر گاہنے کا محتاج، تاکہ دانے اور توڑی (بھوسہ) الگ الگ ہو جائیں۔ پھر پینے کے لئے چکی کا محتاج، گوندھنے کے لئے تنالی اور پرات کا محتاج، پھر روٹی پکانے کے لئے آگ اور توے کا محتاج اتنی چیزوں کا محتاج رب کس طرح بن گیا۔ رب تو "صَمَد" ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر کھانا کھانے والا قضائے حاجت کا محتاج ہے کیونکہ فضلات خارج ہوئے بغیر انسان رہ نہیں سکتا۔

ایک لطیفہ :

ایک دن مجھے **انجیل** پڑھتے ہوئے ہنسی آگئی۔ انجیل "متی" میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سفر پر تھے کہ بھوک لگ گئی ساتھیوں سے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز تھیلے میں ہے تو تلاش کرو مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔ ساتھیوں نے تھیلے دیکھے، کھانے کی کوئی چیز نہ ملی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیر کا درخت نظر

آیا تو دوڑ کے اس کے پاس پہنچے کہ اس کا پھل اتار کر کھاتا ہوں۔ قریب پہنچے تو خیال آیا کہ انجیر کا تو موسم ہی نہیں ہے۔ ہنسی اس لئے آئی کہ ایسے بھولے کے سپرد خدائی کی جائے کہ جس کو موسم کا بھی علم نہیں ہے۔ یہ نظامِ کائنات کیا چلائے گا۔

بھائی! کبھی اللہ تعالیٰ کو بھی بھوک لگی ہے یا بھول چوک ہوئی ہے، حاشا وکلا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔ حضرت عیسیٰؑ صرف رسول ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت نہیں ہے۔ فرمایا......

نفع ونقصان کا مالک :

اُنظُرْ دیکھ تو کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ پھر دیکھ کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں۔ واضح باتیں ہونے کے باوجود قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ آپ (ﷺ) ان کو کہہ دیں کیا عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے ایسی مخلوق کی مَالَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا جو نہیں مالک تمہارے لئے نقصان اور نفع کی۔ حضرت عیسیٰؑ کے پاس نہ نفع تھا نہ نقصان تھا، نفع نقصان کا مالک تو صرف رب تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا" (پارہ : ۹۔ اعراف : ۱۸۸)۔ میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور دوسرے مقام پر ہے اپنے امتیوں کو کہہ دیں۔ "لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا" نہیں ہوں میں مالک تمہارے لئے نقصان اور بھلائی کا۔ جب پیغمبر نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں خصوصاً اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ نفع نقصان

کے مالک ہوں۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انجیل ''متی، مرقس اور لوقا یوحنا'' میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر لٹکانے لگے (یہ عیسائیوں کے اس گروہ کے مطابق ہے جن کا نظریہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا)۔ کیونکہ بہت سارے عیسائیوں کا نظریہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہے کہ "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" اور نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا اور لیکن یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔ مزید فرمایا "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا" اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ ؑ کو یقیناً "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" بلکہ اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اس کو اپنی طرف۔ تو یہ اناجیل کی آیتیں عیسائیوں کے اس گروہ کے نظریہ کے مطابق ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو سولی پر چڑھایا گیا۔

عیسیٰ (علیہ السلام) منجی یا محتاجِ نجات؟ :

حضرت عیسیٰ ؑ کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا "اِيْلِىْ، اِيْلِىْ لِمَا سَبَقْتَنِىْ" اے رب، اے میرے رب تو نے مجھے ان کے قابو میں کیوں دیا ہے مجھے ان سے چھڑا۔ مگر عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ آج عیسائی جگہ جگہ یہ کہتے پھرتے ہیں "يَسُوْعُ مُنْجِىْ، يَسُوْعُ مُنْجِىْ"۔ بھائی! جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تمہارا ''منجی'' کس طرح ہو گیا۔

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور اللہ تعالیٰ وہی سننے والا جاننے والا ہے قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ آپ (ﷺ) کہہ دیں اے اہلِ کتاب! لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ نہ غلو کرو ناحق اپنے دین میں۔ عیسیٰ ؑ کو خدا کا بیٹا نہ بناؤ۔ خدائی میں شریک سمجھو نہ خدائی کا درجہ دو کہ اللہ تعالیٰ ان میں داخل ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور

رسول ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشات کی قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ جو گمراہ ہوگئی اس سے پہلے۔ نہ صرف گمراہ ہوئے بلکہ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو۔

فرقِ باطل کی سرگرمیاں :

ہر دور میں باطل فرقوں کی کوشش رہی ہے کہ وہ سب کو گمراہ کر کے اپنے جیسا بنا لیں۔ آج بھی وہ جس قدر نشر و اشاعت اور تبلیغ کر رہے ہیں اس کے مقابلے میں حق والوں کی تبلیغ اور نشر و اشاعت صفر ہے۔ بیشک تقابل کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جنہوں نے تبلیغ کا کام جاری فرمایا تھا کہ آج ان کی جماعت دنیا میں تبلیغ کر رہی ہے جن کی بدولت تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ اور گمراہ ہوگئی وہ قوم سیدھے راستے سے۔ جو اپنی خواہشات پر چلتی ہے لہٰذا تم ان کے راستہ پر نہ چلنا۔ گمراہوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سیدھے راستہ پر قائم رکھے۔ (آمین)۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

لفظی ترجمہ :

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لعنت کی گئی ان لوگوں پر جو کافر تھے مِنْ ، بَنِيْٓ

اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ داود علیہ السلام کی زبان پر وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے کَانُوْ لَایَتَنَاهَوْنَ نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو عَنْ مُّنْکَرٍ برائی سے فَعَلُوْهُ جو وہ کرتے تھے لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ البتہ بری تھی وہ کارروائی جو وہ کرتے تھے تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ دیکھیں آپ ان میں سے بہت ساروں کو یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ دوست بناتے ہیں ان لوگوں کو کَفَرُوْا جو کافر ہیں لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ البتہ بری ہے وہ چیز جو ان کے لئے آگے بھیجی ہے ان کے نفسوں نے (وہ یہ ہے) اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالنَّبِیِّ اور اپنے نبی پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ اور اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ نہ بناتے ان کو دوست وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور لیکن اکثریت ان میں سے نافرمانوں کی ہے لَتَجِدَنَّ البتہ ضرور پائیں گے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الْیَهُوْدَ یہود کو وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور ان لوگوں کو

جنہوں نے شرک کیا وَلَتَجِدَنَّ اور البتہ آپ ضرور پائیں گے اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً ان میں سے زیادہ قریب دوستی میں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں قَالُوْٓا جنہوں نے کہا اِنَّا نَصٰرٰى بے شک ہم نصرانی ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ عالم ہیں وَرُهْبَانًا اور پادری اور درویش ہیں وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔

ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت :

بنی اسرائیل کا ایک طبقہ بحیرہ قلزم کے کنارے ایلہ شہر میں آباد تھا آج کل اس کا نام ایلات ہے جو اسرائیل کی بندرگاہ ہے ان کا گزر اوقات مچھلیوں کے شکار پر تھا خود بھی کھاتے اور دور دراز کے علاقوں میں بھی بھیجتے تھے ان کی تجارت کا یہی ذریعہ تھا بڑے مالدار لوگ تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا اور زبور ان پر نازل فرمائی تھی ہفتے کا دن ان کے واسطے عبادت کے لئے مختص تھا کہ باقی دنوں میں تم دن رات شکار کر سکتے ہو لیکن ہفتے کے دن کے چوبیس گھنٹے تمہارے لئے شکار ممنوع ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کیا اور حیلے بہانے سے شکار کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹالا ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس لعنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑوں کو خنزیر اور نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا جیسا کہ آپ اسی پارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

نافرمانی کا انجام :

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لعنت کی گئی ان لوگوں پر جو کافر تھے مِنْ ، بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بنی اسرائیل میں سے عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کی زبان پر وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ہفتے والے دن مچھلی کا شکار نہ کریں۔ مگر یہ لوگ باز نہ آئے اور حیلے بہانے سے شکار کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بار بار منع کرنے کے باوجود جب وہ باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹالا ہے لہٰذا تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد انہیں بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ دوبارہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی اس واقعہ کا ذکر اس سورۃ کے آخر میں آئے گا وہ اس طرح کہ.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور مائدہ کا نزول :

حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ کیا تیرا رب اس بات پر قادر ہے کہ وہ ہم پر آسمان کی طرف سے دسترخوان نازل فرمائے اور پکے پکائے کھانے اس میں ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو رب تعالیٰ پر ایمان بھی رکھتے ہو کہ وہ قادر مطلق ہے۔ پھر کہتے ہو کہ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ کہنے لگے پھر رب تعالیٰ سے کہو کہ ہم پر دسترخوان نازل کرے۔ اور اس میں گوشت بھی ہو پنیر بھی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ" اے اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار! نازل فرما ہم پر ایک بھرا ہوا دستر خوان آسمان کی طرف سے۔ ان کا مطالبہ مان لیا گیا۔ دو شرطوں کے ساتھ۔

1...... ایک یہ کہ اس دستر خوان سے غریب کھائیں مالدار نہ کھائیں۔

2...... دوسرا یہ کہ جتنا کھا سکتے ہیں کھائیں، ذخیرہ نہ کریں، بچا کر نہ رکھیں۔

سبب لعنت :

دوسرے وقت پر پھر آ جائے گا۔ لیکن انہوں نے دونوں شرطوں کی پابندی نہ کی۔ غریب امیر سب نے کھایا اور رکابیاں (پلیٹیں) ساتھ لے کر آتے ان میں بھر بھر کر ساتھ لے جاتے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت کی گئی۔ فرمایا......

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ یہ لعنت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ اور ان کا حال یہ تھا كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو برائی سے۔

نہی عن المنکر کا طریقہ ہائے کار :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کرنے کے بعد اپنی امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ" تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت حاصل ہو۔ "فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ" پس اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے "فَاِنْ لَّمْ

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ" اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت اور ہمت نہیں تو پھر اس فعل کو دل سے برا سمجھے اور اگر دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ بیشک وہ ایمان کا دعویٰ کرتا پھرے۔

الحمدللہ! چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو سرانجام دے رہی ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک یہ فریضہ سرانجام دیتی رہے گی۔ تَرٰی كَثِيْرًا مِّنْهُمْ دیکھیں آپ ان میں سے بہتوں کو يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دوست بناتے ہیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں۔ یہودی کافروں مشرکوں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے اور منافقین بھی کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے۔

یہود کی سرگرمیاں اور اظہارِ تاسف :

لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ البتہ بری ہے وہ چیز جو ان کے لیے آگے بھیجی ہے ان کے نفسوں نے وہ کیا ہے اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یہ کہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی ناراضگی تو دنیا میں ہے۔ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ کچھ یہودی برائے نام مسلمان ہوئے تھے اور ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کفار سے رفاقت کی ممانعت :

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر وَالنَّبِيِّ اور اللہ تعالیٰ کے نبی (ﷺ) پر وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ اور اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ نہ بناتے کافروں کو اپنا دوست۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ نبی سے مراد ان کے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں تو پھر مفہوم یہ بنے گا کہ یہ اگر

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے تو بھی کافروں کو دوست نہ بناتے۔ بلکہ آخری پیغمبر پر ایمان لاتے اور ان کو دوست بناتے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بشارت سنائی ہے اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے تورات میں اس پر ایمان لاتے تو بھی کافروں کے ساتھ دوستی نہ رکھتے۔ کیونکہ تورات میں کافروں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہ کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور لیکن اکثریت ان میں سے نافرمانوں کی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً البتہ ضرور پائیں گے آپ (ﷺ) لوگوں میں سے زیادہ سخت دشمنی میں لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الْيَهُوْدَ یہود کو۔ یعنی مسلمانوں کا شدید ترین دشمن یہودی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ بھلا اس میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ فلسطین کے مہاجرین کے دو کیمپوں "صابرہ اور شتیلہ" پر یہودیوں نے حملہ کر کے تقریباً بتیس ہزار فلسطینیوں کو شہید کیا جن میں مرد عورتیں بچے بوڑھے شامل تھے اور آج تک باز نہیں آ رہے۔ یہودی دنیا کی بڑی ذہین اور ضدی قوم ہے۔ اور بڑے منصوبے کے تحت دنیا پر چھائی ہوئی ہے کم تعداد میں ہونے کے باوجود امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، روس وغیرہ کی تجارتی منڈیوں پر ان کا قبضہ ہے۔ اور اسلحہ کے اعتبار سے دنیا کی تیسری قوت ہے۔ ان کی نسبت سے عیسائی کمزور ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔ یہودیوں کی تعداد اسی لاکھ بھی نہیں ہے اور اسرائیل کا کل رقبہ ہمارے دو ضلعوں کے برابر ہے لیکن منصوبہ بندی اور اسلحہ کے بل بوتے پر مسلمانوں کو ذبح کر رہا ہے۔ اور اسرائیل کے آس پاس رہنے والے مسلمانوں کی تعداد بارہ کروڑ سے

زیادہ ہے۔ مگر منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے بے بس ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے۔ عراق نے تھوڑا سا سر اٹھایا تو امریکہ بدمعاش نے اس کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ اور اس کو اپنا تیل بیچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ امریکہ سے اجازت لے کر تیل بیچتے ہیں اور اتنا ہی بیچتے ہیں جتنے کی وہ اجازت دیتا ہے۔

بھلا تو چجا لگتا ہے پابندی لگانے کا ملک ان کا تیل ان کا جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں بیچیں۔ مگر نہیں کیونکہ وہ بدمعاش ہے۔ بلکہ رقم کے ساتھ دوائی دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ باہر سے خوراک تک نہیں منگوانے دیتا لیکن مسلمان ملکوں پر افسوس ہے کہ تمام کے تمام بمع سعودیہ، لبنان، اردن، شام اور مصر کے سب کے سب بہرے، گونگے اور اندھے بنے ہوئے ہیں اس کے حق میں آواز تک بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ان ملکوں میں جو حق کی آواز بلند کرتا ہے اس کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

خصوصاً سعودیہ میں حالانکہ وہ مرکز اسلام ہے۔ الٹا امریکہ کی فوج کو سرزمین عرب میں لا کر بٹھایا ہوا ہے۔ اور ان کے تمام جائز و ناجائز اخراجات بھی برداشت کر رہے ہیں۔ بھائی! انسان کو اتنی ذلت بھی برداشت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ امریکہ نے ان کے دماغ میں یہ وہم بھر دیا ہے کہ تمہیں عراق کھا جائے گا۔ اور میں تمہارا دفاع کروں گا۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی "اَخْرِجُوْا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ"۔ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ بہرحال یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔

یہود کے بعد "مشرک" دشمن اسلام ہیں:

وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا۔ مسلمانوں کی دشمنی میں

سخت پاؤ گے۔یہود کے بعد مشرک بھی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔چاہے مکے کے ہوں یا انڈیا کے ہوں۔انڈیا کے مشرکوں کا تعصب دیکھو، بابری مسجد کو شہید کر کے وہاں مندر بنانا چاہتے ہیں اس کے علاوہ اور کئی مسجدوں کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے بڑوں کے مندر تھے۔آگے فرمایا.........

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً اور البتہ آپ ضرور پائیں گے ان میں سے زیادہ قریب دوستی میں لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے الَّذِيْنَ قَالُوْآ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا اِنَّا نَصٰرٰى بے شک ہم نصرانی ہیں۔یاد رکھنا! یہ آیات عام نصاریٰ کے متعلق نہیں ہیں۔بلکہ حبشہ کے ملک سے نصاریٰ کا ستر آدمیوں پر مشتمل ایک قافلہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہ سارے مسلمان ہو گئے تھے آگے آئے گا کہ انہوں نے جب قرآن سنا تو رونے لگ گئے تھے یہ ان کے متعلق ہیں یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور حبشے کا بادشاہ جو کہ عیسائی تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ یہ اس لئے کہ بیشک ان میں سے قِسِّيْسِيْنَ عالم ہیں وَرُهْبَانًا اور پادری اور درویش ہیں وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔دوبارہ ذہن نشین کرلیں کہ ان آیات کا مصداق آج کے نصاریٰ کو نہ بنانا باقی مزید تشریح اور وضاحت آگے آرہی ہے۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذَا سَمِعُوْا اور جب انہوں نے سنا مَآ اُنْزِلَ اس چیز کو جو نازل کی گئی اِلَى الرَّسُوْلِ رسول ﷺ کی طرف تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ آپ (ﷺ) دیکھتے ہیں

ان کی آنکھوں کو تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے وَمَالَنَا اور ہمیں کیا ہے لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز پر جو ہمارے پاس آئی ہے حق سے وَنَطْمَعُ اور ہم امید رکھتے ہیں اَنْ يُّدْخِلَنَا کہ ہمیں داخل کرے گا رَبُّنَا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ نیک قوم کے ساتھ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ پس بدلہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا قَالُوْا اس کا جو انہوں نے کہا جَنّٰتٍ باغوں کا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ان میں رہیں گے وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ اور یہی ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وہی لوگ جہنم والے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ نہ حرام ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور نہ تم تجاوز کرو اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے وَكُلُوْا اور کھاؤ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے حَلٰلًا طَيِّبًا حلال پاکیزہ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ ذات اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

مسلمانوں پر ظلم وستم کا دورِ اوّل اور ہجرت حبشہ :

آنحضرت ﷺ کو جب نبوۃ عطا کی گئی اور آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی اور لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے تو کافروں نے ان پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے اور کمزور اور غلام صحابہ ؓ پر طرح طرح کے ظلم کئے حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت حارث بن ابی ہالہ ؓ کو شہید کر دیا۔ بعض کو ٹخنوں سے رسیاں باندھ کر گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ بعض کو انگاروں پر لٹایا گیا۔ بعض کی چھاتیوں پر چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو مگر وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت عطا فرمائی اور وہ ایمان پر قائم رہے۔ کافروں کے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں کہ شاہ حبشہ جن کا نام اصحمہ اور نجاشی لقب تھا بہت اچھا آدمی ہے۔ اور وہاں کے لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم ہوا کہ نجاشی اور اس کی رعایا اچھے لوگ ہیں۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے کہ واقعی اچھے لوگ ہیں کچھ صحابہ کرام ؓ حبشہ تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ واقعی اچھے لوگ ہیں۔ اور عیسائی مذہب رکھتے ہیں۔

مشرکین مکہ کا تعاقب کرنا :

چنانچہ مظلوم مسلمانوں کا قافلہ جو چوہتر/۷۴ آدمیوں پر مشتمل تھا مکہ مکرمہ سے

ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گیا اس قافلے میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ جب مشرکین کو علم ہوا کہ یہ شکار ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو انہوں نے تعاقب کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور ایک وفد جس میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ شامل تھے اور یہ دونوں حضرات گفتگو کے بڑے ماہر اور دوسروں کو قائل کرنے میں بڑا تجربہ رکھتے تھے۔ بعد میں دونوں رضی اللہ عنہما ہو گئے۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر بنے۔

نجاشی اور فریقین کا مکالمہ :

چنانچہ یہ لوگ شاہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس کو کہا کہ ہمارے کچھ غلام بھاگ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ ان کو ہمارے حوالے کرو۔ نجاشی نے ان کی گفتگو سننے کے بعد کہا کہ میں صرف تمہاری بات پر یقین کر کے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جب تک ان حضرات سے پوچھ گچھ نہ کرلوں کہ ان کا موقف کیا ہے؟۔ کیونکہ اگر محض دعوے پر فیصلہ کر دیا جائے فریق ثانی کی گفتگو سنے بغیر تو دنیا تباہ ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تک فریقین کی بات نہ سن لو کوئی فیصلہ نہ کرو۔ مشرک کہنے لگے کہ ہم بالکل سچے ہیں کہ یہ ہمارے غلام ہیں اور بھاگ کر آئے ہیں۔ نجاشی نے کہا کہ میں ان کا موقف سنے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور نجاشی :

چنانچہ ان حضرات کو بلایا گیا اور ان سے کہا کہ یہ لوگ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں اور یہ ان کا موقف ہے کہ تم ان کے غلام ہو اور وہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو متکلم بنایا کہ تم نے گفتگو کرنی ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا کہ ہم کس طرح ان کے غلام ہیں؟ یہ بھی قریشی ہیں اور میں بھی قریشی ہوں۔ بلکہ میں نسب میں ان سے اونچا ہوں۔ ہاں ہمارے ساتھ کچھ غلام بھی ہیں۔ مگر ان کا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟۔ جب اس طرح بات نہ بنی تو عمرو بن العاص نے گفتگو کا رخ بدلا اور کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہیں؟۔

عیسائی پادریوں کی حلت وحرمت میں ہرزہ سرائی :

نجاشی نے کہا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر طیارؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا نظریہ وہی ہے جو ہمیں ہمارے پیغمبر نے سکھایا ہے۔ وہ یہ ہے "اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ". نہیں ہیں عیسیٰ (علیہ السلام) مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا۔ "وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ". (زخرف : ۵۹)۔ اور بنایا ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ۔ مشرک کہنے لگے دیکھو جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ کہہ کر ان کی توہین کردی ہے۔ حضرت نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اس نے اس کی نوک کے برابر بھی توہین نہیں کی وہ واقعی بندے تھے۔ مشرکین کا یہ وفد (بے نیل ومرام) واپس آگیا۔ اور مسلمان وہیں رہے۔ مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہوکر حبشہ کے کئی عیسائی مسلمان ہوگئے اور شاہ حبشہ نجاشی بھی مسلمان ہوگیا (رضی اللہ عنہ)۔ مندرجہ بالا انہیں کا ذکر ہے۔ آگے فرمایا.........

وَاِذَا سَمِعُوْا اور جب انہوں نے سنا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اس چیز کو جو نازل کی گئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں کو تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں۔ (کیوں آنسو بہا رہی

ہیں؟)۔ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے ہم حق کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور قرآن کریم تیری سچی کتاب ہے اور دین اسلام سچا مذہب ہے۔ پھر کہا انہوں نے.........

وَمَا لَنَا اور ہمیں کیا ہے؟ لَانُؤْمِنُ بِاللّٰہِ کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر وَمَا جَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز پر جو ہمارے پاس آئی ہے حق سے وَنَطْمَعُ اور ہم امید رکھتے ہیں اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا کہ ہمیں داخل کرے گا ہمارا رب مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ نیک قوم کے ساتھ (جنت میں) ان آیات کے مصداق وہ عیسائی ہیں جو حبشہ سے آکر مسلمان ہوئے تھے سارے عیسائی ان آیتوں کے مصداق نہیں ہیں۔ انگریز کے دور میں بعض مولوی اور پیر جو انگریز کے پٹھو اور وظیفہ خور تھے ان آیات کو انگریزوں سے چسپاں کرتے تھے کہ یہ ہمارے دوست ہیں۔ علماء حق ان کو جواب دیتے تھے کہ بھائی اگلی آیات بھی تو پڑھو کہ انہوں نے کہا "رَبَّنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ" اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو لکھ دے ہمیں حق کے گواہوں میں سے تو کیا انگریز ایمان لایا ہے اور قرآن کو سننے کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں تو انگریز ان آیتوں کا مصداق کس طرح بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

فَاَثَابَھُمُ اللّٰہُ پس بدلہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے بِمَا قَالُوْا اس کا جو انہوں نے کہا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ باغوں کا جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ ان میں رہیں گے وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ اور یہی ہے بدلہ نیکی

کرنے والوں کا (اور برخلاف اس کے) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اورانہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ وہی لوگ جہنم والے ہیں جَحِیْم شعلے مارنے والی آگ کو کہتے ہیں۔ مراد دوزخ ہے کہ یہ لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ عیسائیوں میں معتدل بھی تھے اور غالی بھی تھے جو غالی تھے انہوں نے بعض حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کرلیا تھا۔ مثلاً ان کے پادریوں نے کہا کہ گوشت، انڈا، مچھلی ہمارے لئے حرام ہے۔ کیوں کہ ان کے کھانے سے جسم میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے درست سمت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ مسلمانو! تم اس طرح نہ کرنا۔ ارشادِ ربانی ہے.........

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو لَاتُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ نہ حرام ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں وَلَاتَعْتَدُوْا اور نہ تم تجاوز کرو۔ کہ حلال کو حرام بناؤ اور حرام کو حلال قرار دو۔ پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں ان کو کھاؤ، پیو۔

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے۔ لہٰذا گوشت کھاؤ، دودھ پیو، انڈے کھاؤ اور عیسائیوں سے مشابہت اختیار نہ کرنا۔ فرمایا.........

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ اور کھاؤ اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے۔ مگر کھانے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ حَلٰلًا طَیِّبًا حلال پاکیزہ۔ یہ پہلی شرط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال فرمایا ہے اور کھانے کی اجازت دی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ طیب ہو۔ طیب اسے کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے کا حق شامل نہ ہو۔ مثلاً مرغا

حلال ہے مگر کسی سے چھین کر یا چوری کر کے لائے تو طیب نہیں ہے۔ اسی طرح گندم، چاول وغیرہ حلال ہیں۔ مگر چوری ڈکیتی کے ہوں گے تو طیب نہیں ہوں گے یا یہ چیزیں دھوکہ دہی سے حاصل کی جائیں یا کسی بھی ناجائز طریقے سے حاصل کی جائیں تو طیب نہیں ہوں گی۔ لہٰذا ان کا کھانا حلال نہ ہوگا۔

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ ذات اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ لہٰذا اس کے احکام کی بھی تعمیل کرو۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

لفظی ترجمہ :

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ بیہودہ قسموں کے بارے میں وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ اور لیکن پکڑے گا تمہیں بِمَا ان قسموں کے بارے میں عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ کہ تم نے گرہ لگائی ہے قسموں پر فَكَفَّارَتُهٗٓ پس اس کا کفارہ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ کھانا کھلانا ہے دس مسکینوں کو مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اَوْ كِسْوَتُهُمْ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یا گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ پس جو شخص ان میں سے کوئی چیز نہ پائے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ تو تین دن کے روزے ہیں ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسم

اٹھا بیٹھو وَاحْفَظُوْآ اَیْمَانَکُمْ اور محفوظ رکھو اپنی قسموں کو کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم شکر ادا کرو۔

(قسم) حلف کے متعلق شرعی اصول :

انسان چھوٹا ہو یا بڑا اس کو زندگی میں ضرورت کے تحت بسا اوقات قسم بھی اٹھانی پڑتی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے دو تین مرتبہ قسمیں اٹھائی ہیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خانگی حالات کی درستگی کیلئے قسم اٹھائی کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی ایک بیوی کے پاس بیٹھ کر شہد کھاتے تھے جو دوسری بیویوں کو ناگوار گزرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس قسم کے توڑنے کا حکم فرمایا.........

حلف کی اقسام اور احکام :

"یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ" اے نبی کریم (ﷺ)! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے حلال ٹھہرائی ہے۔ "تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ" کیا آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔
"وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

"قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ" بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے توڑ دینا تمہاری قسموں کا۔ بہر حال زندگی میں قسم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قسم کے متعلق شرعی اصول یہ ہے کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی اٹھانی جائز ہے۔ مثلاً قسم اٹھانے کے لئے یوں کہے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے"۔ اللہ

تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے رسول کی قسم ہے یا مجھے کعبہ کی قسم ہے۔ یا کہے مجھے پیر کی قسم ہے یا میں دودھ اور بیٹے کی قسم اٹھاتا ہوں یہ سب قسمیں حرام ہیں اور ان کا کفارہ بھی نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے.........

''مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَکَ بِاللهِ'' جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے ''مَنْ قَالَ بِالَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللهُ'' جس شخص نے کہا مجھے لات وعزیٰ کی قسم ہے وہ فوراً کلمہ پڑھے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے اسلام سے خارج ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آدمی قرآنِ کریم کی قسم اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً کوئی آدمی کہے کہ مجھے قرآنِ کریم کی قسم ہے تو آیا یہ قسم ہو گی یا نہیں؟۔ تو فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اس میں اختلاف ہے مگر محققین حضرات فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے قرآنِ کریم کی قسم اٹھائی تو وہ قسم ہو جائے گی۔ پھر قسم کی تین قسمیں ہیں۔

① لغو ② غموس اور ③ مُنْعَقِدَہْ

① ''لَغو'' وہ قسم ہے جو غیر اختیاری طور پر بغیر ارادے کے منہ سے نکل جائے جس طرح عام آدمیوں کی عادت ہے۔ بات، بات پر قسم اٹھاتے رہتے ہیں۔ قسم لغو کی ایک اور صورت بھی بیان فرماتے ہیں کہ گزشتہ کسی معاملہ پر قسم اٹھائے کہ وہ کام کیا ہو اور کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں نے وہ کام نہیں کیا یا نہ کیا ہو اور کہے کہ میں نے کیا ہے۔ لیکن قسم اٹھاتے وقت یاد نہیں ہے تو یہ بھی لغو ہے۔ یمینِ لغو کی دونوں قسموں کا کفارہ نہیں

ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَايُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ نہیں پکڑے گا تمہیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ بیہودہ قسموں کے بارے میں۔

②...... اور دوسری قسم ہے ''غَمُوس'' کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا حالانکہ کیا ہے۔یا کہتا ہے کہ میں نے وہ کام کیا ہے حالانکہ نہیں کیا۔اس میں کفارہ نہیں ہے۔مگر قسم اٹھانے والا گنہگار ہوتا ہے۔ آخرت میں مواخذہ ہوگا کہ رب تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں غوطہ دے گا۔کیونکہ غمس کے معنی غوطے کے ہیں۔رہی یہ بات کہ کتنی دفعہ غوطہ دے گا؟ تو وہ رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے غوطے دے گا۔

③...... تیسری قسم ہے ''مُنْعَقِدَہْ'' وہ یہ ہے کہ مستقبل میں کسی چیز کے متعلق قسم اٹھائے کہ میں وہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا۔مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں فلاں کام کروں گا۔یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں فلاں کام نہیں کروں گا۔پھر کسی کام کے کرنے کے متعلق قسم اٹھائی اور نہیں کر سکا یا نہ کرنے کے متعلق قسم اٹھائی اور کر لیا تو اس کا کفارہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..........

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ اور لیکن پکڑے گا تمہیں بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ان قسموں کے بارے میں کہ تم نے گرہ لگائی ہے قسموں پر۔کہ تم نے قصداً وہ قسم اٹھائی ہے کہ یہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا پھر نہ کر سکا یا کر لیا۔ فَكَفَّارَتُهٗٓ پس اس کا کفارہ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ کھانا کھلانا ہے دس مسکینوں کو۔

مسکین کی تعریف :

مسکین اسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہ ہو۔یا سامان

تجارت نہ ہو کہ جس کی مالیت نصاب کے برابر ہو۔ یا گھر میں ضرورت سے زیادہ اتنا سامان نہ ہو کہ جس کی مالیت نصاب کے برابر ہو۔ ضرورت سے زائد سامان وہ ہے جو کبھی کبھار استعمال میں آتا ہے مہمانوں کے آنے پر۔

مسکین کے لئے شرائط :

مثلاً پلنگ ہیں، بسترے ہیں، برتن ہیں جو عموماً استعمال میں نہیں آتے صرف دوست احباب، مہمانوں کے آنے پر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ضرورت سے زائد سامان شمار ہوتا ہے۔ یہ اتنی مالیت کا نہ ہو جو نصاب کو پہنچ جائے تو ایسا شخص مسکین ہے۔ نصاب ساڑھے باون تولے چاندی ہے جس کی مالیت آج کل تقریباً ساڑھے پانچ ہزار ہے۔ (بوقت درس۔ اب موجودہ مالیت کا اعتبار ہوگا۔) اور جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد ساڑھے پانچ ہزار روپے ہیں یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے یا کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے کہ ان کی مالیت ساڑھے پانچ ہزار بن جاتی ہے۔ یا سامانِ تجارت ہے یا گھر میں ضرورت سے زائد سامان ہے کہ اس کی مالیت ساڑھے پانچ ہزار بنتی ہے تو ایسا شخص ''مسکین'' نہیں ہے۔ وہ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، قربانی کی کھال، نذر منت، قسم کے کفارے کی رقم نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس پر قربانی کرنا اور فطرانہ دینا واجب ہے، چاہے مرد ہے یا عورت ہے؟ بعض لوگ بیوہ عورتوں کو محض بیوہ سمجھ کر زکوٰۃ، عشر، فطرانہ اور چرمہائے قربانی کی رقم دے دیتے ہیں حالانکہ بعض بیواؤں کے پاس اتنا مال اور سامان ہوتا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی سے زائد ہوتی ہے۔ ایسی بیوہ کو جس نے زکوٰۃ، عشر، فطرانہ کی رقم یا چرمہائے قربانی کی رقم دی تو فرض ادا نہ ہوگا بلکہ ذمہ میں اسی طرح واجب رہے گا تو ایک شرط تو یہ ہے کہ وہ مسکین ہو۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ''مسکین'' مسلمان ہو کافر نہ ہو کیونکہ کافر کو کفارے کی رقم نہیں لگتی۔ نہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ کی رقم لگتی ہے۔ اور کافر وہ ہے جسے شریعت کافر کہے صرف عوام کی اصطلاح والا کافر نہیں ہے۔ شریعت کی زبان میں مرزائی کافر ہے، مشرک کافر ہے، شیعہ کافر ہے۔ منکر حدیث کافر ہے، بہائی کافر ہے، بابی کافر ہے، ذکری کافر ہے اور کئی فرقے ہیں جو کافر ہیں۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ مسکین سادات میں سے نہ ہو۔ پانچ بزرگوں کی اولاد کو شریعت ''سید'' کہتی ہے وہ پانچ بزرگ یہ ہیں۔

① حضرت علی ② حضرت عباس ③ حضرت جعفر طیار

④ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ⑤ حضرت حارث۔

حضرت حارث خود تو مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر ان کی اولاد مسلمان تھی۔ ان کی اولاد کو زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، چرمہائے قربانی، نذر منت اور قسم کے کفارہ کی رقم نہیں لگتی۔ اور جن دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے ان میں سے کوئی بوڑھا نہ ہو کہ کھا پی نہ سکے نہ بچہ ہو اور دو وقت کا کھانا کھلانا ہے صبح شام یا آج صبح اور کل صبح یا آج شام اور کل شام۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کھانا کیسا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔ نہ اچار، چٹنی اور لسی کے ساتھ اور نہ اعلیٰ قسم کا کھانا مرغ پلاؤ وغیرہ۔ اَوْ كِسْوَتُهُمْ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے۔ لباس دینا ہے کہ جس میں نماز درست ہو جائے کرتا شلوار یا تہہ بند اور ٹوپی البتہ جوتا اس میں شامل نہیں ہے۔ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یا گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے۔ نزولِ قرآنِ کریم کے وقت غلام اور لونڈیاں موجود تھیں۔ لونڈی بھی آزاد کر سکتا ہے اور

غلام بھی جو شخص ان تین چیزوں میں سے کسی ایک پر قادر ہے وہ روزے نہیں رکھ سکتا اور جو قادر نہیں ہے اس کے لئے فرمایا.........

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ پس جو شخص ان میں سے کوئی چیز نہ پائے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ تو تین دن کے روزے ہیں۔ اور یہ روزے مسلسل رکھنے ہیں۔ ایسا نہیں کر سکتا کہ ایک آج رکھ لے اور دوسرا دو دن کے بعد اور تیسرا چار دن کے بعد۔ بلکہ لگا تار رکھنے ہیں اور اگر روزے رکھنے کے دوران مسکینوں کو کھانا کھلانے یا لباس پہنانے کی قدرت حاصل ہوگئی۔ مثلاً ایک روزہ یا دو روزے رکھے تھے کہ وراثت میں رقم مل گئی یا کسی نے ہدیے کے طور پر رقم دے دی کہ یہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہوگیا تو صاحب روح المعانی علامہ آلوسی e فرماتے ہیں کہ یہ تیسرا روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اب دس مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی وقت باقی اور وہ کھانا کھلانے پر قادر ہوگیا ہے اور ایک یا دو روزے جو اس نے رکھے ہیں ان کا اسے الگ ثواب ملے گا۔

وہ قسمیں جن کا توڑنا واجب ہے :

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسمیں اٹھا بیٹھو۔ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اور محفوظ رکھو اپنی قسموں کو۔ اگر قسمیں ایسی ہیں کہ ان کا توڑ دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ قسم اگر ناجائز کام کے لئے اٹھائی ہے تو اس کا توڑ دینا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں والدہ یا والد کے ساتھ نہیں بولوں گا یا بھائی کے ساتھ نہیں بولوں گا یا کسی عزیز رشتہ دار کے متعلق کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ نہیں بولوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے کیونکہ قطع رحمی حرام ہے۔ یا کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں جوا کھیلوں گا یا شراب پیوں گا اور بہانے بنائے کہ میں مجبور ہوں ان

کاموں کے کرنے پر کیونکہ قسم اٹھا بیٹھا ہوں تو بہانہ غلط ہے۔ کیونکہ ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے اور کفارہ دینا پڑے گا۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکرادا کرو۔ زندگی کے ہر شعبے کے لئے شریعت نے احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم مہذب بنو۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

لفظی ترجمہ :

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا پختہ بات ہے الْخَمْرُ شراب وَالْمَيْسِرُ اور جوا وَالْاَنْصَابُ اور بت وَالْاَزْلَامُ

اور تقسیم کے تیر رِجْسٌ گندگی ہے مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے کام ہیں فَاجْتَنِبُوْهُ پس بچو تم اس سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے شیطان اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ اس بات کا کہ ڈالے تمہارے درمیان الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ دشمنی اور بغض (اور کینہ) فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ شراب اور جوئے کی وجہ سے وَيَصُدَّكُمْ اور تاکہ تمہیں روکے عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور نماز سے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پس کیا تم باز آؤ گے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی وَاحْذَرُوْا اور بچو تم ان کی مخالفت سے فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ہمارے رسول کے ذمہ ہے پہنچا دینا کھول کر لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے جُنَاحٌ کوئی گناہ فِيْمَا اس چیز میں طَعِمُوْٓا جو انہوں نے کھایا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا جب کہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک عمل کرتے رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تقویٰ اختیار کریں وَّاٰمَنُوْا اور ایمان پر قائم رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ پرہیزگاری اختیار کریں وَّاَحْسَنُوْا اور نیکی کریں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا

ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔

بیانِ ربط آیات و مضمون :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں قَسم کے احکام تھے۔اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا بیان کیا ہے اور دیگر احکام بیان فرمائے ہیں۔دنیا کے ہر ملک میں آج بھی شراب بنانے والے اور پینے والے موجود ہیں اور نزول قرآن کے وقت بھی بنانے اور پینے والے موجود تھے۔بلکہ بہت رواج تھا مگر جن حضرات کا مزاج فطرت سلیمہ پر تھا انہوں نے اس زمانے میں بھی نہیں پی۔جس کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔

شراب کی حلت کا زمانہ اور برگزیدہ شخصیات کی پرہیزگاری :

آنحضرت ﷺ کی زبانِ مبارک پر نبوۃ سے پہلے بھی ایک قطرہ تک نہیں آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے زمانہ کفر میں بھی کبھی شراب نہیں پی تھی باوجود مالدار اور غنی ہونے کے ان کے علاوہ اور بہت سارے بزرگ تھے جنہوں نے شراب کبھی نہیں پی تھی۔ابتداءِ اسلام میں شراب حرام نہیں تھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

شراب کی حرمت کا نزول :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّمَا الْخَمْرُ پختہ بات ہے شراب۔جو چیزیں قطعی طور پر حرام ہیں ان میں سے ایک شراب ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص شراب بنانے کے ارادے سے پھلوں کا جوس نکالتا ہے اس پر لعنت ہے جو شراب بناتا ہے اس پر لعنت جو اٹھا کر لے جاتا ہے اس پر لعنت ہے جو بیچتا ہے اس

پر لعنت۔ جو خریدتا ہے اس پر لعنت جو پیتا ہے اس پر لعنت جو پلاتا ہے اس پر لعنت۔ گویا کہ اول سے لے کر آخر تک شراب کی مد میں جتنے شریک ہیں سب کے سب ملعون ہیں۔ شراب کو حلال سمجھنے والا کافر ہے اور حرام سمجھ کر پینے والا گنہگار ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ فرمایا.........

وَالْمَیْسِرُ اور جوا۔ بڑے گناہوں میں سے ایک جوا بھی ہے جس کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ جن کو جواری ہی جانتے ہیں ہم اس سیدھے سادھے مفہوم کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ بہر حال جو شکل بھی ہو حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

اَنْصَابُ کی تشریح:

وَالْاَنْصَابُ اور بت۔ انصاب نُصب کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے "بت"۔ اس زمانے میں بھی لوگ جان دار چیزوں کے بت بناتے اور بیچتے تھے اور آج بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہاتھی کا بت گھوڑے کا بت خرگوش وغیرہ کا بت بلکہ بعض بے باک قسم کی عورتیں اپنے بچوں کے قیصوں پر کڑھائی کرتی ہیں اور اس میں کبوتر اور سور وغیرہ کی تصویر بناتی ہیں۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور جس گھر میں جاندار کی تصویر سامنے نظر آئے اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جن کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ گھروں میں آتے ہیں اور رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ لیکن خدا کی پناہ! آج تو ہمارے گھر شوقیہ طور پر بت خانے بنے ہوئے ہیں کسی نے اپنی تصویر کسی نے باپ کی کسی نے دادا کی اور کسی نے سیاسی لیڈر کی تصویر لٹکائی ہوئی ہے۔ سارا ماحول ہی گندا ہو گیا ہے اخبارات دیکھو تو وہ تصویروں سے بھری ہوئی ہیں۔ جو چیز خریدو اس پر تصویر ہے۔ صابن، ماچس تک تصویر سے خالی نہیں ہیں۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو جس چیز سے منع فرمایا ہے یہ اسی

کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور باطل قوموں نے سارا ماحول ہی بدل دیا ہے۔ اور مسلمان اسلامی احکام سے دور ہو گئے ہیں۔ دنیا میں اس وقت تقریباً چون/۵۴ اسلامی ملک ہیں۔ بشمول سعودیہ کے کسی بھی ملک میں مکمل اسلامی قانون نافذ نہیں ہے۔ سوائے طالبان کے علاقہ کے کہ وہاں اول سے لے کر آخر تک اسلامی قانون نافذ ہے۔ اور اس کی برکت سے وہاں امن وسکون ہے۔ اگر کوئی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو شریعت کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جاتا ہے۔ اور ناجائز قسم کے گانے وغیرہ ممنوع ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارا ملک پاکستان بھی اس جیسا ملک بن جائے۔

اَزْلَامْ کی تفسیر وتوضیح :

وَالْاَزْلَامُ اور تقسیم کے تیر۔ اَزْلَامُ جمع ہے زَلَمٌ کی زلم کے معنی ہیں لاٹری یہ بانڈ وغیرہ اسی مد میں آتے ہیں۔ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہیں۔ زلم کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کعبۃ اللہ میں ایک تھیلا رکھا ہوا تھا اس میں تیر تھے کسی تیر پر لا لکھا ہوا تھا جس کا معنی ہے ''نہیں''۔ اور کسی پر نَعَمْ لکھا ہوا تھا۔ جس کا معنی ہے ''ہاں'' اور کچھ تیر خالی ہوتے تھے جن پر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا لوگ اس طرح کرتے تھے کہ انہوں نے جب کوئی کام کرنا ہوتا تھا مثلاً کہیں رشتہ کرنا ہے سفر پر جانا ہے یا کوئی کاروبار شروع کرنا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی اہم کام کرنا ہوتا تو جا کر تیر نکلواتے۔ اس ارادے سے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا نَعَمْ تو وہ کام کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ بات پکی ہے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر لکھا ہوتا لاَ تو وہ کام نہ کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا اگر سادہ تیر نکلتا تو دوسری تیسری بار نکالنے کا موقع دیا جاتا بالآخر کوئی تو نَعَمْ یا لاَ والا

نکل ہی آتا۔ اور ایک صورت یہ بھی تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے سارے برابر، برابر رقم دیتے پھر کہتے کہ ہم تیروں سے پوچھتے ہیں کہ یہ اونٹ کس کی قسمت کا ہے؟۔

مثلاً زید کی نیت کر کے ایک بچے کو کہتے کہ تیر نکال اگر نعم والا نکل آتا تو سارا اونٹ زید کا ہوجاتا باقی سارے محروم ہوجاتے اور اگر لاَ والا نکل آتا تو یہ محروم ہوجاتا۔ پھر دوسرے کے نام کا تیر نکالتے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کے ساتھ تمہارے کاموں کا کیا تعلق ہے؟۔ اور فال نکالنے کا یہ طریقہ بھی ان میں رائج تھا کہ جب کوئی کسی کام کیلئے باہر جانے کا ارادہ کرتا گھر کے قریب کوئی درخت ہوتا اس پر پتھر مارتا۔ عموماً درختوں پر پرندے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اگر وہ دائیں جانب اڑتے تو کہتا کہ میرا کام ہوجائے گا اگر وہ بائیں جانب اڑتے تو کہتا کہ میرا کام نہیں ہوگا اس کو ''تَطَیُّرْ'' کہتے ہیں۔ یعنی پرند کے ذریعے فال نکالنا۔

بھائی! پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے؟۔ جس طرح آج کل بعض جاہل کہتے ہیں کہ کوا بولا ہے کوئی مہمان آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رِجْسٌ گندگی ہے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے کام سے ہیں فَاجْتَنِبُوْہُ پس بچو تم اس سے لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ پختہ بات ہے ارادہ کرتا ہے شیطان اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمْ اس بات کا کہ ڈالے تمہارے درمیان الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ دشمنی اور بغض (اور کینہ) فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ شراب اور جوئے کی وجہ سے۔

شراب سے منع کی حکمت :

شراب پینے کی وجہ سے ہوش وحواس گم ہو جاتے ہیں کسی کو گالی دے گا، کسی کے ساتھ لڑے گا اور یہ لڑائی بڑی لڑائی کی بنیاد بن جائے گی اور جو ہارنے والا جیتنے والے کی جان کے درپئے ہو جاتا ہے۔ اور دشمنی چل پڑتی ہے۔

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور تاکہ تمہیں روکے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ ظاہر بات ہے کہ شراب پینے کے بعد جب ہوش وحواس ہی قائم نہیں رہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرنا ہے؟۔ اور جو شخص جوئے میں مشغول ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کب ہو سکتی ہے؟۔

وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور نماز سے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پس کیا تم باز آؤ گے۔ ان چیزوں کو چھوڑ دو گے، باز آجاؤ گے احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ آیت سنی تو کہا اِنْتَهَيْنَا يَارَبِّ! اے ہمارے پروردگار! ہم باز آگئے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ میں دھمکی تھی کہ باز آتے ہو یا ہم کوئی اور تدبیر کریں۔ تو فرمایا کہ اِنْتَهَيْنَا يَارَبِّ! اے ہمارے پروردگار! ہم باز آگئے۔ ان تمام چیزوں سے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی وَاحْذَرُوْا اور بچو تم ان (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ) کی مخالفت سے فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ہمارے رسول کے ذمہ ہے پہنچا دینا کھول کر۔ منوانا اور تسلیم کرانا اس کے فریضہ میں شامل نہیں ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ذمہ ہے کہ بات کو کھول کر بیان کردے تاکہ سننے والے سن لیں اور سمجھنے والے سمجھ

جائیں۔شراب جب حرام ہوئی تو بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آیا کہ ہم جو پہلے پیتے رہے ہیں اس کا کیا بنے گا؟ یا ہمارے رشتہ دار عزیز جو پیتے رہے ہیں اور اب فوت ہو چکے ہیں ان کا کیا بنے گا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا..........

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے جُنَاحٌ کوئی گناہ فِیْمَا اس چیز میں طَعِمُوْآ جو انہوں نے کھایا۔ ہماری نہی سے پہلے۔لیکن آئندہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اِذَامَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا جب کہ وہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک عمل کرتے رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تقویٰ اختیار کریں وَّاٰمَنُوْا اور ایمان پر قائم رہیں ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا پھر وہ پرہیزگاری اختیار کریں اور نیکی کریں۔

بار بار تقوے اور پرہیزگاری کا حکم اس لئے دیا ہے کہ شراب ایسی چیز ہے کہ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ ظالم لگی ہوئی۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکی کرنے والوں کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ سب کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ البتہ ضرور امتحان لے گا تمہارا اللہ تعالیٰ بِشَيْءٍ کسی چیز کے ساتھ مِّنَ الصَّيْدِ شکار میں سے تَنَالُهٗٓ پہنچیں گے اس شکار کو اَيْدِيْكُمْ تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُكُمْ اور تمہارے نیزے لِيَعْلَمَ اللّٰهُ تاکہ ظاہر کردے اللہ تعالیٰ مَنْ يَّخَافُهٗ اس شخص کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے فَمَنِ

اعْتَدٰی پس وہ شخص جس نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِکَ اس کے بعد فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پس اس کے لئے ہے دردناک عذاب یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَاتَقْتُلُوا الصَّیْدَ نہ مارو تم شکار کو وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اس حال میں کہ احرام میں ہو وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ اور جو قتل کرے گا تم میں سے اس شکار کو مُتَعَمِّدًا جان بوجھ کر فَجَزَآءٌ پس بدلہ ہے مِّثْلُ مَاقَتَلَ اس کے مثل جو اس نے قتل کیا ہے مِنَ النَّعَمِ مویشیوں میں سے یَحْکُمُ بِہٖ فیصلہ کریں گے اس کے متعلق ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ دو انصاف والے تم میں سے ھَدْیًا وہ قربانی ہوگی بٰلِغَ الْکَعْبَۃِ کعبہ تک پہنچنے والی اَوْکَفَّارَۃٌ یا کفارہ ہے طَعَامُ مَسٰکِیْنَ مسکینوں کی خوراک اَوْعَدْلُ ذٰلِکَ یا اس کے برابر ہیں صِیَامًا روزے لِیَذُوْقَ تاکہ چکھے وہ شخص وَبَالَ اَمْرِہٖ اپنے کام کا وبال عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا وَمَنْ عَادَ اور جو شخص (پھر) کرے گا فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ذُوانْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے۔

ربط آیات و مضمون:

اس سے پہلی آیات میں محرمات ابدیہ کا ذکر تھا یعنی وہ چیزیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ جیسے شراب وغیرہ اور آج کی آیات میں محرمات وقتیہ کا بیان ہے یعنی جو کچھ

وقت کے لئے حرام ہیں ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہیں۔ مثلاً جب کوئی آدمی حج اور عمرے کا احرام باندھ لے گا تو اس کے لئے سِلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ کرتا، شلوار وغیرہ۔ سر نہیں ڈھانپ سکتا، نہ ٹوپی سے، نہ رومال سے نہ پگڑی سے نماز بھی ننگے سر پڑھے گا سر کے بال نہیں کٹوا سکتا نہ منڈوا سکتا ہے نہ مونچھیں کٹوا سکتا ہے۔ نہ ناخن تراش سکتا ہے نہ خوشبو لگا سکتا، نہ شکار کر سکتا ہے، نہ شکار والے جانور کو ذبح کر سکتا ہے ہاں گھریلو جانوروں مرغی، بطخ، گائے، بکری وغیرہ کو ذبح کر سکتا ہے وہ جانور جس کا شکار کیا جاتا ہے اس کو ذبح نہیں کر سکتا۔ محرم آدمی احرام کی حالت میں شکار جانور کو بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر بھی ذبح کرے تو وہ حرام ہے۔ حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص کتے اور خنزیر کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو وہ حلال نہیں ہو سکتے۔ اور محرم جب تک احرام کی حالت میں ہوگا اس پر ان سب چیزوں کی پابندی ہے۔ البتہ مچھلی اور ٹڈی کا شکار کر سکتا ہے۔ کیونکہ ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

محرم (آدمی) کے شکار کا حکم :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو چیزیں ہمارے لئے بغیر ذبح کے حلال کی گئیں ہیں۔ **الحوت والجراد** ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی۔ صحابہ کرام ؓ جب مدینہ منورہ سے حج، عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے تھے۔ آج کل ذوالحلیفہ کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس کو آج کل بیرُعلی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کے لئے میقات ہے۔ اور یہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور یہاں سے مکہ مکرمہ تین سو میل کی مسافت پر ہے۔ اور مکہ مکرمہ کے اردگرد جتنے بھی میقات ہیں۔ ان میں سے یہ سب سے لمبا میقات ہے۔ صحابہ کرام ؓ جب ذوالحلیفہ سے

احرام باندھ کر چلتے تو راستے میں ان کو شکار کے جانور بہت ملتے تھے۔ نیل گائے، ہرن، شترمرغ، خرگوش، کبوتر وغیرہ اتنے قریب آ کر بیٹھ جاتے کہ ان کو ہاتھ سے پکڑ سکتے اور نیزے سے شکار کر سکتے تھے۔ مگر صحابہ کرام ﷺ ان کی طرف دیکھ کر ہنستے کہ اگر ہمیں شکار کرنے کی اجازت ہوتی تو ان کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے لیکن ہم پابند ہیں کچھ کر نہیں سکتے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ البتہ ضرور امتحان لے گا تمہارا اللہ تعالیٰ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ کسی چیز کے ساتھ شکار میں سے تَنَالُہٗٓ اَیْدِیْکُمْ پہنچیں گے اس شکار کو تمہارے ہاتھ وَرِمَاحُکُمْ اور نیزے۔ اگر ہاتھ سے پکڑنا چاہو تو پکڑ سکو گے اور نیزوں سے مارنا چاہو تو مار سکو گے۔ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر شئی کا علم تو پہلے سے ہی ہے۔ لِیَعْلَمَ کا ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ لِیُظْھِرَ کرتے ہیں۔ تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ اس کو جو بن دیکھے اس سے ڈرتا ہے ہم نے آج تک اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ مگر ہر مومن کا ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ اور عرش پر بھی مستوی ہے۔ جو اس کی شان کے لائق ہے سورۃ حدید میں ذکر ہے فرمایا "ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ" تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ ذات کے اعتبار سے قدرت کے اعتبار سے علم کے اعتبار سے اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا:

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ"۔ (پارہ:۲۶۔ق:۱۶)۔ اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حَبْلِ الْوَرِیْدِ اس رگِ جان کو کہتے ہیں جو

دل سے دماغ تک جاتی ہے اگر یہ کٹ جائے تو آدمی مرجاتا ہے اس لئے اس کو رگِ جان اور شاہ رگ کہتے ہیں۔ تو جو ذات اتنی قریب ہے اس کے احکام کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی پس وہ شخص جس نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِکَ ہمارے منع کرنے کے بعد کہ احرام کی حالت میں شکار نہیں کرنا پھر اس نے شکار کیا فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ نہ مارو تم شکار کو اس حال میں کہ احرام میں ہو۔

محرم سے جنایت اور جزا میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف :

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا اور جو قتل کرے تم میں سے اس شکار کو جان بوجھ کر یہ عمد کی قید اتفاقی ہے اگر بھول کر بھی قتل کرے گا کہ اس کو یاد نہیں تھا کہ میں احرام میں ہوں پھر بھی کفارہ آئے گا اور اس پر تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اجماع نقل کیا ہے کہ خطاء سے بھی قتل کیا تو کفارہ دینا پڑے گا لیکن اتنا فرق ہوگا کہ اگر دیدہ دانستہ قتل کرے گا تو فعل کا کفارہ الگ ہوگا اور شکار کا الگ ہوگا اور بھول کر کیا ہے تو صرف شکار کا کفارہ ہوگا۔ آگے کفارے کا بیان ہے۔

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ پس بدلہ ہے اس کے مثل جو اس نے قتل کیا ہے مویشیوں میں سے۔ یعنی جس قسم کا جانور شکار کیا ہے اسی قسم کا جانور خرید کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان کرے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے احرام کی حالت میں شتر مرغ کا شکار کیا تو اسے اونٹ دینا پڑے گا، ہرن شکار کیا تو بکری دینی پڑے گی اگر خرگوش کا شکار کیا تو

بکری کا بچہ دینا پڑے گا کیونکہ یہ جانور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور جس جانور کی مثل صوری نہ ہو اس کی قیمت دینی پڑے گی۔ جیسے چڑیا یا کبوتر ہے۔ امام شافعی e فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کبوتر کا شکار کیا تو اسے بکری دینی پڑے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کبوتر اور بکری میں کیا نسبت ہے۔ فرماتے ہیں کہ باقی جانور جب پانی پیتے ہیں تو پانی کو اپنے اندر کھینچتے ہیں مگر بکری اور کبوتر منہ میں پانی ڈال کر منہ کو اوپر اٹھا کر پانی اندر داخل کرتے ہیں تو پانی پینے میں ان کی آپس میں مشابہت ہے۔ امام ابوحنیفہ e فرماتے ہیں کہ یہ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ تشبیہ یہ ہے کہ ایک جانور کی دوسرے جانور کے ساتھ شکل وصورت ملتی جلتی ہو۔ جیسے شتر مرغ اور اونٹ یا خرگوش اور بکری کے بچے کی شکل ملتی جلتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شکار شدہ جانور کی مثل اور قیمت کا تعین کون کرے گا؟ تو اس کے متعلق فرمایا.........

یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ فیصلہ کریں گے اس کے متعلق دو انصاف والے تم میں سے۔ اس کے متعلق دو انصاف والے تم میں سے محرم نے جس علاقے میں شکار کیا ہے اس علاقہ میں مثلاً کبوتر یا فاختہ کی کیا قیمت دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے کہ اس کی اتنی قیمت ہے یا اس کے مثل فلاں جانور ہے۔ پھر اس کا کیا کریں گے فرمایا.........

''ہدی'' کی تحقیق :

هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ وہ قربانی ہوگی کعبہ تک پہنچنے والی۔ ''هَدْی'' اس قربانی کو کہتے ہیں جو حرم کعبہ میں کی جائے اور حرم سے باہر جو قربانی ہوتی ہے اس کو عربی زبان میں اَضْحِيَةٌ ہمزے کے فتح کے ساتھ یا ضمہ کے ساتھ اُضْحِيَةٌ کہتے ہیں۔

کعبہ سے مراد حرم ہے۔ حرم کے علاقہ میں جہاں بھی چاہے اسے ذبح کرسکتا ہے۔

اَوْ کَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ یا کفارہ ہے مسکینوں کی خوراک۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مثلاً محرم نے کبوتر کا شکار کیا ہے اور وہاں کے دو انصاف والوں نے فیصلہ کیا کہ اس علاقہ میں کبوتر کی قیمت پچاس روپے ہے تو پچاس روپے کی گندم خریدیں گے اور فی مسکین نصف صاع دیں گے جو تقریباً پونے دو سیر بنتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ جتنی بھی رقم ہوگی نصف صاع کے اعتبار سے رقم یا گندم مسکینوں پر تقسیم کر دیں گے۔

اَوْ عَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا یا اس کے برابر ہیں روزے۔ یعنی نصف صاع کے بدلے ایک روزہ ہے تو جتنے نصف صاع ہوں گے اتنے روزے رکھے گا اور اگر تقسیم کرتے کرتے صاع کا چوتھا حصہ بچ گیا ہے تو یا تو اس کے بدلے پورا روزہ رکھے یا اس کو صدقہ کر دے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ نصف صاع کا ایک روزہ تھا تو چوتھائی کے بدلے آدھا روزہ رکھ لوں۔ کیونکہ روزے کے حصے نہیں ہو سکتے۔ رب تعالیٰ نے یہ حکم کیوں دیا ہے۔ فرمایا.........

لِیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ چکھے وہ شخص اپنے کام کا وبال۔ جب اس پر پابندی تھی تو اس نے احرام کی حالت میں ایسا کیوں کیا ہے۔ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو گزر چکا۔ یعنی منع کرنے سے پہلے اگر کسی نے احرام کی حالت میں شکار کیا تھا یا اور کوئی کمی کوتاہی کی تھی تو وہ رب تعالیٰ نے معاف کر دی ہے۔

وَمَنْ عَادَ اور جو شخص (پھر) کرے گا فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ذُو انْتِقَامٍ انتقام لینے والا ہے۔ ان آیات میں ان چیزوں کا ذکر تھا جو محرم کے لئے عارضی طور پر حرام ہیں اور پہلے بھی گزر چکا ہے وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جس وقت تم احرام سے نکل جاؤ شکار کر لو۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ج وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ط ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّايَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

لفظی ترجمہ :

أُحِلَّ لَكُمْ حلال کیا گیا تمہارے لئے صَيْدُ الْبَحْرِ سمندر کا شکار وَطَعَامُهُ اور اس کا کھانا مَتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمہارے لئے وَلِلسَّيَّارَةِ

اور مسافروں کے قافلے کے لئے وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ اور حرام کیا گیا تم پر صَيْدُ الْبَرِّ خشکی کا شکار مَادُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم احرام کی حالت میں ہو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ ذات ہے اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ بنایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ جو عزت والا گھر ہے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ لوگوں کے قیام کا ذریعہ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اور عزت والا مہینہ وَالْهَدْیَ اور مکہ مکرمہ لے جا کر ذبح کرنے والے جانور وَالْقَلَآئِدَ اور جن کے گلوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا یہ تاکہ تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ہر چیز کو جانتا ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے مَا عَلَى الرَّسُوْلِ نہیں ہے رسول کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ مگر بات پہنچا دینا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا تُبْدُوْنَ جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّا يَسْتَوِی الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ نہیں ہے برابر خبیث چیز اور پاکیزہ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اور اگرچہ آپ کو تعجب میں ڈالے خبیث چیز کی کثرت

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقلمندو! لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ربط آیت و مضمون :

اس سے پہلی آیتوں میں اجمالی طور پر یہ مسئلہ بیان ہوا تھا کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع ہے۔ اور آج کی آیت کریمہ میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.......

محرم کے فعل صید پر تفصیلی گفتگو :

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندر کا شکار۔ سمندر کے شکار سے مراد مچھلی ہے حدیث پاک میں آتا ہے اُحِلَّتْ لَنَا الْمَيْتَتَانِ: اَلْحُوْتُ وَالْجَرَادُ دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ذبح کئے بغیر حلال فرمائی ہیں ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی جس کو ٹڈی دل بھی کہتے ہیں۔ احرام کی حالت میں محرم شکار کو ذبح کرنے کا اہل نہیں ہوتا اگر شکاری جانور ذبح کرے گا تو وہ حلال نہیں ہوگا بے شک تکبیر پڑھ کر ذبح کرے اور مچھلی کو چونکہ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے مچھلی کا شکار کر سکتا ہے۔ اور مکڑی بھی پکڑ سکتا ہے۔

غیر مسلم کے ذبیحہ کا حکم :

یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم کی شکار کی ہوئی مچھلی مسلمان خرید سکتا ہے کھا سکتا ہے کیونکہ غیر مسلم نے اس کو ذبح نہیں کیا ورنہ غیر مسلم کی ذبح کی ہوئی چیز کو مسلمان خرید نہیں سکتا۔ البتہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ ان شرائط کے ساتھ جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے جائز ہے

فرمایا......

طعام کی توضیح :

وَطَعَامُهٗ اور اس کا کھانا (بھی حلال ہے)۔ مفسرین کرام f طعام کی تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ مَایُلْقِهِ الْبَحْرُ اِلَی السَّاحِلِ جس کو سمندر کنارے کی طرف پھینکے سمندر میں مدوجزر ہوتا رہتا ہے یعنی کبھی بڑھتا ہے۔ کبھی گھٹتا ہے، پانی کی موج جب باہر ہوکر واپس جاتی ہے تو بسا اوقات مچھلیاں باہر رہ جاتی ہیں یہ ہیں سمندر کا کھانا یہ حلال ہیں۔

مَتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمہارے لئے وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے قافلے کے لئے۔ اس زمانے میں مسافر لوگ تلی ہوئی مچھلیاں ساتھ رکھتے تھے اور کئی کئی دن کھاتے تھے۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور حرام کیا گیا تم پر خشکی کا شکار مَادُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم احرام کی حالت میں ہو۔ مُحْرِمْ، اِحْرَامْ کی حالت میں شکار کی جنس سے کسی چیز کو ذبح نہیں کرسکتا۔ اگر ذبح کرے گا بھی تو وہ چیز حلال نہیں ہوگی۔ البتہ گھریلو جانوروں کو ذبح کرسکتا ہے جیسے مرغی، بطخ، بکری، دُنبہ وغیرہ۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ وہ ذات ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ میدانِ محشر میں پھر ہر قول اور فعل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ بنایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ جو عزت والا گھر ہے۔

حطیم کعبۃ اللہ میں ہے :

کعبہ کا لغوی معنی ہے چوکونا اور بلند ابتداءً کعبہ چوکونا اور بلند تھا ہر طرف سے

چوالیس چوالیس فٹ تھا اور پچاس فٹ بلند تھا۔ لیکن حجر اور حطیم کی طرف سے تینتیس فٹ رہ گیا ہے۔ اور حطیم کعبۃ اللہ کا حصہ اور اس میں داخل ہے۔ اگر کوئی شخص بند دروازے والے حصے میں داخل نہیں ہوسکتا تو وہ حجر اور حطیم میں نماز پڑھ لے تو اس نے کعبۃ اللہ کے اندر ہی نماز پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ اس نے غریبوں کے لئے وہ جگہ باہر نکال دی ہے۔

قِیٰمًا لِّلنَّاسِ کی تشریح :

قِیٰمًا لِّلنَّاسِ لوگوں کے قیام کا ذریعہ ہے۔ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ کا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرتے ہیں چاہے مشرق کے رہنے والے ہوں یا مغرب کے شمال کے رہنے والے ہوں یا جنوب کے اور یہ معنی بھی ہے کہ جب تک دنیا میں کعبہ ہے۔ دنیا قائم ہے اور جب کعبہ نہیں رہے گا دنیا کو ختم کردیا جائے گا تو کعبہ لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ قرب قیامت میں حبشہ کا، کافر اور ظالم بادشاہ چھوٹے قد اور ٹیڑھی پنڈلیوں والا کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے فوجیں لے کر آئے گا کچھ فوجیں تو بیداء کے مقام پر جو مکہ مکرمہ سے جدہ کی طرف تین چار میل کے فاصلے پر ہے زمین میں دھنس جائیں گی اور باقی فوج کو لے کر وہ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور کعبۃ اللہ کو گرانے کا حکم دے گا ادھر اللہ تعالیٰ اسرافیل k کو حکم دیں گے کہ صور پھونک دو پس اب دنیا کو ختم کرنا ہے۔ تو اس طرح کعبۃ اللہ جہان کے باقی رہنے کا ذریعہ ہے۔

اشہر حرم اور حکم :

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اور عزت والا مہینہ۔ چار مہینے عزت والے تھے، ذوالقعدہ،

ذوالحجہ، محرم اور رجب ۔ یہ اشہر حرم کہلاتے تھے ۔ ان مہینوں میں جنگ وجدال ممنوع تھا۔ البتہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کافر تم پر ان مہینوں میں حملہ کریں تو تم جواب دے سکتے ہو ورنہ ان کے احترام کا سب کو حکم تھا۔ مگر جب سورۃ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

وَالْهَدْیَ اور مکہ مکرمہ لے جا کر ذبح کرنے والے جانور "ھَدْیَ" اس جانور کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ لے جا کر حرم کعبہ میں قربان کیا جائے اور یہاں جو قربانی ہوتی ہے اس کو عربی میں اضحیہ کہتے ہیں۔

قلادہ کی غرض وحکمت :

وَالْقَلَآئِدَ اور جن کے گلوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں۔ "قَلَآئِد" جمع ہے قَلَادَۃٌ کی جس کا معنی ہے ہار۔ حاجی اپنے ساتھ جو بڑے جانور لے جائیں۔ مثلاً اونٹ، بیل یا بھینسا ان کے گلے میں پٹا ڈال دیں یا پرانی جوتی ان کے گلے میں لٹکا دیں تاکہ لوگوں کو علم ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔ تاکہ حاجی اگر قضائے حاجت یا کسی ضرورت کے لئے جائے تو ان کو کوئی تنگ نہ کرے اور نہ کوئی چھیڑے گلے میں ہار ہونے کی وجہ سے علم ہو جائے گا کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے جا رہا ہے۔

ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوْا یہ (ایسی بات ہے) تاکہ تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ کس چیز کو؟...... قول وفعل کو ظاہر وباطن کو۔

اِعْلَمُوْٓا جان لوتم اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔نافرمانوں کو۔ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اسے بخش دے گا۔

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے رسول کے ذمے مگر بات پہنچا دینا۔تسلیم کرانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَکْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو۔ قُلْ آپ (ﷺ) کہہ دیں لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ نہیں ہے برابر ادنی اور عمدہ چیز۔خبیث سے مراد حرام بھی ہے اور طیب سے مراد حلال تو پھر معنی بنے گا کہ حرام اور حلال برابر نہیں ہیں۔

کَثْرَۃُ الْخَبِیْثُ کی توضیح :

وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ اگر چہ اے مخاطب! تجھے تعجب میں ڈالے خبیث چیز کی کثرت۔یعنی ایسا دور آئے گا کہ حرام زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ حلال نہیں ہو جائے گا۔حرام، حرام ہی ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا دور آئے گا کہ سود لوگوں کے ناک میں سانس کے ساتھ داخل ہوگا۔دیکھو! آج کے دور میں کوئی شاذونادر ہی ایسا کاروبار ہوگا کہ جس کا تعلق بنک کے ساتھ نہ ہو اور بنک کا تو سارا نظام ہی سود پر ہے۔حالانکہ سود کے بغیر نظام چلانا ممکن ہے۔چل سکتا ہے اس وقت کمیونسٹوں کے تین چار ملک ایسے ہیں جہاں سود کے بغیر نظام چل رہا ہے۔مگر مسلمان ملکوں میں نہیں کیونکہ ان کے ذہنوں پر انگریز سوار ہے۔اور جب بھی سودی نظام کے ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔تو کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔فرمایا :

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈروتم اللہ تعالیٰ سے یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقلمندو!۔اور رب تعالیٰ کے احکام پرعمل کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ۔کامیابی اسی میں ہے کہ تم رب تعالیٰ کے احکام کوتسلیم کرواوران پرعمل کرو۔

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ ۚ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْسَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَاسَآئِبَةٍ وَّلَاوَصِيْلَةٍ وَّلَاحَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَايَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٤﴾

لفظی ترجمہ :

يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں اِنْ تُبْدَلَكُمْ کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تمہارے سامنے تَسُؤْكُمْ تو تمہیں وہ بری لگیں وَاِنْ

تَسْـئَـلُوْا عَنْهَـا اور اگر تم سوال کرو گے ان کے بارے میں حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ جس وقت نازل کیا جارہا ہے قرآن تُـبْدَلَـكُمْ وہ تمہارے سامنے ظاہر کردی جائیں گی عَـفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا جو اس سے پہلے ہو چکا وَاللّٰهُ غَـفُـوْرٌ حَلِيْـمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے قَدْسَاَلَهَا تحقیق ان چیزوں کے متعلق سوال کیا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلی قوموں نے ثُـمَّ اَصْبَـحُوْا بِهَـا كٰفِرِيْنَ پھر ہو گئے وہ ان کے منکر مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ ، بَحِيْرَةٍ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ وَّلَاسَآئِبَةٍ اور نہ کوئی سائبہ وَّلَاوَصِيْلَةٍ اور نہ کوئی وصیلہ وَّلَاحَامٍ اور نہ کوئی حام وَّلٰكِنَّ الَّـذِيْـنَ كَفَرُوْا اور لیکن وہ لوگ جو کافر ہیں يَفْتَرُوْنَ وہ افتراء باندھتے ہیں عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاَكْثَرُهُمْ لَايَعْقِلُوْنَ اور ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا اِلٰى مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور رسول (ﷺ) کی طرف قَـالُـوْا حَسْبُنَا وہ کہتے ہیں کافی ہے ہمیں مَـاوَجَـدْنَـا عَـلَيْـهِ اٰبَآءَ نَا وہ چیز جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَـوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ کیا اگر چہ ہوں ان کے باپ دادا لَايَـعْلَمُوْنَ شَيْـئًا نہ جانتے ہوں کسی چیز کو وَّلَايَهْتَدُوْنَ اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں حرام چیزوں سے منع کیا گیا اور آج کی آیات میں بے جا اور فضول سوالوں سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث میں بہت سارے واقعات آئے ہیں ان میں سے چند واقعات ذکر کرتا ہوں۔

آیت سے متصل واقعات :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ وعظ فرمارہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ "مَنْ أَبِیْ؟" مجھے یہ بتائیں کہ میرا باپ کون ہے؟۔ آنحضرت ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پانے پر فرمایا: اَبُوْکَ حُذَافَہْ تیرا باپ حذافہ ہے۔

علم غیب کی نفی پر دلیل :

ایک دفعہ آپ ﷺ آخرت کے حالات و معاملات بیان فرمارہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ اَیْنَ نَاقَتِیْ؟ میری اونٹنی کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مَآ اَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُکَ. مجھے معلوم نہیں ہے تیری اونٹنی کہاں ہے۔ یہ آدمی منافق تھا۔ بڑبڑاتا ہوا باہر نکلا کہنے لگا............

"یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَایَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ" ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟۔ جبرائیل k تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ، بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اپنی اونٹنی کے متعلق سوال کیا تھا مجھے اس رب کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت

مجھے معلوم نہیں تھا۔ جَـآءَ نِـیْ جِبْرِیْلُ میرے پاس جبرائیل آئے ہیں۔فَـاَخْبَرَنِیْ پس انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تیری اونٹنی فلاں علاقے میں درختوں میں پھنسی ہوئی ہے کہ اس کا پٹا (قلادہ) درخت کی ٹہنی کے ساتھ اٹک گیا تھا۔

اور یہ واقعہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے آ کر کہا کہ "مَـافِـیْ بَـطْـنِ نَـاقَتِـیْ؟" یہ بتاؤ کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے تو جواب نہ دیا مگر آپ ﷺ کے ایک جذباتی صحابی حضرت سلمہ بن سلامہ ؓ نے کہا کہ تو نے اپنی اونٹنی کے ساتھ برائی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا نطفہ ہے۔

بعض لوگ اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے غلام بھی جانتے تھے کہ پیٹ میں کیا ہے۔آپ ﷺ کیوں نہیں جانتے تھے ان لوگوں کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت سلمہ ؓ نے جو کچھ فرمایا تھا یہ جواب نہیں تھا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَقَدْ فَحُشْتَ یَا سَلْمَۃُ! اے سلمہ! تو نے فحش گوئی کی ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت سلمہ ؓ نے جواب نہیں دیا تھا بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا کہ تم ایسے سوال کیوں کرتے ہو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی کسی سے پوچھے کہ تو نے رات کو کیا کھایا تھا اور وہ جواب میں کہے کہ تیرا سر کھایا تھا۔

تو بھائی! یہ جواب تو نہیں ہے بلکہ ناراضگی کا اظہار ہے کہ میں نے جو کھایا ہے کھایا تجھے اس سے کیا غرض۔ لہٰذا اس روایت سے پیٹ کے علم پر استدلال کرنا غلط ہے۔ایک آدمی آیا اور کہنے لگا۔حضرت میں نے فصل کاشت کی ہے۔ مجھے بتائیں کہ بارش کب

ہوگی اور میری بیوی امید سے ہے بتائیں لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ میں جس علاقے میں پیدا ہوا ہوں وہ تو مجھے معلوم ہے آپ ﷺ مجھے یہ بتائیں کہ میں مروں گا کہاں؟ اور یہ بھی بتائیں کہ کل میں نے کونسا کام کرنا ہے؟۔ اور قیامت کے متعلق پوچھا کہ کب ہوگی؟۔

اس سلسلے میں سورۃ لقمان کی آخری آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا.........

پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

①...... اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

②...... وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔

③...... وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ اور وہی جانتا ہے جو کچھ پیٹوں میں ہے۔

④...... وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا؟۔

⑤...... وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس زمین پر اس کو موت آئے گی۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔

تو اس طرح کے غیر ضروری سوال کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرما دیا۔

غیر ضروری سوالات سے ممانعت اور باعث عذاب :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے لاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ نہ سوال کرو ایسی چیزوں کے بارے میں اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ کہ اگر وہ ظاہر کردی جائیں تمہارے سامنے تو تمہیں وہ بری لگیں وَاِنْ

تَسْئَلُوْا عَنْهَا اور اگر تم سوال کرو گے ان کے بارے میں حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ جس وقت نازل کیا جا رہا ہے قرآن تُبْدَلَكُمْ وہ تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں گی عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا جو اس سے پہلے ہو چکا۔ آئندہ ایسے لایعنی سوال نہ کرنا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تحقیق ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تم سے پہلی قوموں نے ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ پھر ہو گئے وہ ان کے منکر۔ یعنی انہوں نے بے قدری کی۔

چنانچہ حضرت صالح k کی قوم نے ان سے سوال کیا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کا نبی ہے تو ہم جس چٹان پر ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکال دے۔ ہم تجھے نبی تسلیم کر لیں گے حضرت صالح k نے فرمایا: نشانیاں اور معجزے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کے لئے ایسا کر دے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟۔ قوم نے کہا ہاں ہم آپ k کو پیغمبر مان لیں گے۔

چنانچہ اس معجزے کے اظہار کے لئے وقت مقرر ہوا کہ فلاں وقت تم آ جانا اور جس چٹان پر تمہارا جی چاہے ہاتھ رکھ دینا اللہ تعالیٰ اسی پتھر سے اونٹنی نکال دیں گے۔ چنانچہ اس وقت مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان اچھلتے، کودتے ہوئے آئے کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ لہٰذا جس چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ نے اسی چٹان سے اونٹنی پیدا فرما دی لیکن ایمان کوئی بھی نہ لایا الٹا ان ظالموں نے اس کی کوچیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ساری قوم تباہ ہو گئی۔

حلال چیزوں کو حرام مت کرو :

اس سورۃ کی ابتداء میں آپ نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تُحَرِّمُوْا

طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمائی ہیں۔ ان کو حرام نہ کرو اب اگلی آیت کریمہ میں ان محرمات کا ذکر ہے جو بندوں نے ازخود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

بحیرہ :

مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِنْ ، بَحِیْرَۃٍ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ۔ بخاری شریف میں رئیس التابعین حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ بحیرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ بحیرہ اس مادہ جانور کو کہتے ہیں کہ مشرکین جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کردیتے تھے کہ اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہیں کرسکتا تھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

سائبہ :

وَّلَاسَآئِبَۃٍ اور نہ (اللہ تعالیٰ نے) کوئی سائبہ (بنایا)۔ "سَآئِبَہ" اس جانور کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے نہ اس کا دودھ استعمال کیا جائے نہ اس پر سواری کی جائے۔ جیسے مختلف شہروں میں آپ نے موٹی موٹی گائیں دیکھیں ہوں گی وہ جاہل لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر وقف کی ہوتی ہیں۔ ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔ لوگ ان کی بڑی عزت اور قدر کرتے ہیں۔ اگر کسی کی ریڑی یا دوکان سے کوئی چیز کھائیں تو بڑے پیار سے کہتے ہیں" بے بے جی (امی جی) پیچھے ہٹ جاؤ"۔

وصیلہ :

وَلَاوَصِیْلَۃٍ اور (اللہ تعالیٰ نے) نہ کوئی وصیلہ (بنایا ہے)۔ بلکہ مشرکین کی اپنی اختراع ہے۔ وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مسلسل مادہ بچے جنتی ہے اور درمیان میں کوئی

نر بچہ نہ جنتی ہو۔ اس کو بھی لات، منات یا کسی اور بڑے بت کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ اور پھر نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس سے کوئی اور کام لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ یہ ان کی خود ساختہ باتیں ہیں۔

حام :

وَّلَا حَامٍ اور نہ (اللہ تعالیٰ نے) کوئی حام (بنایا ہے)۔ "حام" اس نر کو کہتے ہیں جس نے چند مرتبہ جفتی کر لی ہو۔ مثلاً اونٹ ہے اس نے دس اونٹنیوں کے ساتھ جفتی کر لی یا بیل ہے اس نے دس گائیوں کے ساتھ جفتی کر لی، بکرا ہے اس نے دس بکریوں کے ساتھ جفتی کر لی تو ایسے نر کو حام بنا دیتے تھے یعنی اس سے کسی قسم کا کوئی کام نہ لیتے تھے۔ بس وہ غیر اللہ کے لئے وقف ہو جاتا اس کو وہ تقرب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔

وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن وہ لوگ جو کافر ہیں يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وہ افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور رسول (ﷺ) کی طرف قَالُوْا حَسْبُنَا وہ کہتے ہیں کافی ہے ہمیں مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وہ چیز جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ کیا اگرچہ ہوں ان کے باپ دادا لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ نہ جانتے ہوں کسی چیز کو اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

مسئلہ تقلید :

بعض کم فہم لوگ اس آیت کریمہ سے تقلید کے ناجائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ اس لئے مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جائز ہے جبکہ دوسری حرام ہے۔ بعض لوگ دونوں کو آپس میں گڈ مڈ کر دیتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جائز کون سی ہے اور ناجائز کون سی ہے؟۔

جائز اور ناجائز تقلید :

1...... قرآن وسنت کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا، خلفائے راشدین کے مقابلہ میں کسی شخص کے قول وفعل پر عمل کرنا۔ صحابہ کرام n کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا اور اس کی تقلید کرنا یہ تقلید حرام اور ناجائز ہے۔ اور اسلام میں اس تقلید کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ نہ حنفی، نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی۔

2...... اور اگر کوئی مسئلہ صراحۃً قرآن کریم سے نہیں ملتا اور حدیث پاک میں بھی اس کی صراحت نہیں ہے۔ اور خلفاءِ راشدین نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کا کوئی حکم نہیں ملتا تو ایسے مسئلے میں مجتہد کی تقلید جائز ہے۔ یعنی مجتہد اجتہاد کر کے اس کا حکم بتائے تو اس حکم کو ماننا جائز ہے۔ اور اس اجتہاد کا ذکر خود حدیث پاک میں موجود ہے۔

حدیث مبارک سے اجتہاد کا ثبوت :

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا.........

☆ ...... ''جب تیرے سامنے کوئی جھگڑا آئے گا تو، تو اس کا کیسے فیصلہ کرے گا؟''۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

☆ ...... ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تجھے نہ ملے تو پھر کیا کرے گا؟''۔ حضرت معاذ ؓ نے کہا کہ پھر میں سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

☆ ...... ''آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول ﷺ اور کتاب اللہ میں تجھے نہ مل سکے تو پھر کیا کرے گا؟''۔ حضرت معاذ ؓ نے کہا: ''اَجْتَهِدُ بِرَأْيِ'' پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔

اجتہاد میں نبی کریم ﷺ کی رضا ہے:

آپ ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔ اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوئی کہ جو مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ مل سکے اس میں مجتہد کا قیاس کرنا اور اپنی رائے سے اس کو حل کرنا آنحضرت ﷺ کی رضا کا سبب ہے۔

مجتہدین کی اتباع:

اور اہلِ اسلام ایسے ہی مسائل میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تقلید کے قائل ہیں۔ یعنی ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تقلید ان مسائل میں ہے جو منصوص نہیں ہیں۔ اور ان کے ماننے کا حکم

خود قرآنِ کریم میں موجود ہے۔فرمایا "وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ"۔ (سورہ لقمان، آیت نمبر ۱۵) جو لوگ میری طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں تو ان کے راستے کی اتباع کر۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کی اتباع نہ صرف یہ کہ جائز ہی ہے بلکہ ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ امر کا صیغہ ہے اور صیغہ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اور سورۂ نحل میں فرمایا "فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ" پس اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کم علم اور ناسمجھ کو چاہیے کہ عالم اور سمجھ دار سے پوچھے۔ اور اس پر عمل کرے۔ لہٰذا اس تقلید کو شرک کہنا سوء فہم کا نتیجہ ہے۔

اندھی تقلید کی مذمت :

ہاں! خدا رسول کے مقابلہ میں باپ، دادا کی اتباع کی جائے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ اور رسول ﷺ کی طرف تو کہتے ہیں" کافی ہے ہمیں وہ چیز جس پر پایا ہم نے اپنے باپ، دادا کو"۔ تو اس تقلید کے شرک اور حرام ہونے میں کیا شک ہے۔

کیا امام کا درجہ پیغمبر کے برابر ہے؟ :

باقی کم فہم لوگ ایک بات اور بھی کہتے ہیں۔ وہ بھی سمجھ لیں کہ مقلدوں نے اپنے اماموں کو رسول اللہ ﷺ کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اس لئے کہ پیغمبر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔ اور مجتہد اور امام کو کوئی بھی معصوم نہیں سمجھتا۔ مجتہد کی بات صحیح بھی ہوتی ہے۔ اور اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

اور پیغمبر سے غلطی نہیں ہوتی تو امام پیغمبر کی گدی پر کس طرح بیٹھ سکتا ہے یا ان کو پیغمبر کی گدی پر کون بٹھا سکتا ہے؟۔ کتنی غلط بات ہے۔ جو وہ ہمارے ذمہ لگاتے ہیں۔ پھر ہمارا نظریہ ہے کہ امام کی بات اگر خدا اور رسول کے خلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو اس پر عمل نہ کرو تو یہ ہم پر محض الزام لگاتے ہیں۔ (واللہ الموفق)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ
ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ
الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ
ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ ۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ
ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ
شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى
اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ
اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ
مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ
۝۱۰۷ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ

يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

لفظی ترجمہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تمہارے ذمے اپنی جانیں ہیں لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں نہیں نقصان پہنچائے گا مَّنْ ضَلَّ جو گمراہ ہوا اِذَا اهْتَدَيْتُمْ جبکہ تم ہدایت پر ہو اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمہیں خبر دے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کام تم کرتے تھے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ گواہی تمہارے درمیان اِذَا حَضَرَ جس وقت کہ آجائے اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی ایک پر موت حِيْنَ الْوَصِيَّةِ وصیت کے وقت اثْنٰنِ دو گواہ ہوں ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ انصاف والے تم میں سے اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ یا دو اور ہوں تمہارے سوا دوسروں سے اِنْ اَنْتُمْ اگر تم ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ سفر کرو زمین میں فَاَصَابَتْكُمْ پس پہنچے تمہیں مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ موت کی مصیبت تَحْبِسُوْنَهُمَا ان دونوں گواہوں کو روکو تم مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ نماز کے بعد فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ قسم اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شک ہو (قسم اس طرح اٹھائیں) لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا کہ ہم اس قسم

کے بدلے کوئی قیمت نہیں خریدتے وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ تعالیٰ کی گواہی کو اِنَّآ اِذًا بیشک ہم اس وقت لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ہو جائے عَلٰٓى اَنَّهُمَا اس بات پر کہ وہ دونوں گواہ اسْتَحَقَّآ اِثْمًا مستحق ہیں گناہ کے فَاٰخَرٰنِ پس دوسرے دو يَقُوْمٰنِ کھڑے ہوں مَقَامَهُمَا ان کی جگہ پر مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ جن کا حق دبایا ہے الْاَوْلَيٰنِ جو میت کے بہت قریب ہوں فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں لَشَهَادَتُنَآ البتہ ہماری گواہی اَحَقُّ زیادہ تحقیقی ہے مِنْ شَهَادَتِهِمَا ان پہلے دونوں کی گواہی سے وَمَا اعْتَدَيْنَآ اور ہم نے تجاوز نہیں کیا اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بیشک اس وقت ہم ظالموں میں سے ہوں گے ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ یہ کہ لائیں وہ لوگ گواہی عَلٰى وَجْهِهَآ اپنے طریقے پر اَوْ يَخَافُوْٓا یا وہ خوف کھائیں اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ م کہ رد کر دی جائیں گی قسمیں بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ان کی قسموں کے بعد وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاسْمَعُوْا اور سنو وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔

ربط آیت :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ ان لوگوں کو جب خدا اور رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے باپ دادا کا دین کافی ہے۔ آج کی آیات میں فرمایا کہ تم ان کی باتوں پر افسوس نہ کرو۔ بلکہ اپنا فریضہ ادا کرتے رہو۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں.........

مسلمانوں کو تسلی :

یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے ذمے اپنی جانیں ہیں۔ تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ لَایَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ تمہیں نہیں نقصان پہنچائے گا جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ کسی کی گمراہی کا وبال تم پر نہیں آئے گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ...... ہدایت کا معیار :

ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس آیت کریمہ سے تو میں یہ سمجھا ہوں کہ آدمی خود ہدایت پر قائم رہے۔ اور اعمالِ صالحہ ادا کرتا رہے۔ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری نہیں ہے۔ یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پر ہو۔ تو جو آدمی امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں کرتا وہ کب ہدایت پر ہے؟

اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تم سب کا لوٹنا ہے فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس وہ تمہیں خبر دے گا ان کاموں کی جو تم کرتے

تھے۔آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب کچھ سامنے آجائے گا اور موت کا کسی کو علم نہیں ہے۔اور معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔

شانِ نزول :

اگلی آیات کا شانِ نزول اگر چہ ایک واقعہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایک ضابطہ اور قانون بیان فرمایا ہے۔واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تین آدمی تجارتی سفر پر روانہ ہوئے ایک حضرت بُدیل بن ورقا خذاعی ؓ دوسرے تمیم داری اور تیسرے عدی بن بدّا یہ دونوں اس وقت عیسائی تھے مگر بعد میں دونوں مسلمان ہوگئے تھے اور حضرت تمیم داری ؓ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں قرآنِ کریم ختم کرتے تھے۔

بہر حال یہ تینوں حضرات شام میں تجارت کے لئے سفر پر روانہ ہوئے۔سفر ان کا بہت خوشگوار رہا کیونکہ باپ دادا سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔جب شام کے علاقہ میں پہنچے اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ حضرت بدیل بن ورقا بیمار ہوگئے اور بیماری ایسی تھی کہ سمجھ گئے کہ میں اس سے جانبر نہیں ہوسکتا جب انہیں زندگی کی امید نہ رہی تو اپنے سارے سامان کی فہرست تیار کی کیونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔اور وہ فہرست سامان میں چھپا کر رکھ دی۔اور اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اب زندگی کی کوئی امید نہیں ہے۔اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیوی ہے۔یہ میرا سامان ان تک پہنچا دینا یہ وصیت فرمائی اور فوت ہوگئے۔ساتھیوں نے ان کو دفن کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا جنازہ پڑھا گیا یا نہیں؟۔کیونکہ دونوں ساتھی تو عیسائی تھے مگر مسلمان جب ایمان کی حالت میں مرے اس کا جنازہ ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کے شامل حال ہوتی ہیں۔جنازہ

ہو جائے تو نورٌ علی نورٌ۔ اور اگر کسی وجہ سے جنازہ نہ بھی ہو سکے یا جنازہ میں تھوڑے آدمی شریک ہوں تو مومن بہرحال مومن ہے۔

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ:

چنانچہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پائے کے امام اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے تھے اور حق گو تھے اس وقت کی حکومت کے خلاف انہوں نے آواز بلند کی کہ فلاں فلاں کام تمہارے شریعت کے خلاف ہیں۔ تنقید کو حاکموں نے برداشت نہ کیا۔ کیونکہ اقتدار کا نشہ بہت برا ہوتا ہے اور حکم جاری کیا کہ یہ جہاں ملیں ان کو قتل کر دو جب حضرت کو معلوم ہوا تو روپوش ہو گئے مگر کچھ دنوں کے بعد فوت ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا۔

تو بہرحال ان کے دونوں ہمسفر جب واپس پہنچے تو ان کے اہلِ خانہ کو ان کی موت کی اطلاع دی اور ان کا سامان گھر والوں کے حوالے کیا۔ مگر چاندی کا ایک کٹورا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور خاصہ وزنی اور قیمتی تھا، چھپا لیا اور بازار فروخت کر کے اس کی رقم دونوں نے آپس میں تقسیم کر لی۔ موت کا صدمہ چونکہ تمام صدموں میں بھاری ہوتا ہے۔ اہلِ خانہ نے اس صدمہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے سامان کو نہ کھولا نہ دیکھا کچھ دن گزرنے کے بعد سامان کھولا تو اس میں سے سامان کی فہرست بھی برآمد ہوئی۔ فہرست کے مطابق بقیہ سامان تو مکمل تھا۔ مگر چاندی کا پیالہ ان کو نہ ملا۔ اس پر انہوں نے ان کے دونوں ساتھیوں کو بلا کر پوچھا کہ بدیل رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے ہیں کیا تم اس وقت ان کے پاس موجود تھے؟۔ انہوں نے کہا: ہاں! ہم دونوں ان کے پاس موجود تھے۔

اچھا تو کیا انہوں نے اس وقت کوئی صدقہ خیرات کیا تھا؟ کہا نہیں۔ علاج

معالجے پر رقم خرچ کی ہو؟ کہا نہیں۔ تمہیں کوئی وصیت کی ہو؟ جس پر تم نے عمل کیا ہو؟ کہنے لگے نہیں۔ تب اہلِ خانہ نے کہا کہ دیکھو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سامان کی فہرست ہے اور فہرست کے مطابق ایک کٹورا چاندی کا ہونا چاہیے۔ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ مگر وہ سامان میں موجود نہیں ہے۔ جب انہوں نے علاج پر بھی خرچ نہیں کیا، صدقہ، خیرات بھی نہیں کیا اور کسی قسم کی وصیت بھی نہیں کی تو وہ پیالہ کدھر غائب ہو گیا ہے؟۔ کہنے لگے اس بات کا ہمیں تو علم نہیں ہے اس نے جتنا سامان ہمارے حوالے کیا تھا وہ ہم نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اہلِ خانہ خاموش ہو گئے بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد حضرت بدیل بن ورقا کے عزیزوں میں شادی تھی زیور بنوانے کے لئے سُنار کے پاس گئے کہ ہمیں اتنی مقدار میں زیور کی ضرورت ہے کہ اتفاقاً چاندی کے ایک پیالے پر نگاہ پڑی جو سنار کے پاس دوکان میں پڑا تھا۔ دریافت کیا کہ یہ پیالہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ تمیم داری اور عدی بن بدّا سے میں نے خریدا ہے۔ بات کھل گئی کہ یہ وہی پیالہ ہے جس کے متعلق ہمیں شک تھا کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔

چنانچہ اہلِ خانہ نے اپنا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میت کے جو قریبی وارث ہیں کیا وہ قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ ان دونوں نے خیانت کی ہے؟۔ اور یہ پیالہ واقعی ہمارا ہے؟۔ اہلِ خانہ نے کہا حضرت ہمیں یقین ہے کہ یہ پیالہ ہمارا ہے اور ہم قسم اٹھانے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد قسم لی گئی اور وہ پیالہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں......

وصیت کے احکام :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ گواہی تمہارے درمیان اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ جس وقت کہ آجائے تم میں سے کسی ایک پر موت حِیْنَ الْوَصِیَّةِ وصیت کے وقت اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو گواہ ہوں انصاف والے تم میں سے۔ یعنی مومن ہوں اس بات پر کہ یہ میرا سامان ہے اور یہ میری وصیت ہے میرے اہلِ خانہ کو پہنچا دینا۔

اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ یا دو اور ہوں تمہارے سوا دوسروں سے۔ یعنی غیر مسلم جس طرح اس موقع پر غیر مسلم تھے یہ گواہ کب بنانے ہیں؟۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ اگر تم سفر کرو زمین میں فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ پس پہنچے تمہیں موت کی مصیبت تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ م بَعْدِ الصَّلٰوةِ ان دونوں گواہوں کو روکو تم نماز کے بعد۔

صلوٰۃِ وسطیٰ کے ترک پر وعید :

تمام تفسیروں میں ہے کہ نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ جسے صلوٰۃ وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی "فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ". پس گویا کہ اس کے گھر کا سامان تباہ ہوگیا ہے۔ اور گھر کے سارے افراد مر گئے ہیں۔ نمازِ عصر کے فوت ہونے کا اتنا بڑا نقصان ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ دو نمازیں منافقوں پر بہت بھاری ہیں ایک عشاء کی اور دوسری فجر کی بس جس آدمی کو ان نمازوں کا وزن محسوس ہو اور پڑھنے سے کترائے تو سمجھ لو منافق ہے۔

قسم اٹھانے کا طریقہ :

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ دونوں قسم اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی۔ قسم کی ضرورت کب پڑے گی؟۔ فرمایا اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شک ہو (قسم ان الفاظ کے ساتھ اٹھائیں)۔ لَانَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا کہ ہم اس قسم کے بدلے کوئی قیمت نہیں خریدتے وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ نہ کسی کی رعایت کریں گے اور نہ کسی کی مخالفت کریں گے۔ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اور ہم نہیں چھپاتے اللہ تعالیٰ کی گواہی کو اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ بیشک ہم اس وقت (اگر ہم گواہی چھپائیں تو) البتہ گناہ گاروں میں سے ہوں گے فَاِنْ عُثِرَ پس اگر اطلاع ہو جائے عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا اس بات پر کہ وہ دونوں گواہ مستحق ہیں گناہ کے۔ کہ انہوں نے خیانت کی ہے۔

اوصیاء کی گواہی احق بالقبول ہے :

فَاٰخَرٰنِ پس دوسرے دو يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا کھڑے ہوں ان (دونوں) کی جگہ پر مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ ان لوگوں میں سے جن کا حق دیا ہے لیکن وہ دو گواہ میت کے بہت قریبی ہوں فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا البتہ ہماری گواہی زیادہ تحقیقی ہے ان پہلے دونوں کی گواہی سے وَمَا اعْتَدَيْنَآ اور ہم نے تجاوز نہیں کیا اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بیشک اس وقت (اگر ہم تجاوز کریں تو) ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حق میت کے قریبی وارثوں کو کیوں دیا ہے؟ کہ وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں نے ہمارا حق مارا ہے تو فرمایا......

اسلام میں کسی کی حق تلفی نہیں :

ذٰلِکَ اَدْنٰی یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَآ یہ کہ لائیں وہ لوگ گواہی اپنے طریقے پر۔ کیونکہ ان کو معلوم ہوگا کہ اگر ہم نے گواہی میں گڑبڑ کی تو دوسرے گواہ ہمارے مقابلہ میں کھڑے کردیں گے۔ اَوْ یَخَافُوْآ اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ م بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ یا وہ خوف کھائیں کہ رد کردی جائیں گی قسمیں ان کی قسموں کے بعد۔ کہ میت کے وارثوں کو قسم اٹھانے کا حق ہے۔ اگر ہم کوئی ہیرا پھیری کریں گے۔ تو پھر دوسروں کو قسم اٹھانے کا حق ملے گا۔ پھر ہمیں مال بھی دینا پڑے گا اور بدنام بھی ہوں گے۔ آگے فرمایا سب سے بڑی چیز ہے.........

تقویٰ کا انعدام، قیامت کی ایک علامت :

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ سے جو ڈرتا ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ صحیح بات کرے۔ باقی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا خوفی نہیں رہے گی اور دلوں میں بغض، کینہ اور عداوت آجائے گی اور دل اس طرح سخت ہوں گے جس طرح بھیڑیوں کے ہوتے ہیں۔ یعنی شکلیں انسانوں والی ہوں اور دل بھیڑیوں کے ہوں گے یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ نہ قتل کا خوف ہوگا، نہ لوٹنے سے ڈریں گے، نہ عزت پر حملہ کرنے سے باز آئیں گے۔

وَاسْمَعُوْا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنو، سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔ ہدایت انہیں ہی دیتا ہے جو ہدایت چاہتے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

لفظی ترجمہ :

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ جس دن اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا پیغمبروں کو فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا قَالُوْا وہ کہیں گے لَاعِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

بیشک تو ہی ہے پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اِذْ قَالَ اللّٰہُ جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اذْکُرْ نِعْمَتِیْ یاد کر میری نعمتیں عَلَیْکَ وَ عَلٰی وَالِدَتِکَ جو میں نے تم پر کیں اور تیری والدہ پر کیں اِذْ اَیَّدْتُّکَ جب میں نے تیری تائید کی بِرُوْحِ الْقُدُسِ پاک روح کے ساتھ تُکَلِّمُ النَّاسَ کلام کرتا تھا تو لوگوں کے ساتھ فِی الْمَهْدِ وَ کَهْلًا گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ اور جب تعلیم دی میں نے تجھے کتاب کی وَالْحِکْمَةَ اور حکمت کی وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ اور توراۃ اور انجیل کی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ اور جب تم بناتے تھے مٹی سے کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ پرندے کی شکل بِاِذْنِیْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ فِیْهَا پھر اس میں تم پھونکتے تھے فَتَکُوْنُ طَیْرًا ۢ بِاِذْنِیْ پس وہ ہو جاتا تھا پرندہ میرے حکم سے وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ اور تندرست کرتا تھا تو مادر زاد اندھے کو وَالْاَبْرَصَ اور برص والے کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی اور جب تم نکالتے (زندہ کرتے تھے) مردوں کو بِاِذْنِیْ میرے حکم سے وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تم سے اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ جب تم لاتے ان کے پاس واضح دلیلیں فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے مِنْهُمْ ان میں سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو۔

روزِ محشر انبیاء علیہم السلام سے سوال :

میدانِ محشر میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوق کو اکٹھا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی اس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے سوال کریں گے میں نے تمہیں اپنی امتوں کی طرف مبعوث کیا تھا کہ میرے احکام ان تک پہنچاؤ تو لوگوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں.........

یَوْمَ یَجْمَعُ اللہُ الرُّسُلَ جس دن اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا پیغمبروں کو فَیَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا۔ حالانکہ رب تعالیٰ تو تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ مگر پیغمبروں کی زبانی سننا چاہے گا۔

انبیاء علیہم السلام کا اظہار، لاعلمی کی وجہ :

قَالُوْا وہ (پیغمبر) کہیں گے لَاعِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں ہے اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اے پروردگار! بیشک تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ دیکھنا! اس آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دریافت کرنے پر انبیاء کرام علیہم السلام مطلقاً لاعلمی کا اظہار فرمائیں گے جبکہ دوسرے مقام پر قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ وہ اپنی اپنی امتوں کے حق میں گواہی دیں گے تو اس آیت کریمہ کی تین تفسیریں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جب رب تعالیٰ فرمائیں گے.........

روزِ محشر صالحین کی حالت :

مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ تو قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوش قائم نہیں ہوں گے۔ بھول جائیں گے کہ ہمیں امتوں نے کیا جواب دیا تھا۔ مگر محققین

حضرات اس تفسیر کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (انبیاء:۱۰۳)۔ ان کو غم میں نہیں ڈالے گی بڑی گھبراہٹ یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر اس دن کی گھبراہٹ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں کے ہوش وحواس قائم نہ رہیں۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں پر ایسا خوف طاری ہو کہ وہ پہلی پچھلی تمام باتیں بھول جائیں۔ لہٰذا یہ تفسیر کہ قیامت کی ہولنا کیوں کی وجہ سے ان کے ہوش قائم نہیں رہیں گے قابلِ التفات نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول :

اس آیت کریمہ کی دوسری تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے فرمائیں گے مَاذَآ اُجِبْتُمْ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ تو پیغمبر جواب دیں گے اے پروردگار! تیرے تفصیلی اور محیط علم کے مقابلہ میں ہمارا محدود علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اور صحیح تفسیر یہی ہے۔

ابنِ جریج تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر :

اور تیسری تفسیر ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تابعی ہیں ان سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے کچھ امتی تو ان کے قریب رہتے تھے اور کچھ دور دراز کے علاقوں میں اسی طرح کچھ تو ان کے زمانے میں موجود تھے اور کچھ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی صرف وہی تو نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں موجودگی

میں تھے بلکہ قیامت تک آنے والے سب آپ ﷺ کے امتی ہیں۔ تو پیغمبر کہیں گے اے پروردگار! ہم ان کو تو جانتے ہیں جو ہمارے سامنے اور قریب تھے کہ انہوں نے ہمیں یہ جواب دیا اور ان کو نہیں جانتے جو دور دراز علاقوں میں رہنے والے تھے۔ یا جو ہمارے دنیا سے چلے آنے کے بعد آئے کہ انہوں نے کیا کہا اور کیا کیا کرتے رہے۔

اگلے رکوع میں آرہا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بناؤ؟ یہاں سے اس سوال کی تمہید ہے۔ فرمایا.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسان :

اِذْ قَالَ اللّٰهُ جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہما السلام) اذْكُرْ نِعْمَتِيْ یاد کر میری نعمتیں عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ جو میں نے تجھ پر کیں (کہ تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا) اور تیری والدہ پر کیں (کہ بغیر خاوند کے بچہ دیا) اور دوسری نعمتیں الگ ہیں کہ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ جب میں نے تیری تائید کی پاک روح کے ساتھ۔

روح القدس کون؟ :

پاک روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں چونکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت مخالف تھے اور ہر وقت قتل کے درپے رہتے تھے۔ اس لئے اکثر جگہوں پر جہاں خطرہ ہوتا اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی نگرانی اور حفاظت کیلئے بھیجتے تھے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتیاز :

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً کلام کرتا تھا تو لوگوں کے ساتھ گھوارے میں اور ادھیڑ عمر میں۔ ''مہد'' کا معنی پنگھوڑا بھی ہے اور گود بھی۔ یعنی آپ ماں کی گود یا پنگھوڑے میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور تیس اور چالیس سال کے درمیان والے زمانے کو ''کہولت'' کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر آدمی بیمار نہ ہو تو اس کی بدنی قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ بعضوں کے جلدی بال سفید ہو جاتے ہیں اور نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔ اور بعضوں کے تاخیر سے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دونوں زمانوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ بچپن اور ادھیڑ عمر میں ایک جیسی گفتگو کرتے تھے حالانکہ بچہ گود یا پنگھوڑے میں گفتگو نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ بچپن میں بھی بڑی معقول تقریر کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی بچپن کی تقریر سورہ مریم میں موجود ہے۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللهِ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور میں نبی بنایا گیا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ایک پہلو :

وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور جب تعلیم دی میں نے تجھے کتاب کی اور حکمت کی وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

کتاب اور حکمت سے مراد :

1 ...... بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد لکھنا ہے کہ میں نے تجھے

لکھنا سکھایا پہلے انبیاء کرام علیہم السلام لکھنا بھی جانتے تھے اور پڑھنا بھی جانتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ہیں۔ نہ لکھنا جانتے تھے، نہ پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے "وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ"۔ (العنکبوت: ۴۸) اور آپ اس سے پہلے تو کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اگر آپ پہلے سے پڑھے لکھے ہوتے تو یہ باطل پرست لوگ شک کرتے اور حکمت سے مراد دانائی کی باتیں ہیں۔

2...... اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد دوسری کتب سماویہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیم بھی دی عیسیٰ k کو۔

3...... اور تیسری تفسیر یہ نقل کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآنِ کریم ہے اور حکمت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے اور چالیس سال زمین پر حکومت کریں گے۔ اور قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اگر قرآن وسنت کا علم نہیں ہوگا تو فیصلے کس طرح کریں گے؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات :

1...... وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ اور جب تم بناتے تھے مٹی سے پرندے کی شکل بِاِذْنِیْ میرے حکم سے فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر اس میں تم پھونکتے تھے فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِیْ پس وہ ہو جاتا تھا پرندہ میرے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے وہ جانور بن کر اڑ

جاتا تھا کون سے پرندے کی شکل بنائی تھی؟ فرماتے ہیں کہ چمگادڑ کی شکل جس کو ''چام چٹی، چمچوری'' اور فارسی میں ''شپرہ چشم'' کہتے ہیں۔

2...... وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اور تندرست کرتا تھا تو مادرزاد اندھے کو اور برص والے کو بِاِذْنِىْ میرے حکم سے۔ برص کے دو معنیٰ کرتے ہیں ایک پھل بہری اور دوسرا کوڑھ۔ سوداوی مزاج آدمیوں کے خون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کے ہاتھ پاؤں گر جاتے ہیں اس کو کوڑھ کہتے ہیں اور اس مرض والے کے قریب کوئی نہیں جاتا کیونکہ یہ متعدی اور لاعلاج بیماری ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ کوڑھ والے سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ مادرزاد اندھے کو بینا فرما دیتے تھے۔ کوڑھ والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تھے اللہ تعالیٰ اس کو تندرست کر دیتا تھا۔ ایمان کی شرط کے ساتھ کہ مثلاً مادرزاد اندھا آیا آپ اس کو فرماتے تھے کہ اگر تو میرے اوپر ایمان لے آئے تو میں تیری آنکھوں پر ہاتھ پھیروں گا اللہ تعالیٰ تجھے بینا کر دے گا۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک دن میں پچاس ہزار آدمی تندرست ہوئے۔

چار مردوں کو زندہ کرنے کا بطور خاص ذکر :

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ اور جب تم نکالتے (زندہ کرتے تھے) مردوں کو میرے حکم سے۔ چار مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر خاص طور پر تفسیروں میں آتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے.........

1...... ایک آذر نامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوست تھا اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ قبر پھٹی اور وہ زندہ ہو کر باہر آ گیا۔

2...... دوسرا ابن العجوز ایک بوڑھی عورت تھی اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ فوت ہو گیا ماں بڑی پریشان تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ قبر پھٹی اور وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

3...... تیسری چونگی پر ملازمت کرنے والے کی ایک لڑکی تھی وہ فوت ہو گئی جس سے وہ بڑا پریشان تھا۔ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ وہ زندہ ہو گئی۔

4...... اور چوتھا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گیا۔ یہ تمام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے تھے فرمایا...........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچایا :

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تم سے۔ وہ تجھے قتل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے ان کے ہاتھ آپ تک نہیں پہنچنے دیئے۔ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ جب تم لاتے ان کے پاس واضح دلیلیں فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ پس کہا ان لوگوں نے جو کافر تھے ان میں سے اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو۔

جن معجزات کا ذکر ابھی تم نے سنا ہے ان کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔ اور ان کو تسلیم نہ کیا۔ اور یہ محض انہوں نے ضد کی وجہ سے کیا۔ ورنہ دلی طور پر وہ سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضد سے محفوظ فرمائے۔..........آمین۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اور جب میں نے وحی کی اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ حواریوں کی طرف اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ کہ ایمان لاؤ مجھ پر وَبِرَسُوْلِىْ اور میرے رسول پر

قَالُوْٓا اٰمَنَّا کہاانہوں نے ہم ایمان لائے وَاشْهَدْ اوراے اللہ تو گواہ رہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بیشک ہم مسلمان ہیں اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ جب کہا حواریوں نے يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا اس بات کی کہ وہ نازل کرے ہم پر مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ دسترخوان آسمان کی طرف سے قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ایمان والے قَالُوْا کہا انہوں نے نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس دسترخوان سے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں وَنَعْلَمَ اور ہم جان لیں اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا کہ تم نے سچ کہا ہے وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہو جائیں ہم اس دسترخوان پر گواہی دینے والوں میں سے قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اے اللہ جو ہمارا رب ہے تو اَنْزِلْ عَلَيْنَا اتار دے ہم پر مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ دسترخوان آسمان کی طرف سے تَكُوْنُ لَنَا کہ ہو ہمارے لئے عِيْدًا خوشی کا ذریعہ لِّاَوَّلِنَا ہمارے پہلوں کے لئے وَاٰخِرِنَا اور ہمارے پچھلوں کے لئے وَاٰيَةً مِّنْكَ اور نشانی ہو تیری طرف سے وَارْزُقْنَا اور تو ہمیں رزق دے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو بہتر روزی دینے والا ہے قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں اتارنے والا ہوں اس دسترخوان کو تم پر فَمَنْ

یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ پس جو شخص ناشکری کرے گا اس کے بعد فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا پس میں اس کو سزا دوں گا ایسی سزا لَّآ اُعَذِّبُہٗٓ کہ نہیں سزا دوں گا میں ایسی اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے کسی ایک کو۔

لفظ ''حواری'' کی تحقیق :

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے جو مخلص ساتھی تھے ان کو حواری کہتے ہیں ان کو حواری کہنے کی ایک وجہ تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ حواری حور سے مشتق ہے۔ اور حور کے معنی ہیں سفید چونکہ ان کے رنگ سفید تھے جس طرح سفید فام قومیں ہیں اس لئے ان کو حواری کہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دھوبی تھے کپڑوں کو دھو کر سفید کرتے تھے اس لئے ان کو حواری کہتے تھے اور تیسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کے بڑے صاف تھے جو دل میں ہوتا تھا وہ زبان پر ہوتا تھا اور جو زبان پر ہوتا تھا وہ عمل میں نظر آتا تھا تو دل کے صاف ہونے کی وجہ سے ان کو حواری کہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں............

حواریوں سے خطاب :

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اور جب میں نے وحی کی حواریوں کی طرف۔ ان کو وحی کرنے کا ایک مطلب تو یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ذریعے ان کو پیغام دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ان پر وحی نازل ہوتی تھی کہ ان کو میرا پیغام پہنچا دے۔ اور وحی کا معنی الہام بھی ہوتا ہے۔ دل میں بات ڈالنا مگر غیر نبی کا الہام قطعی نہیں ہوتا تو مطلب یہ بنے گا کہ میں نے ان کے دل میں بات ڈالی۔

حواریوں سے مطالبہ :

اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ k پر چونکہ وہ لوگ بڑے مخلص تھے۔ قَالُوْآ اٰمَنَّا کہا انہوں نے ہم ایمان لائے وَاشْهَدْ اور اے اللہ تو گواہ رہ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ بیشک ہم مسلمان ہیں۔ وہ حواری بڑے مخلص اور سادے لوگ تھے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ جب کہا حواریوں نے یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے (علیہ السلام) هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اس بات کی کہ وہ نازل کرے ہم پر دسترخوان آسمان کی طرف سے۔ یہ مطالبہ حواریوں نے اس لئے کیا کہ وہ بڑے غریب تھے کسی وقت کھانا میسر ہوتا تھا کسی وقت نہیں اور بسا اوقات دو، دو، تین، تین دن بھی فاقے میں گزر جاتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تذکیر :

قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ کہ ایک طرف تو کہتے ہو تیرا رب اور دوسری طرف کہتے ہو کہ وہ آسمان سے دسترخوان اتارنے پر قادر ہے کہ نہیں؟۔ بھائی! رب ہے اور آسمانوں، زمینوں کا خالق ہے۔ جس نے پہاڑوں کو پیدا کیا، چاند، سورج، ستاروں کو پیدا کیا اس کے لئے آسمان سے دسترخوان اتارنا کون سا مشکل کام ہے۔ اس کی قدرت میں شک کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔ کہ جب تم اس رب تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو جو ساری مخلوق کا خالق اور قادر مطلق ہے تو اس کے لئے دسترخوان کا اتارنا کون سا مشکل ہے؟۔

حواریوں کا اطمینانِ قلب :

قَالُوْا کہا انہوں نے۔ ہمیں اپنے رب کی صفات میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ نُرِیْدُ اَنْ نَّاْکُلَ مِنْهَا ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس دستر خوان سے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا اور کھانا کھانے کے بعد ہمارے دل مطمئن ہو جائیں۔ اب بھوک کی وجہ سے ہمارے ہوش وحواس اڑے ہوئے ہیں کھانا کھانے کے بعد اطمینان قلب نصیب ہوگا۔

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا اور ہم جان لیں کہ تم نے سچ کہا ہے۔ کہ رب تعالیٰ کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً تمہاری مدد کرتا رہے گا۔ باقی رب تعالیٰ کی قدرت میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے جیسے گنہگار اس قابل ہیں کہ ہمارے لئے آسمان سے دستر خوان نازل ہو۔ اور ہم آسمانی دستر خوان سے کھانا کھائیں۔

وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہو جائیں ہم اس دستر خوان پر گواہی دینے والوں میں سے۔ کہ واقعی آسمان سے دستر خوان نازل ہوا تھا اس پر کھانے لگے ہوئے تھے اور ہم نے کھائے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ حواری رب تعالیٰ کی قدرت کے منکر نہیں، صرف تعبیر کرنے میں غلطی ہوئی دل کے بڑے صاف ہیں تو......

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اے اللہ جو ہمارا رب ہے تو اتار دے ہم پر دستر خوان آسمان کی طرف سے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا کہ ہو ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا

ہمارے پہلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے۔ پہلوں کے لئے خوشی کا ذریعہ کس طرح ہوگا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ وادی تیہ میں :

وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کو لے کر جب وادی تیہ (اس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے) میں پہنچے۔ اس میدان میں ان کو عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ملا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ'' پس اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگے جانا چالیس سال کے لئے بند کر دیا۔ یہ لاکھوں کی تعداد میں تھے جن میں مرد، عورتیں، جوان، بچے، بوڑھے شامل تھے۔ پانی اور خوراک ایسی چیز ہے کہ جاندار مخلوق کا اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آسمان سے ''مَنّ'' یعنی کھیر اور ''سلویٰ'' یعنی بٹیر نازل فرمائے۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی تھی اور ایک پلیٹ میں بٹیر ہوتے تھے جو یہ بغیر محنت، مشقت کے کھاتے تھے۔ اور پانی کا بھی انتظام فرمایا کہ پیغمبر سے بارہ چشمے جاری فرمائے یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے پیاز، تھوم، دال، گندم وغیرہ کی فصلیں پیدا فرمائے۔ تو پہلوں سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے دور کے لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ نازل فرمایا۔ اور پچھلوں سے مراد یہی لوگ ہیں جن پر دستر خوان نازل ہوا۔

لاوّلنا وآخرنا کا مصداق :

تو مطلب یہ بنے گا کہ ہمارے پہلوں کے لئے بھی خوشی تھی اور ہمارے لئے بھی

خوشی کا ذریعہ بنے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہلوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت موجود تھے کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوگا ہم اس سے کھائیں گے اور ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا۔ اور پچھلوں سے مراد بعد میں آنے والے ہیں کہ ان کے لئے خوشی کا ذریعہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ ہمارے بڑوں پر آسمان سے دسترخوان نازل ہوتا تھا اور وہ کھانے کھاتے تھے۔ جس طرح ہم اپنے بڑوں کے کارنامے ذکر کر کے خوش ہوتے ہیں کہ بدر میں اس طرح ہوا۔ فلاں مقام پر اس طرح نصرت آئی۔ فلاں مقام پر اس طرح کامیابی حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہیں :

وَاٰيَةً مِّنْكَ اور نشانی ہو تیری طرف سے۔ اے پروردگار۔ وَارْزُقْنَا اور تو ہمیں رزق عطا فرما۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور تو بہتر روزی دینے والا ہے۔ رزق کھاتے تو تمام لوگ کما کر ہیں مگر رزق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا رزق کا خالق کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت اور ایک تنبیہ :

قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ میں اتارنے والا ہوں اس دسترخوان کو تم پر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ پس جو شخص ناشکری کرے گا اس کے بعد فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا پس میں اس کو سزا دوں گا ایسی سزا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ کہ نہیں سزا دوں گا میں ایسی جہان والوں سے کسی ایک کو۔

دسترخوان کا نزول اور احکام :

ترمذی شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے دسترخوان نازل ہوا اس میں گوشت اور روٹیاں تھیں۔ بعض تفسیروں میں مچھلی کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھنی ہوئی مچھلیاں بھی نازل فرمائیں۔ مچھلی بھی گوشت ہے۔

ناشکری کی سزا :

رب تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندی تھی کہ وقت پر جو کھانا نازل ہو مثلاً صبح یا شام کے وقت تو تم خوب سیر ہو کر کھاؤ مگر ذخیرہ نہیں کرنا اور یہ تفسیر بھی ہے کہ حکم تھا کہ محتاج اور معذور کھائیں، مالدار اور صاحب حیثیت نہ کھائیں، لیکن انہوں نے قانون کی پابندی نہ کی تھالیاں پلیٹیں ساتھ لے آتے اور ان میں ذخیرہ کر لیتے اور مالداروں نے بھی ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ شرائط کی پابندی نہ کر سکے پھر نتیجہ وہی نکلا جس کی خبر پہلے دی جا چکی تھی کہ اگر ناشکری کرو گے تو میں سخت سزا دوں گا۔

بنی اسرائیل کی سزا کا زمانہ :

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔ بوڑھے جن کی تعداد تقریباً تین سو تھی ان کو خنزیر کی شکل میں اور نوجوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کیا۔ بنی اسرائیل کو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیا گیا جو بحر قلزم کے کنارے شہر ایلہ جس کو آج کل ایلات کہتے ہیں اور یہ یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ یہاں آباد تھے۔ وہ الگ واقعہ ہے۔ اور یہ الگ واقعہ ہے یہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو پچھتر سال بعد آنحضرت ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

گانا سننے کی سزا :

بخاری شریف اور ترمذی شریف کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کرے گا۔ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا "يُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ" نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے روزے بھی رکھتے ہوں گے اور حج بھی کریں گے۔ حضرت پھر ایسا کیوں ہوگا؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا گانے سننے کے شوقین ہوں گے۔ رات کو گانے سنتے سنتے سوئیں گے صبح کو اٹھیں گے تو بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے گانوں کو گناہ نہیں سمجھا۔ اور یاد رکھنا! جب گناہ کو بار بار کیا جائے تو اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔

خلافِ شرع مجالس میں شرکت سے ممانعت :

اسی لئے حکم ہے کہ خلافِ شرع مجلسوں میں نہ جاؤ کہ بار، بار جانے سے گناہ کا احساس کم ہو جائے گا۔ اور تم اس میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے.........آمین۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

لفظی ترجمہ :

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو اتَّخِذُوْنِيْ بناؤ مجھے وَاُمِّيَ اور میری والدہ کو اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ دو الٰہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قَالَ سُبْحٰنَكَ کہیں گے عیسیٰ k پاک ہے تیری ذات مَايَكُوْنُ لِيْٓ نہیں تھا میرے لائق اَنْ اَقُوْلَ یہ کہ میں کہوں مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ اگر میں نے یہ بات کہی ہو فَقَدْ عَلِمْتَهٗ پس تحقیق تو جانتا ہے تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے وَلَآ اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بیشک تو ہی ہے غیبوں کو جاننے والا مَاقُلْتُ لَهُمْ میں نے نہیں کہا ان لوگوں کو اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ مگر وہ کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں ان پر گواہ تھا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں ان کے اندر تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پس جب تو نے مجھے اٹھالیا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ تو، تو ہی نگران تھا ان پر وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگر تو ان کو سزا دے فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ اور اگر تو ان کو بخش دے فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پس بیشک تو غالب ہے حکمت والا قَالَ اللّٰهُ فرمائے گا اللہ تعالیٰ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ کہنا لَهُمْ جَنّٰتٌ ان کے لئے باغات ہیں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے کامیابی بڑی لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا وَمَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ زمینوں آسمانوں میں ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عیسائیوں کے تین فرقے :

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ عیسائیوں کے تین فرقے ہیں۔ نسطوریہ، یعقوبیہ اور ملکائیہ۔ ان میں سے اکثر عیسائی ملکائیہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نصاریٰ کی فضیحت کیلئے سوالات :

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بن

مریم (علیہا السلام) ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھے اور میری والدہ کو دو الٰہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ اللہ تعالیٰ کے تو سب کچھ علم میں ہے یہ سوال محض عیسائیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا۔ کہ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ خدائی کے رکن ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب :

قَالَ سُبْحٰنَکَ کہیں گے عیسیٰ علیہ السلام پاک ہے تیری ذات مَا یَکُوْنُ لِیْٓ نہیں تھا میرے لائق اَنْ اَقُوْلَ یہ کہ میں کہوں مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا۔ نہ میں خدائی کا حقدار، نہ میری والدہ، خدا خدا ہے اس کی صفات اس کے ساتھ مختص ہیں۔ مخلوق میں نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں شریک ہے۔ "وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ" اس کی شان ہے۔

غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ اگر میں نے یہ بات کہی ہو فَقَدْ عَلِمْتَهٗ پس تحقیق تو جانتا ہے۔ کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نفس کے لفظ کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ اگلی سورت میں آئے گا "وَکَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت لکھی ہے۔ اور تیسرے پارے میں ہے "وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ" اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اور شخص کا لفظ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بولا گیا ہے۔

چنانچہ بخاری میں روایت ہے "لَا شَخْصَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰهِ" کوئی شخص اللہ تعالیٰ

سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے۔ اے پروردگار! میرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو تو جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے میں نہیں جانتا کیونکہ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بیشک تو ہی ہے غیبوں کو جاننے والا۔

شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں :

یاد رکھنا! یہ کسی ولی کا بیان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے کہ اے پروردگار! غیبوں کا جاننے والا صرف تو ہی ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شرک تو صرف بتوں کی پوجا کا نام ہے اور پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کو رب تعالیٰ کے اوصاف میں شریک کرنا، شرک نہیں ہے۔ وہ لوگ کھلے مغالطے کا شکار اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ شرک اگر بتوں کی پوجا کا نام ہے جس طرح غلط کار مولوی کہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تو نہیں تھے نہ ان کی والدہ بت تھیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور لوگوں نے ان کو الٰہ بنایا۔ لہٰذا رب تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنانا اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے؟ اور وہ کہیں گے کہ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے۔ میرے لائق نہیں تھا کہ میں ایسی بات کرتا جس کا مجھے حق نہیں تھا۔ تو شرک صرف بتوں کی پوجا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کی پوجا کرنے والے بھی مشرک ہیں۔

مجسموں کی حیثیت :

میں نے اپنی کتاب ''گلدستہ توحید'' میں اس مسئلے کی بڑی وضاحت کی ہے۔ اس کا مطالعہ کر لینا پھر بڑی عجیب بات ہے کہ ایک مَن کی لکڑی یا پتھر حاجت روا اور مسجود نہ ہو سکے لیکن جب اس کو چھیل یا تراش کر دس سیر کا کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکے۔

بات یہ ہے کہ ان گھڑے پتھر اور لکڑی میں اس ہستی کی سی آنکھیں ناک اور کان نہیں ہوتے جس کے ساتھ اس کو محبت اور عقیدت ہے۔ مگر جب پتھر اور لکڑی اس کی شکل پر بن گیا تو صاحب مجسمہ کے نام پر وہ قبلہ توجہ ہو گیا۔ لیکن اصل عقیدت اور محبت لکڑی اور پتھر سے نہیں بلکہ محبوب انسان وغیرہ سے ہے۔ جس کی شکل پر اس پتھر اور لکڑی کو تراشا گیا ہے۔

مثلاً بدھ، کرشن، رام چندر سیتا وغیرہ کے جو مجسمے ہیں تو ان کو پوجا محض لکڑی یا پتھر کے خوبصورت ہونے کی وجہ سے نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص کی وجہ سے کی جاتی ہے جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا ہے۔ تو دراصل عبادت اس پیغمبر اور ولی کی ہوئی جس کی صورت پر ان کو تراشا جاتا تھا۔

کاغذی تصویر کا حکم :

مثلاً لوگ کاغذ پر بنی ہوئی تصویروں کو جیب میں رکھتے ہیں فریم کرا کے بیٹھک میں سجاتے ہیں۔ تو اس کاغذ کا تو احترام نہیں کرتے؟ کاغذ تو اور بھی قیمتی سے قیمتی ہیں۔ اصل احترام تو اس کا ہو رہا ہے جس کی تصویر اس کاغذ پر ہے۔ اور تصویر والے سے محبت ہو رہی ہے۔ حاشا وکلا۔ کبھی کسی قوم نے محض پتھر اور لکڑی کی پوجا نہیں کی۔ اس طرح اس درخت کی پوجا کی ہے جس کے نیچے کوئی بزرگ بیٹھا ہے۔ اور اس جگہ کی پوجا کی ہے جہاں کسی بزرگ نے کچھ دیر کے لئے آرام کیا ہے۔ اور اگر کسی دریا کے کنارے لوگ جمع ہوئے ہیں تو اس لئے کہ وہاں ان کے بزرگ نے اشنان یعنی غسل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل :

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب دیکھا کہ لوگ اس

درخت کے نیچے آ کر بیٹھتے ہیں جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان لی تھی اور محض اس کے لئے بیٹھتے ہیں کہ یہاں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے، برکت والی جگہ ہے۔ بڑی بصیرت رکھتے تھے انہوں نے سوچا یہ تو پختہ ذہن کے لوگ ہیں۔محض برکت حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔اور جب نئی نسلیں آئیں گی تو وہ پوجا شروع کر دیں گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوجی بھیجے کہ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کا نام ونشان تک مٹا دو۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نجف علی خان رافضی :

یہ بات شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں نقل فرمائی ہے۔ یہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ شاہ صاحب نے جب "ازالة الخفاء، قرة العينين ، درثمین اور تفهيمات الٰهيه" لکھیں تو روافض کو بڑی تکلیف ہوئی۔نجف علی خان رافضی جو دہلی کا حکمران تھا اس نے شاہ صاحب کے پونچوں سے ہاتھ کٹوا دیئے تھے کہ ان ہاتھوں سے تو نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔یہ بڑا ظالم فرقہ ہے۔

لہٰذا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ صرف پتھروں کی پوجا شرک ہے۔ بلکہ پیغمبروں، فرشتوں اور اولیاء اللہ کی پوجا بھی شرک ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں اور ان کی والدہ ''ولیہ کاملہ'' ہے۔ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لینا؟۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے.........

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب وضاحت کے ساتھ :

مَاقُلْتُ لَهُمْ میں نے نہیں کہا ان لوگوں کو اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖ مگر وہ کچھ جس کا تو نے مجھے حکم دیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا

رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں نے ان کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کا قطعاً حکم نہیں دیا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں ان پر گواہ تھا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں ان کے اندر تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پس جب تو نے مجھے اٹھالیا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ تو، تو ہی نگران تھا ان پر وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

تَوَفَّيْتَنِيْ کی دلنشین تشریح :

قارئین کو یاد ہوگا کہ تیسرے پارے میں، میں نے عرض کیا تھا کہ "يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" میں جو مُتَوَفِّيْكَ کا جملہ ہے۔ قادیانی اور دیگر باطل فرقے اس کا ترجمہ "میں نے تجھے موت دے دی ہے" کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ توفی کا معنی موت دینا نہیں ہے۔ بلکہ توفی کا معنی پورا پورا لینا ہے۔ یہ لوگ مغالطے کا شکار ہیں۔ انہوں نے توفی کا مجرد مادہ وفات سمجھا ہے جبکہ اسکا مجرد مادہ وَفَــــا ہے۔ جس کا معنی ہے پورا کرنا۔ چنانچہ مقولہ ہے............

"اَلْكَرِيْمُ اِذَا وَعَدَ وَفَا" شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے۔ "يُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ" وہ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور دوسرے مقام پر ہے "وَوُفِّيَتْ اُجُوْرُهُمْ" تو اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ کا معنی ہے کہ یہ تیرے قتل کے درپے ہیں اور میں نے تجھے پورا پورا یعنی روح مع الجسد اپنی طرف اٹھالیا۔ اور توفی بھی وفا سے ہے تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کا معنی ہوگا پس جب تو نے مجھے پورا پورا یعنی روح مع الجسد اٹھالیا۔ تو، تو ہی ان پر نگران تھا۔ اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کافر کو بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ اگر تو ان کو سزا دے فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ اور اگر تو ان کو بخش دے فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ پس بیشک تو غالب ہے حکمت والا۔ایک مسئلہ امت میں اختلافی چلا آرہا ہے وہ بھی سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کو بخشنا چاہے تو بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے بخشے گا نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ مثلا ابوجہل، ابولہب وغیرہ ان کو اس نے نہ بخشا ہے نہ بخشے گا مگر بخشنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اہلِ حق کا نظریہ ہے کہ بخش سکتا ہے اگرچہ بخشے گا نہیں۔کرنے اور کرسکنے میں بڑا فرق ہے۔اگر وہ بخش دے تو اس کو کون پوچھ سکتا ہے؟۔اور عیسیٰ ؑ کا مندرجہ بالا بیان اہلِ حق کی تصدیق کرتا ہے۔

اور معتزلہ، اہلِ بدعت، خارجی اور رافضیوں کا نظریہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ بخشنے پر قادر ہی نہیں ہے۔اسی طرح کسی نیک سے نیک آدمی کو دوزخ میں ڈالے گا تو نہیں لیکن آیا ڈال سکتا ہے یا نہیں؟۔اہلِ حق کہتے ہیں کہ ڈال سکتا ہے اور رافضی، خارجی، اہلِ بدعت اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں ڈال سکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت جواب :

حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندی ؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے یا نہیں؟۔فرمایا..........

''ہمہ را دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست''

تو ایک کی بات کرتا ہے اگر وہ تمام کو دوزخ میں ڈال دے کون پوچھ سکتا ہے؟

فیصلے کا دن :

قَالَ اللّٰہُ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ یہ دن ہے کہ نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ کہنا۔ قیامت والے دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ حق اور باطل نکھر کر الگ ہو جائیں گے۔ حق والوں کے لئے کیا ہوگا؟۔ فرمایا............

اہلِ حق کا اعزاز :

لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ان کے لئے باغات ہیں بہتی ہوں گی ان باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رہا کریں گے ان باغوں میں ہمیشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی سند ہے۔ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی ہے کامیابی بڑی۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات حاصل ہیں اور نہ حضرت مریم علیہا السلام کو نہ مخلوق میں سے کسی اور کو۔

مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

بلکہ لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے آسمانوں کا ملک اور زمین کا وَمَا فِیْھِنَّ اور جو کچھ زمینوں آسمانوں میں ہے۔ سب کا وہی مالک، وہی متصرف اسی کا تمام پر کنٹرول ہے۔

میرا اور میرے اسلاف کا عقیدہ :

میرا اور میرے تمام بزرگوں کا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مرتبہ اور مقام تمام

مخلوقات سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑی عظمت اور فضیلت سے نوازا ہے۔ اور آپ ﷺ کو بڑے بڑے معجزات سے نوازا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معجزات :

چاند دو ٹکڑے ہوا آپ ﷺ کے حکم سے درخت چل کر آئے، پیغمبروں نے کلام کیا، انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ اور بہت سارے معجزات آپ ﷺ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب ہیں۔ بایں ہمہ آپ نہ خدا ہیں نہ خدائی اختیارات آپ کے پاس ہیں۔ قرآنِ پاک میں تصریح ہے۔

نفع ونقصان کا مالک بھی پروردگار ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا۔ ”قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا“۔ (جن:۲۱) میں تمہارے ضرر اور بھلائی کا مالک نہیں ہوں۔ اور سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے ”قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا“ میں اپنے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ نفع نقصان کا مالک صرف رب العالمین ہے۔ دکھ سکھ راحت آرام صرف اسی کے اختیار میں ہے۔

خلاصۂ بحث :

معجزات کی وجہ سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا بیشک عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے عظیم پیغمبر ہیں۔ اور ان سے بھی بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے ہیں مادرزاد اندھوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک کیا۔ مردے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیے، مٹی کے پرندے بنا کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا میں اڑا دیے، برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرا

وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھیک ہوگیا۔

یہ سارے معجزات اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے۔ مالک اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت اور اختیار سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

آج مؤرخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ فروری بروز جمعرات سورہ مائدہ مکمل ہوئی۔

والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک۔

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالہ